امام اعظم ابو حنیفہؒ
اور
خطیب بغدادیؒ

افادات

علمائے اہل سنت

جمع وترتیب

پیر جی سید مشتاق علی شاہ

اس کتاب میں مولانا محمد جونا گڑھیؒ کی کتاب امام محمدی کا جواب دیا گیا ہے۔ مولانا جونا گڑھیؒ نے امام محمدی میں امام ابو حنیفہؒ پر 280 اعتراض نقل کیے ہیں۔ یہ تمام اعتراض انہوں نے خطیب بغدادی سے لیے ہیں۔ الحمدللہ ہم نے تمام اعتراضوں کا جواب دے دیا ہے۔

ناشر

پیر جی سید عبدالمبین

محلّہ گوبند گڑھ گلی نمبر ۸ مکان نمبر C/36 کالج روڈ، گوجرانوالہ

نام کتاب	امام اعظم ابوحنیفہؒ اور خطیب بغدادیؒ
جمع وترتیب	پیر جی سید مشتاق علی شاہ
کمپوزنگ وڈیزائننگ	ماہیر گرافکس گوجرانوالہ
صفحات	336
قیمت	فی سبیل اللہ
تاریخ طبع اول	اگست 2025ء

ملنے کا پتہ
پیر جی سید عبدالمبین
محلّہ گوبند گڑھ گلی نمبر ۸ مکان نمبر C/36 کالج روڈ، گوجرانوالہ
0333-8182910

ضروری اعلان:

ہم نے اس رسالہ میں اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ کوئی غلطی نہ ہو۔مگر پھر بھی اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ فرمائیں۔ان شاءاللہ ضرور درست کر دی جائے گی۔ہم قرآن وسنت کے خلاف کسی کی بات نہیں مانتے،اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت پر صحیح معنی میں عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔آمین!!

سید مشتاق علی شاہ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

قارئین کرام! ہم نے اس کتاب سے پہلے بھی مولانا محمد جوناگڑھیؒ غیر مقلد کی تین کتابوں کے جوابات لکھے ہیں۔ جو بے حد مقبول ہوئے۔

(۱) آفتابِ محمدی

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول کے ۳۰۴ صفحات ہیں اور حصہ دوم کے ۵۴۴ صفحات ہیں۔ کل ۸۴۸ صفحات ہیں۔ اس میں ہدایہ کے ۱۵۶/ ایسے مسائل کا بیان ہے جن کے بارے میں مولانا محمد جوناگڑھی کا کہنا ہے کہ یہ مسائل حدیث کے صریحاً خلاف ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں ثابت کیا ہے کہ ایک مسئلہ بھی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

(۲) ہدایہ کے ایک سو مسائل کی تحقیق

یہ کتاب ۲۵۶ صفحات پر مشتمل ہے اور ہدایہ پر جوناگڑھی کے (۱۰۰) اعتراضوں کا جواب ہے جو انہوں نے پہلے ہدایتِ محمدی میں پھر درایتِ محمدی میں شائع کیے تھے۔ جوناگڑھی نے ان پر عنوان قائم کیا ہے۔ ''ہدایہ کے چٹ پٹے مسائل'' ہدایہ کے یہ مسائل جوناگڑھی کے نزدیک گندے اور شرمناک مسائل تصور ہوتے ہیں۔

(۳) درِمختار کے پچاس مسائل کی تحقیق

یہ کتاب ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں فقہ حنفی کی کتاب درِمختار پر جوناگڑھی کے پچاس اعتراضوں کا جواب دیا گیا ہے۔

(۴)امام ابوحنیفہؒ اور خطیب بغدادیؒ

یہ کتاب ۳۰۴ صفحات پر مشتمل ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے دفاع میں ہے۔ مولانا جونا گڑھی نے اپنی کتاب امام محمدی میں امام ابوحنیفہؒ پر ۲۸۰/اعتراض نقل کیے ہیں۔ ہم نے تمام اعتراضوں کا جواب دیا ہے۔ امام صاحب کے دفاع میں یہ بہترین کتاب ہے۔

امام صاحب کے دفاع میں اس کتاب سے پہلے بھی ہم چار کتابیں شائع کر چکے ہیں۔

(۱)امام ابوحنیفہؒ کا مقام محدثین کی نظر میں

یہ کتاب ۳۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۲)امام ابوحنیفہؒ سے مروی بعض احادیث کی تحقیق

یہ کتاب ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۳)امام ابوحنیفہؒ پر اعتراضات کے جوابات

یہ کتاب ۴۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۴)امام ابوحنیفہؒ پر اعتراضات کا علمی جائزہ

یہ کتاب ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

یہ چاروں کتابیں بے حد مقبول ہوئی۔

امام صاحبؒ کے دفاع میں ہماری طرف سے یہ امام ابوحنیفہؒ اور خطیب بغدادیؒ پانچویں کتاب ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ میں قبولیت کا شرف بخشے۔ آمین

احقر

سید مشتاق علی شاہ

اگست 2025ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

برصغیر پاک و ہند میں جب سے فرقہ غیر مقلدین کا ظہور ہوا اور ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کی تقلید کا انکار شروع ہوا اور اپنی تقلید کروانے پر اصرار شروع ہوا۔ اس وقت سے لے کر آج تک تقلید کی رد میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں اور اور لکھی جا رہی ہیں اور یہ کام رکتا ہوا نظر بھی نہیں آ رہا۔ برصغیر پاک و ہند میں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کی جاتی ہے اس لیے ان لوگوں کی تنقید کا زیادہ نشانہ بھی امام ابوحنیفہؒ ہی بنے۔ لازمی بات ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو اپنا پیشوا، مقتدا، رہبر، استاذ، پیر، بزرگ، نیک، عالم، فاضل جانتا ہے جبھی تو اس کو اپنا استاذ مانتا ہے اور اس کی پیروی کرنے کو اپنی سعادت مندی سمجھتا ہے۔ یہاں پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ کوئی حنفی امام ابوحنیفہؒ کو خدا، رسول نہیں مانتا اور نہ ہی آپ کو معصوم سمجھتا ہے۔ آپؒ تابعی ہیں، اپنے زمانہ کے عالم فاضل ہیں، اہل علم نے آپ کو امام اعظم کا لقب دیا ہے۔ آپؒ نے اپنے دور میں قرآن وسنت کی جو خدمات سرانجام دیں وہ قابلِ تعریف ہیں۔ آپؒ نے امت کو درپیش مسائل کا جو حل قرآن، سنت، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ کی تعلیمات کی روشنی میں بتایا وہ آپؒ کے شاگردوں نے جمع کر لیا۔ خاص کر امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے۔ اس لیے برصغیر کے لوگ آپ کی رہنمائی میں قرآن وسنت پر عمل کرتے چلے آ رہے تھے۔ جب یہ فرقہ پیدا ہوا تو اس نے سب سے پہلے یہ کیا کہ لوگوں کو امام ابوحنیفہؒ سے بدزن کیا جائے اس لیے انہوں نے امام ابوحنیفہؒ پر طرح طرح کے اعتراضات

کرنے شروع کر دیئے۔ بتانا یہ چاہتے تھے کہ جس شخص کی تم پیروی کر رہے ہو وہ تو پیروی کے قابل ہی نہیں۔

شروع شروع میں ایسے اعتراض کیے جو تھوڑے نرم سمجھے جاتے تھے۔ مثلاً آپ کی تابعیت کا انکار کیا گیا اور کہا گیا کہ نہ آپؒ نے کسی صحابیؓ کو دیکھا ہے اور نہ ہی کسی صحابیؓ سے کوئی حدیث سنی ہے۔یعنی رؤیت اور روایت دونوں کا انکار کر دیا۔

(۱)معیار الحق:

یہ کام اس فرقے کے بانی میاں نذیر حسین دہلوی نے اپنی کتاب معیار الحق میں کیا، معیار الحق کے جواب میں کئی کتابیں لکھی گئیں مگر دو کتابیں زیادہ مشہور ہوئیں ایک ''انتصار الحق'' مولفہ مولانا ارشاد حسینؒ صاحب رامپوری، دوسری ''مدار الحق'' مصنف مولانا محمد شاہ صاحب صدیقی پنجابی، ان دونوں کتابوں میں تابعیت پر تفصیلی بحث کی گئی اور دلائل سے اس کا اثبات کیا گیا۔میاں نذیر حسین کے بعد آپ کے معاصر نواب صدیق حسن بن سید اولاد حسن قنوجی نے یہاں تک لکھ دیا کہ ''علماءِ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام صاحبؒ تابعی نہیں تھے۔''نواب صاحب نے یہ بحث اپنی کئی کتابوں میں کی ہے دیکھیے (۱)''**الحطه فی ذکر الصحاح السته**''(۲)ابجد العلوم،(۳)اتحاف النبلاء(۴)التاج المکلل (۵) منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول۔ ہماری طرف سے ان دونوں اعتراضوں کا جواب ''پروفیسر ڈاکٹر مولانا محمد عبدالشہید نعمانی سابق چیئر مین شعبہ عربی جامعہ کراچی'' نے ''امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت'' نامی کتاب میں دیا ہے۔انصاف پسند آدمی کے لیے یہ جواب کافی ہے۔

(۲)حسن البیان:

میاں صاحب کے بعد آپ کے نامور شاگرد مولانا عبدالعزیز محمدی نے امام ابوحنیفہؒ کے خلاف ''حسن البیان فی مافی سیرۃ النعمان'' جو کہنے کو تو مولانا شبلی نعمانی کی سیرۃ النعمان کے

جواب میں لکھی گئی ہے۔ مگر اصل میں امام ابوحنیفہؒ کے خلاف مختلف کتابوں سے مواد کو اکھٹا کیا گیا ہے۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ امام صاحب اس قابل ہی نہیں کہ ان کی تقلید کی جائے۔ اس فرقے کو اس کتاب پر بڑا ناز ہے۔ ہماری طرف سے اس کے جواب میں حضرت مولانا عبدالحمید صاحب مفتی ریاست ٹونک راجپوتانہ نے ''فضائل النعمان'' کے نام سے کتاب لکھی۔ جو ۱۳۱۴ھ میں مطبع شاہجہانی آگرہ سے طبع ہوئی۔

(۳) کتاب الرد علی ابی حنیفہؒ:

پھر میاں نذیر حسین دہلوی کے دوسرے شاگرد مولانا ابوالقاسم بنارسی میدان میں آئے اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے خلاف ۱۳۳۳ھ میں ابن ابی شیبہؒ کی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ کے ایک باب کا اردو ترجمہ کر کے شائع کیا۔ اس کا ذکر مولانا ارشاد الحق اثری صاحب نے بھی اپنی کتاب پاک و ہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث ص ۱۲۷ نمبر ۲۱۳ میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں ترجمہ **کتاب الرد علی ابی حنیفة لابن ابی شیبة له** ایضاً اس باب کے جواب میں کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں (۱) حافظ عبدالقادر القرشی الحنفی المتوفٰی ۷۷۵ھ کی تصنیف **الدرر المنیفة فی الرد علی ابن ابی شیبة فی ما اورد علی ابی حنیفة** (۲) امام قاسم بن قطلو بغا الحنفی المتوفی ۸۷۹ھ کی کتاب **الاجوبه المنیفه عن اعتراضات ابن ابی شیبة علی ابی حنیفة** (۳) علامہ زاہد الکوثری المتوفٰی ۱۳۷۲ھ کی کتاب **النکت الطریفة فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبة علی ابی حنیفة** یہ تینوں کتابیں عربی میں ہیں۔ اردو میں بھی بعض کتابیں موجود ہیں (۱) **الاجوبة اللطیفة عن بعض ردود ابن ابی شیبة علی ابی حنیفة** مصنف مولانا احمد حسن سنبھلی (۲) تائید الامام باحادیث خیر الانام مصنف مولانا ابو یوسف محمد شریف (۳) امام اعظم ابوحنیفہ اور حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ مصنف مفتی علی معاویہ بہاری۔ ان کے علاوہ اور بھی کتابیں موجود ہیں۔

(۴) الجرح علی ابی حنیفہؒ:

امام ابوحنیفہ کے خلاف لکھی جانے والی مشہور کتابوں میں اس کتاب کا شمار ہوتا ہے۔ اس کے مصنف بھی مولانا ابوالقاسم بنارسی شاگرد میاں صاحب ہی ہیں۔ اس کے بھی کئی جواب شائع ہوئے مگر دو جواب زیادہ مشہور ہوئے۔ (۱) **الاقوال الصحیحة فی جواب الجرح علی ابی حنیفة** ۔ مصنف مولانا نور بخش توکلی صاحب یہ کتاب ۳۹۸ صفحات پر مشتمل ہے (۲) دوسرا جواب کشف الغمہ بسراج الأمہ مصنف حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب۔ یہ دونوں کتابیں مطبوعہ ہیں۔

(۵) امام محمدی:

مصنف مولانا محمد بن ابراہیم میمن جوناگڑھی۔ جوناگڑھی امام عبدالوہاب دہلوی شاگرد میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے۔ اور اخبار محمدی دہلی کے ایڈیٹر تھے۔ انہوں نے تاریخ بغداد سے امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ وسوانح حیات والا حصہ اردو ترجمہ کر کے امام محمدی کے نام سے ۱۳۴۵ھ میں دہلی سے شائع کیا تھا۔ اس میں امام ابوحنیفہؒ پر ۱۲۸۰ اعتراض کیے گئے ہیں۔ تاریخ بغداد کے اس حصہ کے جواب میں کئی کتابیں لکھی گئیں۔ جن میں سے چند مشہور یہ ہیں۔

(۱) **السهم المصیب فی کبد الخطیب** عربی۔ مصنف شرف الدین ملک معظم سلطان عیسیٰ بن ابوبکر ایوبی المتوفی ۶۲۱ھ

(۲) **الانتصار لامام ائمه الامصار** عربی، ۲ جلد، مصنف ابوالمظفر یوسف بن عبد اللہ المعروف سبط ابن الجوزی۔ یہ مشہور محدث علامہ ابن جوزی حنبلی کے نواسے تھے۔

(۳) **تانیب الخطیب علی ما ساقة فی ترجمة ابی حنیفة من الاکاذیب** عربی۔ مصنف علامہ زاہد الکوثری مصری۔ اس کتاب کے دو اردو ترجمے بھی شائع ہو چکے ہیں۔

(۱) سراج الامت، فقیہ الملت امام اعظم ابو حنیفہ کا عادلانہ دفاع۔ مترجم مولانا

عبدالقدوس قارن۔اس کے ۲۶×۲۰/ ۸سائز کے ۴۲۹صفحات ہیں۔

(۲) امام ابوحنیفہ پرخطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، مترجم، حضرت مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی۔فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور۔اس کے ۳۶×۲۳/ ۱۶سائز کے ۵۲۷صفحات ہیں۔

یہ تینوں کتابیں عربی میں تھیں۔اردو زبان میں بھی بعض کتابیں موجود ہیں۔

(۴) امام ابوحنیفہ اور ان کے ناقدین۔مصنف مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی یہ کتاب ۲۶×۲۰/ ۸سائز کے ۱۸۳صفحات پر مشتمل ہے۔خطیب بغدادی کا اصولی و اجمالی جواب ہے۔

(۵) امام ابوحنیفہؒ اور خطیب بغدادیؒ جمع و ترتیب پیر جی سید مشتاق علی شاہ۔اس کا ذکر پہلے عرض مرتب میں گزر چکا ہے۔

(۶) امام ابوحنیفہ کا تعارف محدثین کی نظر میں:

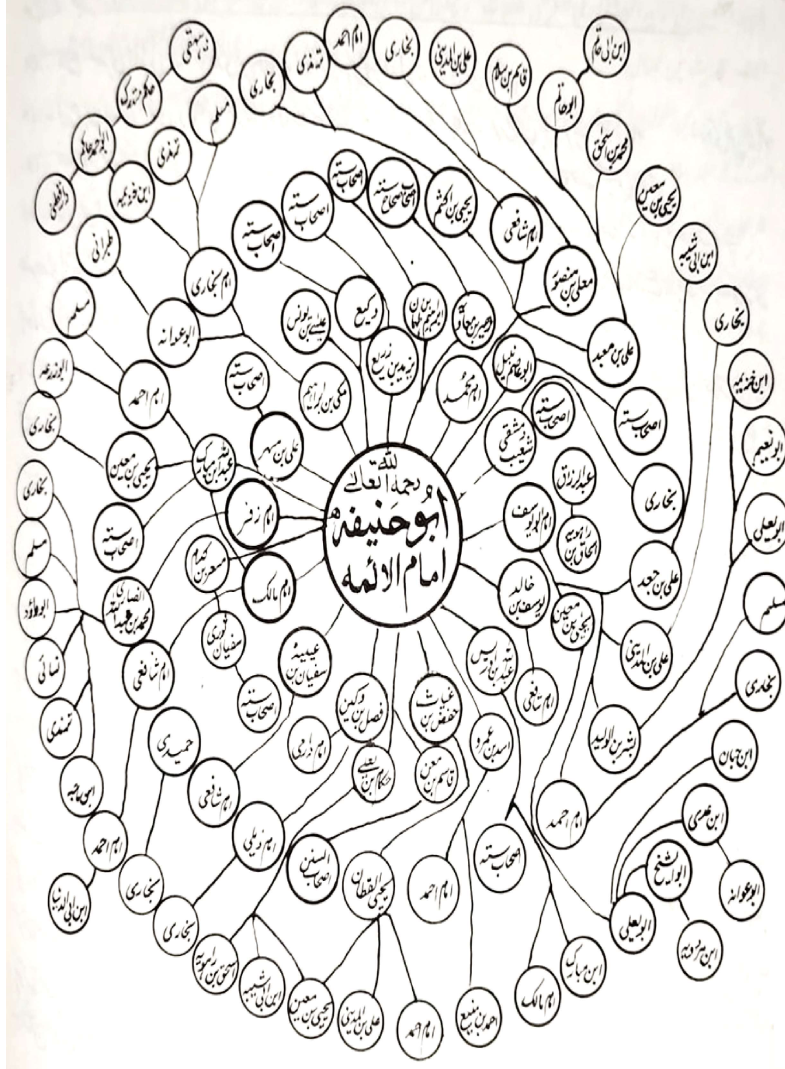
مصنف محمد بن عبداللہ الظاہری السندی۔یہ کتاب پہلے عربی پھر عربی اردو میں کراچی سے شائع ہوئی ہے۔اس میں امام ابوحنیفہ اور آپ کے تلامذہ کے خلاف اتنی غلیظ زبان استعمال کی گئی ہے کہ خدا کی پناہ۔اس کے جواب میں ''امام ابوحنیفہ کا مقام محدثین کی نظر میں'' اور امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کا علمی جائزہ شائع ہوئی ہیں۔

قارئین کرام ہم کہاں تک لکھیں۔ہم نے ان کی چھ کتابوں کا ذکر کیا ہے۔امام صاحبؒ کے خلاف ان کی بے شمار کتابیں ہیں۔ان شاءاللہ اور کسی موقع پر بتاؤں گا۔

والسلام

سید مشتاق علی شاہ

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ کے کسی قدر تفصیلی نقشہ کے بعد ایک اجمالی خاکہ بھی
بصورت دائرہ پیش ہے جس سے ایک نظر میں امام صاحب کے تلامذہ محدثین پیش نظر ہو جاتے ہیں



باب اول

ایمانِ ابی حنیفہؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ما حکی عن ابی حنیفة فی الایمان

ایمان کے بارے میں امام صاحب کا فرمان

اعتراض نمبر ا:

امام ثوریؒ فرماتے ہیں ہم مومن ہیں اور اہل قبلہ کو بھی ہم نکاح، میراث، نماز اور اقرار کے بارے میں مومن جانتے ہیں، ہم گنہ گار ہیں ہمیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارا کیا حال ہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں جو شخص سفیان کا یہ قول کہے ہمارے نزدیک وہ شک والا ہے، ہم یہاں اور اللہ کے نزدیک بھی یقیناً مومن ہیں۔ امام وکیع کہتے ہیں ہم بھی وہی کہتے ہیں جو امام سفیان نے کہا ہے اور ابوحنیفہ کا قول ہمارے نزدیک جرأت ہے۔

(امام محمدی، ص ۵۷)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۶۷، رقم نمبر ا میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

ا . اخبرنا الحسين بن محمد بن الحسن اخو الخلال، اخبرنا جبريل بن محمد المعدل. بهمذان. حدثنا محمد بن حيوة النخاس، حدثنا محمود بن غيلان، حدثنا وكيع قال: سمعت الثورى يقول: نحن المؤمنون، واهل القبلة عندنا مؤمنون، فى المناكحة، والمواريث، والصلاة، والاقرار، ولنا ذنوب، ولا ندرى ما حالنا، عند الله؟ قال وكيع، وقال ابو حنيفة: من قال يقول سفيان هذا فهو عندنا شاک، نحن المؤمنون هنا وعند الله حقا، قال وكيع: ونحن نقول بقول سفيان، وقول ابى حنيفة عندنا جرأة.

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی محمد بن حیویہ ہے اور وہ ابن عباس الخزاز ہے۔ خطیب نے خود ترجمہ نمبر ۱۱۳۹ پر اس کو متساہل قرار دیا ہے تو اس سے سند کا ضعف واضح ہے، پھر یہ حکایت وکیع سے بیان کی گئی ہے حالانکہ امام وکیع بن جراح حضرت امام ابوحنیفہ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں امام وکیع تو فتویٰ بھی امام ابوحنیفہ کے قول پر دیتے تھے جیسا کہ خود خطیب نے امام وکیع کے ترجمہ میں بیان کیا ہے اور امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں بیان کیا ہے اور خطیب نے خود اعتراف کیا ہے کہ وکیع امام ابوحنیفہ سے کثیر السماع بھی ہے۔ تو وکیع بن جراح کس طرح امام کی مخالفت کر سکتے ہیں، یہ اس متساہل راوی کا کام ہے کہ شاگرد کو استاذ کے مخالف کھڑا کر رہا ہے۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، ص ۲۸۳)

اعتراض نمبر ۲:

عمیر کہتے ہیں میرے سامنے ایک شخص نے مسجد حرام میں امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کعبہ حق ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ کعبہ یہی ہے جو مکہ میں ہے یا یہ نہیں امام صاحب نے جواب دیا کہ وہ سچا پکا مومن ہے۔ اس نے کہا اچھا اس شخص کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جو کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن عبداللہ نبی ہیں۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ آیا یہ وہی ہیں جن کی قبر مدینہ میں ہے یا یہ نہیں آپ نے کہا وہ بھی سچا پکا مومن ہے۔

امام حمیدی کہتے ہیں جو یہ بات کہے وہ کافر ہے، سفیان اس بات کو حمزہ بن حارث سے بیان کرتے تھے۔ (امام محمدی ص ۵۷)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۶۷، رقم نمبر ۲ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۲ . أخبـرنا علي بن محمد بن عبد الله المعدل، أخبرنَا مُحَمَّد بن عمرو

بن البختری الرزاز، حدثنا حنبل بن إسحاق، حَدَّثنا الحميدی، حَدَّثَنَا حَمُزَة بن الحارث ابن عمير عن أبيه قال: سمعت رجلاً يسأل أبا حنيفة فی المسجد الحرام عن رجل قال: أشهد أن الكعبة حق، ولكن لا أدری: هی هذه التی بمكة أم لا؟ فقال: مؤمن حقا، وسأله عن رجل، قال: أشهد أن محمد بن عبد الله نبی ولكن لا أدری: هو الذی قبره بالمدينة أم لا؟ فقال: مؤمن حقًّا: قال الحميدی: ومن قال هذا فقد كفر قال: وكان سفيان يحدث به عن حمزة بن الحارث.

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی حارث بن عمیر ہے اس کے متعلق امام ذہبی نے میزان الاعتدال ج۱،ص۴۴۰ میں فرمایا ہے کہ ’’کذبہ ابن خزیمہ‘‘ ابن خزیمہ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے اور حاکم نے کہا کہ اس نے حمیدی اور امام جعفر صادق ؒ سے من گھڑت روایات بیان کی ہیں اور ابن حبان نے کہا کہ یہ مضبوط راویوں سے من گھڑت روایات بیان کرتا ہے۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ،ص۲۹۲)

اعتراض نمبر۳:

محمد باغندی کہتے ہیں میں عبداللہ بن زبیر کے پاس تھا ان کے پاس امام احمد بن حنبل کا خط آیا کہ ابوحنیفہ کے بیان کردہ شنیع مسائل مجھے لکھ بھیجو، انہوں نے اس کے جواب میں لکھا مجھ سے حارث بن عمیر نے بیان کیا کہ میں نے ابوحنیفہ سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں جانتا ہوں کہ بیت اللہ ہے اور یہ نہیں جانتا کہ یہ وہی ہے جو مکہ میں ہے یا کوئی اور ہے، کیا وہ مومن ہے تو کہا ہاں اور کوئی شخص کہے کہ میں جانتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور نہیں جانتا کہ وہ مدینہ میں دفن کئے گئے یا اور کہیں کیا وہ بھی مومن ہے کہا ہاں۔(امام محمدی ۵۸)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۶۸، رقم نمبر۳ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۳. أخبرني الحسن بن مُحَمَّد الخلال، حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن العباس الخزاز وأخبرنا مُحَمَّد بن أحمد بن مُحَمَّد بن حَسْنُونَ النَّرْسِي، أَخْبَرَنَا مُوسَى بن عيسى بن عبد الله السَّراج قالا: حَدَّثنا مُحَمَّد بن مُحَمَّد الباغندي: حَدَّثنا أبي قال: كنت عند عبد الله بن الزبير، فأتاه كتاب أحمد بن حنبل: اكتب إلي بأشنع مسألة عن أبي حنيفة فكتب إليه: حدثني الحارث بن عمير قال: سمعت أبا حنيفة يقول: لو أن رجلاً: قال أعرف لله بينا ولا أدري أهو الذي بمكة أو غيره، أ مؤمن هو؟ قال نعم! ولو أن رجلاً قال: أعلم أن النبي ﷺ قد مات ولا أدري أدفن بالمدينة أو غيرها، أمؤمن هو؟ قال: نعم!

جواب:

اس قول کی سند میں وہی راوی حارث بن عمیر ہے جو اعتراض نمبر۲ کی سند میں گزرا ہے۔

یہ جھوٹا راوی ہے۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، ص ۲۹۹)

اعتراض نمبر۴:

حارث کہتے ہیں اور میں نے سنا وہ یہ بھی کہتے تھے کہ اگر دو گواہوں نے قاضی کے سامنے گواہی دی کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور دونوں کو معلوم ہے کہ انہوں نے جھوٹی گواہی دی ہے اور قاضی نے میاں بیوی میں جدائی کرا دی پھر ان گواہوں میں سے ایک اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے کیا وہ نکاح کر سکتا ہے، آپ نے فتویٰ دیا کہ ہاں کر سکتا ہے، کہا اچھا اس کے بعد قاضی کو بھی علم ہو تو کیا وہ ان دونوں میں جدائی کر سکتا ہے جواب دیا ہرگز نہیں۔ (امام محمدی، ص ۵۸)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۶۸، رقم نمبر ۴ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۴. قال الحارث بن عمير، وسمعته يقول: لو أن شاهدين شهدا عند قاض أن فلان بن فلان طلق امرأته، وعلما جميعًا أنهما شهدا بالزور، ففرق القاضى بينهما، ثم لقيها أحد الشاهدين فله أن يتزوج بها؟ قال: نعم! قال: ثم علم القاضى بعد، أله أن يفرق بينهما؟ قال: لا.

هكذا قال فى هذا الرواية: عن عبد الله بن الزبير الحميدى عن الحارث بن عمير من غير أن يذكر ابنه بينهما.

جواب:

اس قول کی سند میں بھی وہی راوی حارث بن عمیر ہے جو اعتراض نمبر ۲ کی سند میں گزرا ہے۔ یہ جھوٹا راوی ہے۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، ص ۳۰۰)

اعتراض نمبر ۵:

امام صاحب سے سوال ہوتا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کعبہ برحق ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ یہ وہی کعبہ ہے جس کا لوگ حج کرتے ہیں اور اس کے اردگرد طواف کرتے ہیں یا وہ خراسان میں ہے کیا ایسا شخص مومن ہے آپ نے فتویٰ دیا ہاں وہ مومن ہے۔

(امام محمدی ص ۵۸)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۶۸، رقم نمبر ۵ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۵. أخبرنا مُحَمَّد بن أحمد بن رزق وأبو بكر البرقانى قالا: أَخْبَرَنَا مُحَمَّد بن جعفر بن الهيثم الأنبارى قال: حَدَّثَنَا جَعْفَر بن مُحَمَّد بن شاكر

– زاد ابـن رِزْق الزاهد ثم اتفقا – قال: حدثنا رجاء بن السندی الخراسانی قـال: سـمعـت حـمزة بن الحارث بن عمير ذكره عن أبيه قال: قلت لأبی حنيفة – أو قيل له وهو يسمع –رجل قال: أشهد أن الكعبة حق، غير أنی لا أدری أهـو هـذا البيـت الـذی يـحـج الـنـاس إليه، ويطوفون حوله، أو بيت بخراسان أمؤمن هذا؟ – وقال البرقانی: أمؤمن هو؟ قال: نعم.

جواب:

اس قول کی سند میں بھی حارث بن عمیر ہے جس پر پہلے اعتراض نمبر۲ کے جواب میں جرح گزرچکی ہے، یہ راوی جھوٹا ہے۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پرخطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ،ص......)

اعتراض نمبر۶:

عباد بن کثیر امام صاحب سے پوچھتے ہیں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ کعبہ برحق ہے اور وہ بیت اللہ ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ یہ وہی ہے جو مکہ میں ہے یا وہ ہے جو خراسان میں ہے کیا ایسا شخص بھی مومن ہے کہنے لگے ہاں وہ مومن ہے، میں نے کہا اچھا اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں کہ جو کہے کہ میں جانتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں لیکن نہیں جانتا کہ یہ وہی رسول اللہ ہیں جو مدینہ میں قریش قبیلے سے تھے یا محمد نام کا کوئی اور شخص رسول اللہ ہے، کیا ایسا عقیدہ رکھنے والا مومن ہے کہا ہاں وہ مومن ہے۔

سفیان کہتے ہیں میں کہتا ہوں جو اس میں شک کرے وہ یقیناً کافر ہے۔

(امام محمدی ص۵۸،۵۹)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۶۸۔۳۶۹، رقم نمبر ۶ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

٦ . أخبرنا ابن رِزْق، أَخْبَرَنَا جعفر بن محمد بن نصير الخلدى، حدثنا أبو جعفر محمد بن عبد الله بن سليمان الحضرمى – فى صفر سنة سبع وتسعين ومائتين – حَدَّثنا عامر بن إسماعيل، حدثنا مؤمل عن سفيان الثورى قال: حدثنا عباد بن كثير قال: قلت لأبى حنيفة: رجل قال أنا أعلم أن الكعبة حق، وأنها بيت الله، ولكن لا أدرى هى التى بمكة، أو هى بخراسان ،أمؤ من هو؟ قال: نعم مؤمن. قلت له: فما تقول فى رجل قال: أنا أعلم أن محمدا رسول الله، ولكن لا أدرى هو الذى كان بالمدينة من قريش أو مُحَمَّد آخر، أمؤ من هو؟ قال: نعم. قال مؤمل: قال سفيان: وأنا أقول: من شك فى هذا فهو كافر.

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی مومل بن اسماعیل ہے اس کے بارے میں امام بخاری نے کہا منکر الحدیث ہے ابوزرعہ نے کہا اس کی حدیث میں کثیر خطا ہے، ابن حجر نے کہا گندے حافظے والا ہے۔ (تقریب التہذیب جلد۲،ص۲۳۱)

اور تہذیب التہذیب میں ہے کہ سلیمان بن حرب نے کہا اہل علم پر واجب ہے کہ وہ اس کی حدیث سے رکے رہیں، کیونکہ یہ ثقات سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔ امام ساجی نے کہا سچا ہے لیکن کثیر الخطاء ہے۔ ابن سعد نے کہا کثیر الغلط ہے دارقطنی نے کہا ثقہ ہے لیکن کثیر الخطاء ہے۔ محمد بن نصر مروزی نے کہا گندے حافظے والا کثیر الغلط ہے۔

(تہذیب التہذیب، ج۵،ص۵۸۶)

اس کی سند میں دوسرا راوی عباد بن کثیر ہے جس کے متعلق امام ذہبی فرماتے ہیں: ”**لیس بثقة و لیس بشئ**“ نہ ہی ثقہ ہے نہ ہی کوئی چیز۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ،ص۳۰۳)

اعتراض نمبر ۷:

آپ کا قول ہے (یعنی امام ابوحنیفہ کا) کہ اگر کوئی شخص اس جوتی کی عبادت کرے اور اس سے اللہ کی نزدیکی چاہے تو میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں، سعید (سعید بن ابی عروبہ المتوفٰی ۱۵۶ھ) کہتے ہیں یہ صریح کفر ہے۔ (امام محمدی، ص ۵۹)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۶۹، رقم نمبر ۷ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۷. أَخْبَرَنَا مُحَمَّد بن الحسين بن الفضل القطان، أَخْبَرَنَا عَبْد الله بن جَعْفَر بن در ستويه، حَدَّثَنَا يَعْقُوب بن سفيان، حدثني علي بن عُثمان بن نفيل، حَدَّثنا أبو مسهر، حَدَّثَنَا يَحْيى بن حمزة – وسعيد يسمع – أن أبا حنيفة قال: لو أن رجلا عبد هذه النعل يتقرب بها إلى الله، لم أر بذلك بأسا. فقال سعيد: هذا الكفر صراحا.

جواب:

اس قول کی سند میں عبداللہ بن جعفر ہے۔ خطیب نے خود اس کا امام برقانی سے ضعیف ہونا بیان کیا ہے اگر چہ برقانی کے ساتھ اتفاق نہیں کیا، اور اس پر یہ جرح بھی موجود ہے کہ یہ چند دراہم کے بدلے میں روایت کو اس کی طرف منسوب کر دیتا تھا جس سے اس نے روایت کو سنا نہیں ہوتا تھا، جیسا کہ امام ابن نجار نے اس کی تفصیل بیان کی ہے کہ خطیب نے خود اس عبداللہ بن جعفر کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے کہ میں نے ہبۃ اللہ بن حسن طبری سے سنا اس نے اس کا ذکر کیا اور اس کو ضعیف کہا اور کہا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ اس کو کہا گیا کہ ہمیں عباس دوری سے حدیث بیان کر ہم تجھے درہم عطا کریں گے اور حالانکہ اس نے عباس دوری سے کچھ سنا ہی نہیں اس کے باوجود اس نے عباس دوری کے حوالے سے حدیث بیان کر دی خطیب نے کہا کہ میں نے برقانی سے اس کے متعلق پوچھا تو برقانی نے کہا کہ انہوں نے اس

کوضعیف کہا ہے، اس لیے کہ اس نے یعقوب بن سفیان سے جو اس کی تاریخ بیان کی ہے، انہوں نے اس کا انکار کیا ہے انہوں نے کہا کہ یعقوب کا تاریخ بیان کرتا قدیماً ہے پھر اس نے اس تاریخ کو کب سنا ہے؟ (کتاب الردعلی الخطیب لابن نجار، ص۱۰۷)

پھر ایسے امام جن کی امامت فی الدین مسلّم ہے جن کی ثقاہت فقاہت تعدیل وتوثیق، دین تقویٰ پرہیز گاری، مجتہدانہ شان کی جلیل القدر امام گواہی دے چکے، کروڑوں کی تعداد میں جن کے مقلدین ہیں جن کے اصول وفروع ہیں، جن کی املا کرائی ہوئی اور شاگردوں کو سکھائی ہوئی کتب موجود ہیں، عقائد پر جن کی اپنی کتاب فقہ اکبر موجود ہے جس میں دین کے بنیادی عقائد کا بیان ہے، تو پھر ایسے امام کی طرف ایسی گھٹیا حرکت کی نسبت کرنا کتنی غلط بات ہے۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، ص۳۰۵)

اعتراض نمبر۸:

شریک کہتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ نے قرآن پاک کی دو آیتوں کے ساتھ کفر کیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ) (البینۃ:۵) یعنی دین مضبوط یہ ہے کہ نمازوں کا قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ) یعنی تاکہ لوگ ایمان میں بڑھ جائیں اپنے ایمان کے ساتھ اور ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں اور کہتے ہیں نماز اللہ کے دین میں نہیں۔ (امام محمدی، ص۵۹)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج۱۳، ص۳۶۹، رقم نمبر۸ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۸. أخبرنا أبو سعيد الحسن بن مُحَمَّد بن حسنويه الكاتب – بأصبهان– أخبرنا: عبد الله بن محمد بن عيسى بن مزيد الخشاب، حَدَّثَنَا أَحْمد بن مهدى بن محمد بن رستم، حَدَّثَنَا أَحْمَد بن إِبْرَاهِيم، حدثنى

عبدالسلام – يعني ابن عبد الرَّحْمَن –قال: حدثني إسماعيل بن عيسى بن علي قال: قال لي شريک: كفر أبو حنيفة بآيتين من كتاب الله تعالى، قال الله تعالى: ﴿وَيُقِيمُوا الصَّلاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِکَ دِينُ القيمة﴾ (البينة: ۵) وقال الله تعالى: ﴿لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ﴾ (الفتح: ۴) وزعم أبوحنيفة أن الإيمان لا يزيد ولا ينقص، وزعم أن الصلاة ليست من دين الله.

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی عبدالسلام بن عبدالرحمٰن الوابصی ہے، جس کے متعلق خود خطیب نے ترجمہ نمبر 5729 میں بیان کیا ہے کہ قاضی یحییٰ بن اکثم نے اس کے کمزور فیصلوں کی بناپر اس کوعہدہ قضاء سے معزول کردیا تھا، اوراس کوضعیف فی الفقہ قراردیا۔

پھراس قول کی سند میں دوسراراوی شریک ہے حالانکہ خطیب نے ترجمہ 4838 میں خود اس کا ضعیف ہونا بیان کیا ہے، امام ابن نجار نے فرمایا کہ خطیب نے خود بیان کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل سے اس کے متعلق پوچھا گیا کہ یحییٰ القطان اس کے بارے میں کیا کہتے تھے تو امام احمد نے فرمایا ''کان لا یرضاہ'' کہ یحییٰ اس شریک سے راضی نہیں تھے اور یحییٰ اس سے کوئی چیز بیان نہیں کرتے تھے۔ اور یحییٰ بن سعید نے شریک کو بہت زیادہ ضعیف کہا ہے اور ابوحاتم رازی نے کہا کہ شریک کے ساتھ دلیل نہ پکڑی جائے۔ ابوحاتم نے کتاب الجرح والتعدیل میں کہا، ہے سچا، لیکن اس کی بہت سی غلطیاں ہیں، ابوزرعہ نے کہا وہم والا ہے کئی مرتبہ غلطی کرتا ہے۔ دارقطنی نے کہا جس میں منفرد ہو اس میں قوی نہیں ہے۔

(کتاب الرد علی الخطیب لابن نجار، ص ۱۰۷، ۱۰۸)

قال الذهبي زور... یعنی امام ذہبی نے فرمایا یہ محض جھوٹا ہے۔

(حاشیہ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۸۰)

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، ص ۳۰۹)

اعتراض نمبر۹:

ابواسحاق فزاری کہتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابوبکر صدیقؓ کا ایمان اور ابلیس کا ایمان ایک ہے۔ابلیس بھی کہتا تھا یارب اور ابوبکر صدیقؓ بھی کہتے تھے یا رب۔ ابواسحاق کہتے ہیں ہر مرجیہ شخص کا یہی خیال ہے ورنہ ان کا مذہب نہیں بنتا۔آپ فرماتے ہیں آدمؑ اور ابلیس کا ایمان ایک ہے،ابلیس کہتا ہے رب **بما اغویتنی** اور کہتا ہے رب **فانظرنی الی یوم یبعثون** اور آدم کہتے ہیں **ربنا ظلمنا انفسنا**۔

(امام محمدی،ص۵۹)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج۱۳،ص۳۶۹،رقم نمبر۹ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۹ . أخبرنا أبو القاسم عبد الرَّحْمَن بن مُحَمَّد بن عبد الله السراج – بنيسابور –أخبرنا أبو الحسن أَحْمَد بن مُحَمَّد بن عبدوس الطرائفي، حَدَّثَنَا عُثْمَان بن سعيد الدارمي، حدثنا محبوب بن موسى الأنطاكي قال: سمعت أبا إسحاق الفزاري يقول: سمعت أبا حنيفة يقول: إيمان أبي بكر الصديق، وإيمان إبليس واحد، قال إبليس يا رب، وقال أبو بكر الصديق يا رب. قال أبو إسحاق: ومن كان من المرجئة ثم لم يقل هذا. انكسر عليه قوله.

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی محبوب بن موسیٰ انطاکی ہے،اس کے متعلق امام ابوداوٗد نے فرمایا کہ اس کی حکایات کی طرف توجہ نہ کی جائے سوائے اس کی کتاب کے اور اس کی سند میں دوسرا راوی ابواسحاق فزاری ہے اور وہ منکر الحدیث ہے۔

(حاشیہ تاریخ بغداد،ج۱۳،ص۳۷۶)

ابن سعد نے کہا ثقہ فاضل ہے لیکن اس کی حدیث میں بہت زیادہ غلطی ہوتی ہے۔

(تہذیب التہذیب، ج۱،ص۹۹)

اعتراض نمبر۱۰:

آپ فرماتے ہیں آدمؑ اور ابلیس کا ایمان ایک ہے، ابلیس کہتا ہے **رب بما اغویتنی** اور کہتا ہے **رب فانظرنی الی یوم یبعثون** اور آدم کہتے ہیں **ربنا ظلمنا انفسنا**۔

(امام محمدی،ص۵۹)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج۱۳،ص۳۷۰،رقم نمبر۱۰ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

١٠ . أَخْبَرَنَا ابن الفضل، أَخْبَرَنَا عَبْد الله بن جَعْفَر، حَدَّثَنَا يَعْقُوب بن سُفْيَان، حَدَّثنا أبو بكر الحميدى عن أبى صالح الفراء عن الفزارى قال: قال أبو حنيفة: إيمان آدم، وإيمان إبليس واحد قال إبليس: ﴿رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي﴾ (الحجر: ٣٩) وقال: ﴿رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ (الحجر: ٣٦) وقال آدم: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا﴾ (الأعراف: ٢٣)

جواب:

اس کی سند میں عبداللہ بن جعفر بن درستویہ ہے، جو دراہم لے کر ہر طرح کی روایت بیان کر دیتا تھا۔ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

پھر اس کی سند میں دوسرا راوی فزاری ہے یہ بھی درست نہیں۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ،ص۳۱۲)

اعتراض نمبر۱۱:

ایک مرتبہ امام صاحب نے دیکھا کہ ایک شرابی کھڑے کھڑے پیشاب کر رہا ہے فرمانے لگے کاش کہ تو بیٹھ کر پیشاب کرتا اس نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے مرجیہ تو ہی

میرے پاس سے نہ گزرتا آپ فرمانے لگے کیا تمہاری جانب سے یہی میرا بدلہ ہے جب کہ میں نے تمہارے ایمان کو جبریل کے ایمان کے برابر کر دیا۔(امام محمدی،ص ۵۹)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۷۰،رقم نمبر ۱۱ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۱۱. حدثنا أبو طالب يحيى بن علي بن الطيب الدسكري – لفظا بحلوان – أخبرنا أبو يَعْقُوب يوسف بن إِبْرَاهِيم بن موسى بن إبراهيم السهمي – بجرجان – حَدَّثنا ابو شافع معبد بن جمعة الروياني: حدثنا أحمد بن هشام بن طويل قال: سمعت القاسم بن عثمان يقول: مر أبو حنيفة بسكران يبول قائما، فقال أبو حنيفة: لو بلت جالسا؟ قال: فنظر في وجهه، وقال: ألا تمر يا مرجئ؟ قال له أبو حنيفة: هذا جزائي منك؟ صيرت إيمانك كإيمان جبريل!

جواب:

اس قول کی سند میں واقع معبد بن جمعۃ الرویانی ہے جس کو ابوزرعہ الکشی نے جھوٹا کہا ہے۔(حاشیہ تاریخ بغداد، ج ۱۳،ص ۳۷۷)

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ،ص ۳۱۴)

اعتراض نمبر ۱۲:

قاسم بن حبیب کہتے ہیں میں نے اپنی جوتیاں کنکریوں میں رکھی اور امام صاحب سے کہا کہ ایک شخص مرتے دم تک ان جوتیوں کی نماز پڑھتا رہا۔مگر اللہ تعالیٰ کو دل سے پہچانتا رہا کیا وہ بھی ایمان دار ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں وہ بھی مومن ہے۔میں نے کہا اب میں آپ سے ہرگز ہرگز کبھی بھی بات چیت نہیں کروں گا۔(امام محمدی،ص ۵۹،۶۰)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۷۰،رقم نمبر۱۲ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۱۲. أخبرنا ابن رِزْق، أَخْبَرَنَا أَحْمَد بن جعفر بن سلم، حَدَّثَنَا أَحْمَد بن علي الآبار، حدثنا عبد الأعلى بن واصل، حَدَّثنا أبي، حَدَّثنا ابن فضيل عن القاسم بن حبيب قال: وضعت نعلي في الحصى ثم قلت لأبي حنيفة: أرأيت رجلاً صلى لهذه النعل حتى مات، إلا أنه يعرف الله بقلبه؟ فقال: مؤمن. فقلت: لا أكلمك أبدا.

جواب:

ایسی بات تو ایک عام شخص بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ امام اعظم کی طرف اس کی نسبت کی جائے یقیناً یہ حاسدین کے حسد کا کرشمہ ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ اس سے بری ہیں، آپ کی کتاب فقہ اکبر ہی ان کی تردید کے لیے کافی ہے، پھر اس قول کی سند میں واقع قاسم بن حبیب ہے، ابوحاتم نے کتاب الجرح والتعدیل میں اس کے متعلق نقل کیا ہے، کہ ابن معین نے کہا "لاشی" یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ (کتاب الرد علی الخطیب لابن نجار، ص ۱۰۸)

اعتراض نمبر۱۳:

حضرت سفیان ثوری، حضرت شریک، حضرت حسن بن صالح، حضرت ابن ابی لیلیٰ جمع ہوتے ہیں اور امام صاحب کو بھی بلاتے ہیں وہ تشریف لائے تو ان سے پوچھا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ جس نے اپنے باپ کو قتل کر دیا، اپنی ماں سے نکاح کر لیا اور اپنے باپ کے سر کے کاسہ میں شراب پی، آپ نے فرمایا وہ مومن ہے۔ یہ سنتے ہی امام ابن ابی لیلیٰ فرمانے لگے میں تیری شہادت کبھی بھی قبول نہ کروں گا، امام سفیان فرمانے لگے میں تجھ سے کبھی نہ بولوں گا حضرت امام شریک نے کہا اگر میرا بس چلتا تو تیری گردن مار دیتا امام حسن بن صالح نے فرمایا میں تیری شکل بھی کبھی نہ دیکھوں گا۔ (امام محمدی، ص ۶۰)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۷۰،رقم نمبر۱۳ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۱۳ . أخبرني الخلال، حَدَّثنا علي بن عُمر بن مُحَمَّد المشتري، حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن جعفر الأدمي حَدَّثَنَا أَحْمَد بن عُبَيْدِ، حَدَّثَنَا طَاهِر بن مُحَمَّد، حَدَّثَنَا وَكِيع قال: اجتمع سفيان الثوري، وشريک، والحسن بن صالح، وابن أبي ليلى، فبعثوا إلى أبي حنيفة. قال: فأتاهم. فقالوا له: ما تقول في رجل قتل أباه، ونكح أمه، وشرب الخمر في رأس أبيه، فقال: مؤمن، فقال له ابن أبي ليلى: لا قبلت لک شهادة أبدا، وقال له سفيان الثوري: لا كلمتک أبدا، وقال له شريک: لو كان لي من الأمر شيء لضربت عنقک، وقال له الحسن بن صالح وجهي من وجهک حرام، أن أنظر إلى وجهک أبدًا.

جواب:

یہ سب کچھ وکیع بن جراح سے بیان کیا گیا ہے حالانکہ خود خطیب کو اعتراف ہے کہ وکیع امام ابوحنیفہ سے کثیر السماع ہے اور وکیع قول امام پر فتوی دیتے تھے جیسا کہ امام ذہبی نے بھی یہ بات تذکرۃ الحفاظ میں نقل کی ہے، تو جس شخص کو اپنے امام پر اتنا زیادہ اعتماد ہو وہ کس طرح اپنے امام کی طرف ایسی باتوں کی نسبت کرسکتا ہے، بس یہ حاسدین کے حسد کا کرشمہ ہے اور ضعیف روات کی کارروائی ہے کہ ایسی باتیں حضرت امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کردیں،

پھر اس قول کی سند میں ایک راوی محمد بن جعفر الادمی ہے اس کے متعلق ابن ابی الفوارس نے کہا جو کچھ اس نے بیان کیا ہے وہ خلط ہو گیا ہے (یعنی صحیح ،غلط سب مکس ہو گیا) دوسرا راوی احمد بن عبید، وہ منکر روایات بیان کرنے والا ہے۔ ذہبی نے کہا عمدۃ نہیں ہے۔

(حاشیہ تاریخ بغداد، ج ۱۳،ص ۳۷۷)

پھر اس واقعہ میں شریک کا نام ہے جو کہ خود خطیب کے نزدیک متکلم فیہ ہے، واقعہ میں ابن ابی لیلیٰ ہے وہ بھی خطیب کے نزدیک متکلم فیہ ہے، واقعہ میں تیسرا شخص حسن بن صالح ہے وہ بھی خطیب کے نزدیک متکلم فیہ ہے۔ایسی روایت سے امام ابوحنیفہ پر تنقید کرنا عقل کا جنازہ نکالنا ہے۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ،ص ۳۱۸، ۳۱۹)

اعتراض نمبر۱۴:

حماد بن زید کہتے ہیں میں امام صاحب کے پاس گیا آپ نے سعید بن جبیر کا ذکر کیا اور انہیں مرجیہ کہا میں نے کہا حضرت آپ سے یہ کس نے کہا، کہا سالم افطس نے، میں نے کہا سالم افطس تو خود مرجیہ تھا سنئے مجھ سے ایوب نے کہا کہ مجھے سعید بن جبیر نے طلق کے پاس بیٹھا دیکھا تو مجھے منع فرما دیا۔اس لئے کہ طلق مرجیہ کا خیال رکھتے تھے ایک شخص نے کہا امام صاحب طلق کی بابت آپ کی کیا رائے ہے آپ نے جواب نہ دیا،اس نے پھر پوچھا آپ نے پھر منہ پھیر لیا پھر کہا وہ عدل دیکھتا تھا۔(امام محمدی ص ٦٠)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۷۱،رقم نمبر۱۴میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۱۴ . أخبرنا ابن الفضل، أخبرنا عبد الله بن جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوب بن سُفْيَان، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانَ بن حرب. وأخبرنا ابن الفضل أيضًا، أَخْبَرَنَا أَحْمَد بن كامل القاضى، حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن مُوسَى البربرى، حَدَّثنا ابن الغلابى عن سُلَيْمَان ابن حرب قال: حَدَّثَنَا حَمَّاد بن زيد قال: جلست إلى أبى حنيفة، فذكر سعيد بن جبير، فانتحله في الإرجاء فقلت: يا أبا حنيفة من حدثك؟ قال: سالم الأفطس. قال: قلت له: سالم الأفطس كان مرجئا ولكن حدثنى أيوب. قال: رأنى سعيد بن جبير جلست إلى طلق، فقال: ألم أرك

جلست إلى طلق؟ لا تجالسه. قال حماد: وكان طلق يرى الإرجاء. قال: فقال رجل لأبي حنيفة: يا أبا حنيفة ما كان رأى طلق؟ فأعرض عنه، ثم سأله فأعرض عنه ثم قال: ويحک كان يرى العدل – واللفظ الحديث ابن الغلابی.

جواب:

اس قول کی سند میں عبداللہ بن جعفر بن درستور یہ ہے جو کہ درہم ودینار کے بدلے ہر طرح کی روایت بنانے کے لیے تیار ہو جاتا تھا جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اس کی تفصیل مذکور ہے، پس لائق التفات نہیں۔

دوسرا راوی محمد بن موسیٰ البربری ہے، خود خطیب نے اس کے ترجمہ میں کہا کہ

"کان لا یحفظ الاحدیثین حدیث الطیر وحدیث تقتل عماراً الفئة الباغیة و معلوم ان حدیث الطیر موضوع"

(کتاب الردعلی الخطیب لابن نجار، ص ۱۰۸)

یعنی محمد بن موسی البربری کے متعلق خطیب نے کہا کہ اس کو صرف دو حدیثیں یاد تھیں ایک حدیث طیر اور ایک حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کہ ان کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، ابن نجار فرماتے ہیں کہ یہ بات معلوم ہے کہ حدیث طیر من گھڑت ہے۔ یعنی یہ شخص من گھڑت روایات بیان کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا اور حافظ بھی نہیں تھا، تو جو شخص جھوٹی روایت بیان کرنے سے بھی اجتناب نہیں کرتا وہ اگر امام ابوحنیفہ کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کر دے تو اس پر کیا افسوس ہے۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، ص ۳۲۱)

اعتراض نمبر ۱۵:

ابومسہر کہتے ہیں ابوحنیفہ مرجیہ کے سردار تھے۔ (امام محمدی، ص ۶۰)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۱، رقم نمبر ۱۵ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

١٥ . أخبرنا أبو القَاسِم إِبْرَاهِيم بن مُحَمَّد بن سُلَيْمَانِ الْمُؤَدِّب – بأصبهان – أَخْبَرَنَا أبو بكر بن المقرى. قال: حَدَّثنا سلامة بن مَحْمُود القبسي – بعسقلان – حَدَّثَنَا عَبْد الله بن محمد بن عمرو قال: سمعت أبا مُسهر يقول: كان أبو حنيفة رأس المرجئة.

جواب:

مرجی ہونا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ پر صرف بہتان ہے جس کی تردید کے لیے حضرت امام صاحب کی کتاب فقہ اکبر ہی کافی ہے، جس میں آپ نے اہل سنت والجماعت کے عقائد بیان کئے ہیں اور مرجیہ معتزلہ وغیرہ کی تردید ہے۔ اور خود ابومسہر بدعقیدہ تھا، جیسا کہ تہذیب التہذیب، ج ۳، ص ۳۱۴ پر مذکور ہے کہ ابومسہر قرآن مجید کو مخلوق کہتا تھا۔

اور قرآن مجید کو مخلوق کہنا کفر ہے، بس اس جیسے بدعقیدہ لوگوں نے حضرت امام اعظیم ابوحنیفہ کو بدنام کرنے کے لیے ایسی گھٹیا باتوں کی حضرت امام صاحب کی طرف نسبت کردی ہے۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، ص ۳۲۶)

اعتراض نمبر ۱٦:

یزید مقری کہتے ہیں مجھے بھی انہوں نے مرجیہ بننے کو کہا تھا، اور ان کی اس دعوت کو میں نے رد کردیا۔ (امام محمدی، ص ٦٠)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۱، رقم نمبر ۱٦ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

١٦ . أخبرنا الحسن بن الحسين بن العباس النعالي، أَخْبَرَنَا أَحْمَد بن جَعْفَر ابن سلم، حدثنا أحمد بن على الأبار، حَدَّثنا أبو يحيى مُحَمَّد بن عبدالله بن يزيد المقرئ عن أبيه قال: دعاني أبو حنيفة إلى الارجاء.

جواب:

امام صاحب کی طرف ارجاء کی نسبت کرنا غلط ہے۔ جب کہ ارجاء کے رد کے لیے امام صاحب کی کتاب فقہ اکبر ہی کافی ہے، جس میں آپ نے اہل سنت والجماعت کے عقائد بیان کیے ہیں اور بدعقیدہ لوگوں کی تردید کی ہے، پس یہ آپ پر محض بہتان ہے۔ پھر اس قول کی سند میں ایک راوی حسن بن حسین بن عباس النعالی واقع ہے جو کہ خطیب کا شیخ ہے اور یہ ابن دوما کے لقب سے پہچانا جاتا ہے۔ خود خطیب نے اس کے ترجمہ میں بیان کیا ہے کہ یہ کثیر السماع ہے مگر اس نے اپنے امر کو فاسد کرلیا ہے اس لیے جو چیزیں اس نے نہیں سنی وہ بھی سماع میں ملالی ہیں اس لیے اس کا کام فاسد ہوگیا ہے۔

(کتاب الرد علی الخطیب لابن نجار، ص۱۰۹)

اس قول کی سند میں دوسرا راوی عبداللہ بن یزید المقری ابوعبدالرحمٰن ہے یہ اگرچہ ثقہ ہے تاہم ابن ابی حاتم نے کہا کہ میرے باپ سے سوال کیا گیا اس کے متعلق تو کہا کہ ثقہ ہے کہا گیا کیا حجت بھی ہے تو کہا کہ جب اس سے مالک اور یحییٰ بن ابی کثیر اور اسامہ روایت کریں تو یہ حجت ہے۔

تو اس سند میں اس سے مذکورہ حضرات میں سے کسی نے بھی روایت نہیں کی جس سے واضح ہوگیا کہ یہ روایت میں حجت نہیں ہے۔ نیز خطیب نے خود اپنی تاریخ کی ج ۱۳، ص ۳۴۵ پر بشر بن موسیٰ سے روایت کیا ہے کہ ہمیں ابوعبدالرحمٰن المقری نے بیان کیا اور وہ جب ابوحنیفہ سے روایت کرتے تو اس طرح کہا کرتے تھے کہ ہم سے شہنشاہ نے روایت بیان کی ہے۔(تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۴۵، تبیض الصحیفہ، ص۱۱۴)

نیز امام ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الانتقاء میں حضرت امام ابوحنیفہ کے مادحین کی فہرست دی ہے جو کہ ص۱۹۳ تا ۱۹۵ تک ہے اس میں یہ عبداللہ بن یزید المقری بھی ہے۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، ص۳۳۷)

اعتراض نمبر ۱۷:

محمد بن عبداللہ بن یزید المقری کا دوسرا قول

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۱، رقم نمبر ۱۷ میں ایک قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۱۷ . أخبـرنا ابن رِزْق، أَخْبَرَنَا جَعْفَر الخلدى، حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن عبد الله بن سليمان الحضرمي قال: حَدَّثنا مُحَمَّد بن عبد الله بن يزيد المقرئ قال: سمعت أبي يقول: دعاني أبو حنيفة إلى الإرجاء، فأبيت.

ابن رزق نے ہمیں خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں جعفر خَلدی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ بن سلیمان حضرمی نے حدیث سنائی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ بن یزید مُقری نے حدیث سنائی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد کو یہ کہتے سنا کہ: ابوحنیفہ نے مجھے اِرجاء (یعنی مرجیہ مسلک) کی طرف بلایا، مگر میں نے انکار کر دیا۔

جواب:

اس کی سند میں محمد بن عبداللہ بن یزید المقری ہے اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور ارجاء کی بحث بھی پہلے ہو چکی ہے۔ لہٰذا یہ روایت درست نہیں۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، ص......)

اعتراض نمبر ۱۸:

ابن المبارک سے کسی نے پوچھا کہ ابوحنیفہ میں کچھ بھی بدعت تھی کہا ہاں، مرجیہ پن۔

(امام محمدی، ص ٦٠)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۲، رقم نمبر ۱۸ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۱۸ . أخبـرنـا ابـن الـفـضـل، أخبـرنـا عبـد الله بن جَعْفَر، حَدَّثَنَا يَعْقُوب

سفیان، حَدَّثَنَا أَحْمَد بن الخلیل، حَدَّثَنَا عَبْدة قال: سمعت ابن المبارک – وذکر أبا حنیفة – فقال رجل: هل کان فیه من الھوی شیء؟ قال: نعم! الإرجاء.

جواب:

اس قول کی سند میں واقع عبداللہ بن جعفر بن درستویہ ہے جس کا مفصل حال گزشتہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ شخص دراہم کے بدلے سب کچھ بیان کر دیتا تھا، ایسے شخص کا کیا اعتبار ہے، جبکہ حضرت عبداللہ بن مبارک حضرت امام ابوحنیفہ کے اجل تلامذہ میں سے ہیں اور آپ کی تعریف کرنے والوں میں سے ہیں دیکھئے حضرت امام ابن عبدالبر کی کتاب الانتقاء، ص۱۹۳ تا ۱۹۵ جبکہ خطیب نے خود حضرت عبداللہ بن مبارک سے حضرت امام صاحب کی تعریف بیان کی ہے، عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ ابوحنیفہ آیت ہے (یعنی نشانی ہے) کہنے والے نے کہا کیا شر کی نشانی ہے فرمایا اے کہنے والے خاموش رہ، وہ خیر کی نشانی ہیں۔ (تاریخ بغداد ج۱۳، ص۳۳۶)

حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ "**لولا ان اللہ اغاثنی بأبی حنیفہ و سفیان، کنت کسائر الناس**" یعنی اگر اللہ تعالی امام ابوحنیفہ اور امام سفیان ثوری کے ذریعے میری مدد نہ کرتا تو میں بھی عام لوگوں کی طرح ہی ہوتا۔

نیز حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ "**واما افقہ الناس فأبو حنیفة ثم قال ما رأیت فی الفقه مثله**" کہ ابوحنیفہ سب سے بڑے فقیہ ہیں، پھر فرمایا کہ میں نے فقہ میں اس کی مثل نہیں دیکھا۔ (تاریخ بغداد، ج۱۳، ص۳۴۳)

نیز عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ "**اذا اجتمع السفیان و ابو حنیفة فمن یقوم لھما علی فقیھا**" جب سفیان اور ابوحنیفہ کسی فتویٰ پر جمع ہو جائیں تو کون ان کے سامنے کھڑا ہو سکتا ہے پھر فرمایا "**اذا اجتمع ھذان علی شی فذاک قوی یعنی الثوری**

وابا حنیفه" جس چیز پر سفیان ثوری اور ابوحنیفہ جمع ہو جائیں وہ چیز قوی ہوتی ہے نیز فرمایا کہ اگر کسی کو رائے سے کہنا لائق ہے تو ابوحنیفہ کی رائے زیادہ لائق ہے۔"

(تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۴۳)

منصور بن ہاشم کہتے ہیں کہ ہم قادسیہ میں ابن مبارک کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی آیا اس نے امام ابوحنیفہ پر اعتراض کیا تو حضرت ابن مبارک نے فرمایا کہ کیا تو ایسے آدمی پر اعتراض کرتا ہے، جس نے پینتالیس سال ایک وضو سے پانچ نمازیں ادا کی ہیں اور دو رکعتوں میں قرآن مجید ختم کرتے تھے اور جو فقہ میرے پاس ہے وہ میں نے امام ابوحنیفہ سے ہی سیکھی ہیں۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۵۵)

نیز عبداللہ بن مبارک نے فرمایا "ما رأیت احدا اورع من ابی حنیفه" میں نے امام ابوحنیفہ سے بڑا کوئی پرہیزگار نہیں دیکھا۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۵۹)

مذکورہ بالا سطور سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت عبداللہ مبارک حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے زبردست مداح تھے اور خاص تلامذہ میں سے ہیں اور یہ سب کچھ خود خطیب نے ہی روایت کیا ہے۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، ص ۳۳۸)

اعتراض نمبر ۱۹:

امام ابو یوسف سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا امام ابوحنیفہ مرجیہ تھے کہا ہاں۔ سوال ہوا کیا وہ جہمیہ تھے کہا ہاں کہا پھر تم اپنی بابت کہو کہا امام صاحب ایک مدرس تھے ان کی اچھی باتیں ہم لیتے تھے اور خلاف شرع باتیں چھوڑ دیا کرتے تھے۔ (امام محمدی، ص ٦٠)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۲، رقم نمبر ۱۹ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

١٩ . وقال يَعْقُوب: حَدَّثنا أبو جزى عمرو بن سعيد بن سالم قال:

سمعت جدی قال: قلت لأبی یُوسُف؟ أکان أبو حنیفة مرجئا؟ قال: نعم! قلت: أکان جهمیا؟ قال: نعم. قلت: فأین أنت منه؟ قال: إنما کان أبو حنیفة مدرسا. فما کان من قوله حسنا قبلناه، وما کان قبیحا ترکناه علیه.

جواب:

اس اعتراض کے رد کے لیے امام اعظم ابوحنیفہ کی کتاب فقہ اکبر ہی کافی ہے نیز امام ابو جعفر طحاوی عقیدۃ الطحاویہ بھی اس کی تردید کے لیے کافی ہے۔ نیر علامہ ابن نجار فرماتے ہیں

هذا لا یصح عن ابی یوسف (کتاب الرد علی الخطیب لابن نجار، ۱۰۹)

یہ بات ابویوسف کی طرف سے صحیح ثابت نہیں ہے۔

نیز خود خطیب نے اس کی تردید میں روایت کیا ہے کہ ابویوسف نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ سب لوگوں میں سب سے زیادہ شریر، جہمیہ اور مشبھہ ہیں، نیز عبدالحمید حمانی نے امام ابوحنیفہ سے سنا آپ نے فرمایا کہ جہم بن صفوان کافر ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۸۲)

ان روایات میں امام ابوحنیفہ نے خود بھی جہمی فرقہ والوں کو کافر کہا ہے، واضح ہو گیا کہ امام صاحب کو جہمی کہنا بھی آپ پر بہتان ہے، جبکہ امام قاضی القضاۃ ابو یوسف حضرت امام ابوحنیفہ کے اخص تلامذہ میں سے ہیں اور آپ کے زبردست مداح، خود خطیب نے ہی قاضی ابویوسف سے روایت کیا ہے کہ قاضی ابویوسف نے فرمایا "**ما رأیت احد المعلم بتفسیر الحدیث و مواضع النکت التی فیه من الفقه من ابی حنیفة**" کہ امام ابوحنیفہ سے زیادہ بڑا حدیث کی تشریح جاننے والا و باریک نکات فقہ کے حوالے سے جاننے والا میں نے نہیں دیکھا۔ نیز قاضی ابویوسف نے فرمایا کہ جب بھی کسی مسئلہ میں میں نے امام صاحب کی مخالفت کی ہے تو غور وفکر کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ آخرت کے اعتبار سے آپ کا مذہب ہی زیادہ نجات دینے والا ہے اور امام ابوحنیفہ حدیث صحیح کی مجھ سے زیادہ بصیرت رکھنے والے ہیں نیز قاضی ابو یوسف نے فرمایا کہ "انی لادعو لابی حنیفة قبل ابوی" کہ میں

رحمت کی دعا پہلے امام ابوحنیفہ کے لیے کرتا ہوں بعد میں اپنے ماں باپ کے لیے کرتا ہوں۔
(تاریخ بغداد، ج ۱۳،ص ۳۴۰)

نیز امام ابن عبدالبر نے بھی الانتقاء میں امام قاضی القضاۃ ابو یوسف کو حضرت امام صاحب کے مداحین میں سے شمار کیا ہے۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ،ص ۳۳۸)

اعتراض نمبر۲۰:

سعید کہتے ہیں میں امیر المومنین موسیٰ کے پاس جرجان میں تھا ہمارے ساتھ امام صاحب کے شاگرد رشید قاضی ابو یوسف بھی تھے میں نے ان سے امام ابوحنیفہ کے بارے میں دریافت کیا تو کہنے لگے تم انہیں کیا کرو گے وہ تو جہمیہ ہو کر مرے ہیں۔(امام محمدی،ص ۶۰)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۷۲، رقم نمبر ۲۰ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۲۰ . أخبرنا أبو بكر مُحَمَّد بن عُمر بن بكير المقرئ، أَخْبَرَنَا عُثْمَانِ بن أَحْمَد بن سمعان الرزاز، حَدَّثنا هيثم بن خلف الدورى، حَدَّثَنَا مَحْمُود بن غيلان، حَدَّثَنَا محمد بن سعيد عن أبيه قال: كنت مع أمير المؤمنين – موسى – بجرجان ومعنا أبو يوسف، فسألته عن أبى حنيفة فقال: وما تصنع به وقد مات جهميا.

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی ہثیم بن خلف الدوری ہے اور اس کے متعلق الاسماعیلی اپنی صحیح میں نقل کرتے ہیں کہ وہ خطاء پر اصرار کرتا تھا۔ دوسرا راوی محمد بن سعید ہے اور وہ ابن سلم الباہلی ہے اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے تعجیل المنفعہ میں کہا ہے کہ وہ منکر

الحدیث اور مضطرب ہے ابوحاتم رازی نے اس کوترک کر دیا تھا اور ابوزرعہ نے کہا کمزور اور کہا کہ وہ **لیس بشئی** ہے اور یہ قول اس روایت کے بھی خلاف ہے جس میں آتا ہے کہ ابوحنیفہ نے جہم بن صفوان کے باطل مذہب کا رد کیا ہے۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، ص ۳۴۱)

اعتراض نمبر ۲۱:

امام صاحب کا قول ہے کہ جب جہم بن صفوان کی عورت ہمارے یہاں آئی تو ہم نے دیکھا ہے اسے اپنی عورتوں سے ملاقات کرائی ہے۔ (امام محمدی، ص ۶۱)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۲، رقم نمبر ۲۱ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۲۱. أَخْبَرَنَا مُحَمَّد بن إِسْمَاعِيل بن عُمر البجلي، حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن مُحَمَّد بن عبد الله الطويل النيسابوري، حدثنا أبو حامد بن بلال، حَدَّثنا ابن سختويه بن مازيار حدثنا علي بن عثمان قال: سمعت زنبورا، يقول: سمعت أبا حنيفة يقول: قدمت علينا امرأة جهم بن صفوان فأدبت نساء نا.

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی زنبور ہے جو متروک ہے جیسا کہ امام ابوحاتم نے فرمایا ہے اور امام بخاری نے فرمایا **ذاهب الحديث** ہے نسائی نے کہا ثقہ نہیں ہے، احمد بن سنان نے کہا جہمی ہے۔ (حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۸۱)

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، ص ۳۴۲)

اعتراض نمبر ۲۲:

جہم کی لونڈی جب خراسان آئی تو کوفے میں اس کے اونٹ کی نکیل لئے ہوئے امام ابو حنیفہ چلتے تھے۔ (امام محمدی ص ۶۱) امام ابو یوسف سے یہ بھی مروی ہے کہ امام صاحب جہم کی

مذمت کیا کرتے تھے اور اس کے اقوال پر عیب گیری کرتے تھے۔

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۷۲، رقم نمبر ۲۲ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۲۲ . أَخْبَرَنَا أَحْمَد بن جَعْفَر بن سلم الختلي، حَدَّثنا أحمد بن علي الآبار، حَدَّثَنَا منصور بن أبي مزاحم، حدثني أبو الأخنس الكناني قال: رأيت أبا حنيفة – أو حدثني الثقة أنه رأى أبا حنيفة – أخذا بزمام بعير مولاة للجهم، قدمت خراسان، يقود جملها بظهر الكوفة يمشي.

(و) قد حكى عن بشر بن الوليد عن أبي يُوسف أن أبا حنيفة كان يذم جهما ويعيب قوله.

جواب:

علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس حکایت میں امام ابوحنیفہ سے روایت کرنے والا ابوالاخنس الکنانی کتنا غفلت کا شکار آدمی ہے جو جانتا ہی نہیں کہ اس نے ابوحنیفہ کو خود دیکھا تھا یا اس واقعہ کو دیکھنے والے سے سنا تھا۔ جب خود راوی کو ہی شک ہے۔

تو پھر بات یقیناً ثابت نہیں ہے، نیز اسی روایت کے نیچے خود خطیب نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ ابوحنیفہ جہم کی مذمت کرتے تھے اور اس کے عیب بیان کرتے تھے نیز اسی روایت کے نیچے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ نے جہم کو کافر قرار دیا ہے نیز ان حوالہ جات کی تردید کے لیے امام صاحب کی کتاب فقہ اکبر اور امام ابوجعفر طحاوی کی کتاب عقیدة الطحاویہ ہی کافی ہے۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ،ص ۳۵۰)

اعتراض نمبر ۲۳:

بشر بن ولید کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے تھے

خراسان میں دوقسم کے لوگ بدترین لوگ ہیں جہمیہ اور متشبہ اور کبھی کہتے تھے مقابلیہ۔

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۷۳، رقم نمبر ۲۳ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۲۳ . أخبرنا الخلال، أخبرنا الحريرى أن على بن محمد النخعى حدثهم قال: حدثنا مُحَمَّد بن الحسن بن مكرم، حدثنا بشر بن الوليد قال: سمعت أبا يُوسُف يقول: قال أبو حنيفة: صنفان من شر الناس بخراسان، الجهمية والمشبهة، وربما قال: والمقاتلية.

جواب:

اس کی بحث پہلے اعتراض نمبر ۲۲ کے جواب میں گزر چکی ہے۔اس قول میں اعتراض والی کوئی بات نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۲۴:

حمانی اپنے باپ کی روایت سے نقل کرتے ہیں کہ امام صاحب جہم بن صفوان کو کافر کہتے تھے۔

''ہم بھی بلا شک یہ کہتے ہیں کہ امام صاحب معتزلہ کا وعید کے بارے میں خلاف کرتے تھے اس لیے کہ وہ مرجیہ تھے اور خلق افعال کا بھی انکار کرتے تھے اس لیے کہ وہ تقدیر کے مثبت تھے۔'' (امام محمدی،ص ۶۱)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۷۳، رقم نمبر ۲۴ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۲۴ . وقال النخعى: حَدَّثنَا مُحَمَّد بن على بن عفان، حَدَّثنا يحيى بن عبد الحميد ابن عبد الرحمن الحمانى عن أبيه، سمعت أبا حنيفة يقول: جهم بن صفوان كافر.

وليس عندنا شک فی أن أبا حنيفة يخالف المعتزلة فی الوعيد، لانه مرجئی. وفی خلق الأفعال، لأنه کان يثبت القدر.

جواب:

اس اعتراض میں خطیب نے امام صاحب کو مرجیہ کہا ہے جو بالکل غلط ہے۔ علامہ کوثری فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ بے شک ابوحنیفہ اس کے قائل نہیں ہیں کہ ایمان کی موجودگی میں کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا کہ ان کو مرجیہ میں شمار کیا جائے اور پہلے ابوالولید الباجی کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ ابوحنیفہ کا عبادت میں انتہا درجہ کو پہنچا ہوا ہونا تواتر سے ثابت ہے تو خطیب کے لئے کیسے گنجائش نکلتی ہے کہ وہ اپنے کلام کی ابتدا میں یقین کے ساتھ کہے کہ وہ بے شک مرجی تھے۔''

آگے مزید فرماتے ہیں:

''اور ابوحنیفہ گنہگار مؤمن کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں اگر چاہے گا تو اس کو عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو بخش دے گا اور اسی وجہ سے خوارج اور ان کے پیروکار ان کی طرف ارجاء کی نسبت کرتے ہیں۔ بے شک ابوحنیفہ کی قدریہ کے رد میں ایک کتاب ہے جس کا نام الفقہ الاکبر ہے اور ان کا ایک رسالہ ہے جو انہوں نے اہل سنت کے نظریہ کی تائید میں لکھوایا تھا۔ (خلاصہ تانیب الخطیب)

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، ص۳۵۳۔۳۶۵)

اعتراض نمبر۲۵:

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص۳۷۳، رقم نمبر ۲۵ میں ایک قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۲۵. أَخْبَـرَنَـا ابـن رِزْق، أَخْبَـرَنَـا ابن سلم، أَخْبَرَنَا أَحْمَد بن علی الأبار،

حَـدَّثـنـا أبو يحيى بن المقرئ قال: سمعت أبى يقول: رأيت رجلاً – أحمر كـأنـه مـن رجـال الشام سأل أبا حنيفة فقال: رجل لزم غريما له، فحلف له بـالـطـلاق أن يـعـطيه حقه غدا، إلا أن يحول بينه وبينه قضاء الله عز وجل. فـلـمـا كـان مـن الغد جلس على الزنا وشرب الخمر؟ قال: لم يحنث، ولم تطلق منه امرأته.

ابن رزق نے ہمیں خبر دی، انہوں نے کہا: ابن سلم نے ہمیں خبر دی، انہوں نے کہا: احمد بن علی الأ بار نے ہمیں خبر دی، انہوں نے کہا: ابو یحییٰ بن المقر ی نے ہمیں حدیث سنائی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد کو کہتے سنا: میں نے ایک شخص کو دیکھا— سرخی مائل، گویا وہ اہلِ شام میں سے ہے— اس نے امام ابوحنیفہ سے سوال کیا: ''ایک شخص نے اپنے مقروض (جس کا قرض دینا تھا) کو پکڑ لیا، تو اس نے قسم کھائی (طلاق کی قسم) کہ وہ کل اسے اس کا حق ادا کر دے گا، مگر یہ کہ اللہ کا فیصلہ اس کے اور اس کے درمیان حائل ہو جائے۔ پھر جب دوسرا دن آیا، تو وہ شخص زنا کرنے لگا اور شراب پینے بیٹھ گیا۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: اس کی قسم نہیں ٹوٹی، اور نہ ہی اس کی بیوی طلاق یافتہ ہوئی۔''

جواب:

اس کی سند میں احمد بن علی الابار ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، ص......)

اعتراض نمبر ۲۶:

امام صاحب فرماتے ہیں جب قدریہ فرقہ سے تم گفتگو کرو تو ایک بات ایسی میں بتاتا ہوں کہ یا تو وہ خاموش ہو جائے اور ہار جائے یا کافر ہو جائے۔ اس سے پوچھا جائے کہ اللہ تعالیٰ چیزوں کو پیدا کرنے سے پہلے یہ جانتا تھا کہ یہ چیز ایسی ہوگی یا نہیں جانتا تھا؟ اگر وہ انکار کرے تو صریح کفر ہے اور اگر اقرار کرے تو پوچھا جائے کہ کیا وہ اپنے علم کے مطابق ہونا

چاہتا تھا یا خلاف علم۔ اگر علم کے مطابق وہ کہے تو ثابت ہو گیا کہ مومن سے اس کا ارادہ ایمان کا تھا اور کافر سے کفر کا اور اگر کہے کہ اس کا ارادہ اپنے علم کے خلاف ہونے کا تھا تو اس نے اپنے رب کو تمنا کرنے والا اور حسرت وافسوس کرنے والا ٹھہرایا اس لئے کہ جو شخص جانتا ہو کہ یہ نہ ہوگا اور اس کا نہ ہونا چاہے یا جانتا ہو کہ یہ ہوگا اور اس کا نہ ہونا چاہے تو وہ تمنا کرنے والا اور حسرت وافسوس کرنے والا ہوا۔ اور جو شخص اپنے رب کو تمنائیں اور حسرت وافسوس کرنے والا جانے وہ کافر ہے۔ (امام محمدی، ص ۶۱، ۶۲)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۳ رقم نمبر ۲۶ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

٢٦ . حدثنا القاضي أبو جعفر مُحَمَّد بن أحمد بن محمد بن محمود السمناني – من حفظه – حدثنا أبو محمد الحسن بن أبي عبد الله السمناني، حدثنا الحسين بن رحمة الويمي، حدثنا مُحَمَّد بن شجاع الثلجي، حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن سماعة عن أبي يوسف قال: سمعت أبا حنيفة يقول: إذا كلمت القدري فإنما هو حرفان، إما أن يسكت، وإما أن يكفر. يقال له: هل علم الله في سابق علمه أن تكون هذه الأشياء كما هي؟ فإن قال لا، فقد كفر، وإن قال نعم، يقال له: أفأراد أن تكون كما علم، أو أراد أن تكون بخلاف ما علم؟ فإن قال أراد أن تكون كما علم، فقد أقر أنه أراد من المؤمن الإيمان، ومن الكافر الكفر، وإن قال: أراد أن تكون بخلاف ما علم، ومد جعل ربه متمنيا متحسرًا، لأن من أراد أن يكون ما علم أنه لا يكون، أو لا يكون ما علم أنه يكون، فإنه متمن متحسر. ومن جعل زبه متمنيا متحسرًا فهو كافر.

جواب:

اس میں اعتراض والی کوئی بات نہیں بلکہ قدریہ سے بات کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ قدریہ کے خلاف تھے اگر آپ خود قدری ہوتے تو ایسی بات کی تعلیم نہ دیتے۔

اعتراض نمبر ۲۷:

یحییٰ بن نصر فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو فضیلت دیتے تھے اور حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے محبت رکھتے تھے، تقدیر پر ایمان رکھتے تھے، تقدیر کے مسائل میں کلام نہ کرتے تھے، جرابوں پر مسح جائز جانتے تھے اور اپنے زمانے کے بڑے عالم اور بہت بڑے پرہیزگار تھے۔ (امام محمدی، ص ۶۲)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۴، رقم نمبر ۲۷ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۲۷. أخبرنا علی بن أبی علی البصری، حَدَّثَنَا أَحْمَد بن مُحَمَّد بن يعقرب الكاغدی، أخبرنا أبو مُحَمَّد الحارثی، حَدَّثنا داود بن أبی العوام، حَدَّثنا أبی عن يحيی ابن نصر قال: كان أبو حنيفة يفضل أبا بكر وعمر، ويحب عليا وعثمان، وكان يؤمن بالأقدار، ولا يتكلم فی القدر، وكان يمسح علی الخفين، وكان من أعلم الناس فی زمانه وأتقاهم.

جواب:

اس میں اعتراض والی کوئی بات نہیں ہے۔

☆......☆......☆

باب دوم

عقائدِ ابی حنیفہؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بحث خلق قرآن جز الف

خطیب بغدادی نے خلقِ قرآن کی بحث میں امام ابوحنیفہؒ کے دو قول نقل کیے ہیں۔ جز الف میں پہلا قول چھ سندوں سے نقل کیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل نہیں تھے۔ صفحہ ۵۱ سے صفحہ ۵۵ تک یہ بحث موجود ہے۔

خلق قرآن کے مسئلہ میں امام صاحب کا قول

وأما القول بخلق القرآن فقد قيل، إن أبا حنيفة لم يكن يذهب إليه، والمشهور عَنْهُ أَنَّهُ كَان يقوله واستتيب منه فأما من روى عنه نفى خلقه.

کہا گیا ہے کہ امام صاحب خلق قرآن کے قائل نہ تھے اور مشہور یہ ہے کہ وہ اس کے قائل تھے لیکن توبہ کرائے گئے تھے وہ روایتیں ملاحظہ ہوں جس میں امام صاحب سے خلق قرآن کی نفی وارد ہے۔

اعتراض نمبر ا:

حکم بن بشیر کہتے ہیں کہ حضرت سفیان بن سعید ثوری اور حضرت نعمان بن ثابت کا قول ہے کہ قرآن کلام اللہ ہے غیر مخلوق ہے۔ (امام محمدی، ص ٦٢)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۵، رقم نمبر ۲۸ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

٢٨ . فأَخْبَرَنَا مُحَمَّد بن أَحْمَد بن رِزْق، حَدَّثنا على بن أحمد بن مُحَمَّد القزويني، حدثنا أبو عبد الله مُحَمَّد بن شيبان الرَّازِى العطار – بالرى – قال: سمعت أحمد بن الحسن البزمقى قال: سمعت الحكم بن بشير يقول: سمعت سفيان بن سعيد الثورى والنعمان بن ثابت يقولان: القرآن كلام الله غير مخلوق.

جواب:

حکم بن بشیر کا یہ قول تو امام صاحب کے حق میں ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام سفیان ثوری دونوں قرآن کو غیر مخلوق مانتے تھے۔ رہی خلق قرآن سے توبہ کرنے والی بات تو یہ درست نہیں۔

اعتراض نمبر۲:

ابو یوسف فرماتے ہیں میں نے امام صاحب سے چھ مہینے تک مناظرہ کیا یہاں تک کہ وہ اس بات کے قائل ہوگئے کہ جوقرآن کومخلوق کہے وہ کافر ہے۔(امام محمدی،ص۶۲)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۷۴،رقم نمبر ۲۹ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۲۹ . أخبرنا القاضی أبو جعفر السمنانی، حدثنا الحسین بن أبی عبدالله السمنانی، حدثنا الحسین بن رحمة الویمی، حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن شجاع الثلجی، حَدَّثَنَا محمد بن سماعة عن أبی یوسف قال: ناظرت أبا حنیفة ستة أشهر، حتی قال: من قال: القرآن مخلوق فهو کافر.

جواب:

اس قول میں بھی امام صاحب پر اعتراض والی کوئی بات نہیں زیادہ سے زیادہ یہ بات نکل سکتی ہے کہ پہلے آپ ایسے شخص کو کافر کہنے میں توقف فرماتے ہوں گے امام ابو یوسف سے گفتگو کرنے کے بعد کافر کہنے کا قول فرمایا ہوگا۔

جیسا کہ تاریخ بغداد میں ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا "**من قال القرآن مخلوق فهو کافر**" کہ جس نے قرآن مجید کومخلوق کہا وہ کافر ہے۔(تاریخ بغداد، ج ۱۳،ص ۳۸۳)

اعتراض نمبر۳:

امام صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن کومخلوق کہنے والا بدعتی ہے اس کی نہ بات مانی جائے اور نہ اس کی اقتدا میں نماز پڑھی جائے۔(امام محمدی،ص۶۲)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۷۴،رقم نمبر ۳۰ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۳۰. أَخْبَـرَنَـا الـخـلال، أخبرنا الحريرى أن النخعى حدثهم قال: حَدَّثنا أحمد بن الصلت، حدثنا بشر بن الوليد عن أبى يوسف عن أبى حنيفة قال: مـن قـال القرآن مخلوق فهو مبتدع، فلا يقولن أحد بقوله، ولا يصلين أحد خلفه.

جواب:

اس قول میں بھی کوئی اعتراض والی بات نہیں ہے بلکہ امام صاحب کے حق میں ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا جو قرآن مجید کو مخلوق کہے وہ بدعتی ہے کسی کو اس بدعتی جیسا قول نہیں کہنا چاہئے اور نہ کسی کو اس بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے۔(تاریخ بغداد، ج۱۳،ص۳۸۴)

اعتراض نمبر۴:

ابن مبارک جب امام صاحب کے پاس آتے ہیں تو آپ پوچھتے ہیں تم میں یہ بیماری کیا پھیل پڑی ہے؟ جہم کیا کہتا ہے؟ کہا وہ کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے آپ نے فرمایا(كَبُـرَتْ كَـلِـمَةً تَـخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا) بڑی بری بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے یقیناً وہ جھوٹ کہتے ہیں۔(امام محمدی ص۶۲)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج۱۳،ص۳۷،رقم نمبر۳۱ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۳۱. وقـال الـنـخـعـى: حَـدَّثَـنَا نُجيح بن إبراهيم، حدثنى ابن كرامة – وراق أبـى بكر ابن أبى شيبة – قال: قدم ابن مبارك على أبى حنيفة. فقال لـه أبـو حنيفة: ما هذا الذى دب فيكم؟ قال له رجل يقال له جهم، قال: وما يـقـول؟ قال: يقول القرآن مخلوق، فقال أبو حنيفة: ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِم إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا﴾ (الكهف: ۵)

جواب:

یہ قول بھی امام صاحب کے حق میں ہے کیونکہ جس نے قرآن مجید کو مخلوق کہا امام ابوحنیفہ نے اس کو کذاب یعنی جھوٹا قرار دیا ہے۔(تاریخ بغداد، ج ۱۳،ص ۳۸۴)

اعتراض نمبر ۵:

ابوعبداللہ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے کہ ابوحنیفہ خلق قرآن کے قائل تھے۔(امام محمدی،ص ۶۲)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۷۴،رقم نمبر ۳۲ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۳۲. وقال النخعي: حدثنا أبو بكر المروذي قال: سمعت أبا عبد الله أحمد بن حنبل يقول: لم يصح عندنا أن أبا حنيفة كان يقول القرآن مخلوق.

جواب:

اس میں اعتراض والی کوئی بات نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۶:

ابوسلیمان جوزجانی اور معلیٰ بن منصور رازی کہتے ہیں امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام زفر، امام محمد اور ان کے ساتھیوں میں سے کسی نے قرآن کو مخلوق نہیں کہا یہ تو بشر مریسی اور ابن ابی داؤد کا قول ہے اور ان لوگوں نے اصحاب ابوحنیفہ کو بدنام کیا ہے۔

(امام محمدی،ص ۶۲،۶۳)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۷۴، رقم نمبر ۳۳ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

٣٣. وقال النخعي: حَدَّثنا مُحَمَّد بن شاذان الجوهري قال: سمعت أبا سليمان الجوزجاني، ومعلى بن منصور الرازي يقولان: ما تكلم أبو حنيفة ولا أبو يوسف ولا زفر، ولا مُحَمَّد، ولا أحد من أصحابهم في القرآن، وإنما تكلم في القرآن بشر المريسي، وابن أبي دؤاد، فهؤلاء شانوا أصحاب أبي حنيفة.

جواب:

یہ قول بھی امام صاحب کے حق میں ہے اس میں تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام زفر، امام محمد میں سے کسی نے بھی قرآن کو مخلوق نہیں کہا۔

(تاریخ بغداد، ج ١٣، ص ٣٧٤)

مذکورہ بالا ان چھ روایات سے واضح ہو رہا ہے کہ حضرت امام اعظم کی طرف جھمیت یا قدری ہونے کی نسبت یا قرآن مجید کو مخلوق کہنے کی نسبت یہ سب روایات باطل جھوٹی ہیں، امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ ہر بدعقیدگی سے بری الذمہ ہیں اور اہل سنت والجماعت کے مسلم پیشوا ومقتدا ہیں۔ خطیب نے اس کے بعد اس کے خلاف عنوان قائم کیا ہے اور اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ قرآن کو مخلوق کہنے کے قائل تھے اور پھر اس عقیدے سے توبہ بھی کی تھی۔

(۲) بحث خلقِ قرآن جز (ب)

ذکر الروایات ممن ما حکی عنه من القول بخلق القرآن

قرآن کے مخلوق ہونے کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کی طرف اقوال کا انتساب

اس عنوان کے تحت خطیب بغدادی نے کل تینتیس (33) اقوال بیان کئے ہیں اور ان اقوال میں سے تیرہ (رقم نمبر۱ تا ۱۰۔۱۳۔۱۴۔۱۷) اقوال میں بیان کیا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ خلق قرآن کے قائل تھے۔ اور بعض اقوال میں خلق قرآن کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ سے توبہ کرانے کا ذکر بھی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن میں رہے کہ پچھلے باب یعنی جز الف میں چھ اقوال مسلسل نمبر کے مطابق نمبر ۲۸ تا ۳۳ اور اس باب کے مطابق نمبر ۱ تا ۶ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ خلق قرآن کے قائل نہ تھے بلکہ خطیب بغدادی نے بذاتِ خود ان اخبار میں امام ابو حنیفہ سے اس تہمت کو دفع کیا ہے۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی شامل کر لیں کہ یہ بعد والے ۳۳ اقوال ایسے ہیں جن کی سند میں متکلم فیہ رجال بھی موجود ہیں اور ضعیف راوی بھی موجود ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے۔ تفصیل آگے آ رہی ہے۔ ان شاءاللہ۔

ان لوگوں کا بیان جو کہتے ہیں کہ امام صاحب قرآن کو مخلوق کہتے ہیں

اعتراض نمبرا:

امام ابو یوسف، شاگرد رشید امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں سب سے پہلے جس نے قرآن کو مخلوق کہا وہ ابوحنیفہ ہیں۔ (امام محمدی، ص۶۳)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج۱۳،ص۳۷۴، رقم نمبر۳۴ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۳۴. أخبرنا البرقاني، حدثني محمد بن العباس الخزاز، حَدَّثَنَا جَعْفَر بن محمد الصندلي، حدثنا إسحاق بن إبراهيم بن عم ابن منيع، حدثنا إسحاق بن عبد الرحمن، حدثنا حسن بن أبي مالك عن أبي يوسف قال: أول من قال القرآن مخلوق أبو حنيفة.

جواب:

اس قول کی سند میں محمد بن عباس الخزاز ہے گزشتہ صفحات میں اس کا ضعیف ہونا بیان ہو چکا ہے۔اور یہ بھی پہلے گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے تو ایسے شخص کو جو قرآن مجید کو مخلوق کہے بدعتی کافر قرار دیا ہے۔لہٰذا یہ سب امام ابوحنیفہؒ پر بہتان ہیں۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ،ص۳۶۰)

اعتراض نمبر۲:

سلمہ بن عمرو قاضی نے منبر پر اپنے بیان میں کہا اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ پر رحم نہ کرے اسی شخص نے سب سے پہلے قرآن کو مخلوق کہا۔ (امام محمدی، ص۶۳)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۷۵، رقم نمبر ۳۵ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۳۵. كتب إلى عبد الرَّحْمَن بن عُثْمَان الدمشقي، حدثنا عبد العزيز بن أبي طاهر قال: أَخبرنا أبو الميمون البجلي، حَدَّثنا أبو زرعة عبد الرحمن بن عمرو، أخبرني محمد بن الوليد قال: سمعت أبا مُسهر يقول: قال سلمة بن عمرو القاضي – على المنبر –: لا رحم الله أبا حنيفة! فانه أول من زعم أن القرآن مخلوق.

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی ابومسہر ہے۔اس نے امام ابوحنیفہ کی طرف قرآن مجید کو مخلوق کہنے کی نسبت کی ہے جو محض کذب بیانی ہے۔نیز ابومسہر خود قرآن مجید کو مخلوق کہتا تھا۔
(تہذیب التہذیب، ج ۳،ص ۳۱۴)
(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ،ص ۳۶۱)

اعتراض نمبر ۳:

ابو یوسف قاضی سے حسن بن ابی مالک پوچھتے ہیں امام ابوحنیفہ قرآن کے بارے میں کیا کہتے تھے، کہا وہ کہتے تھے کہ قرآن مخلوق ہے پوچھا جاتا ہے پھر آپ کیا کہتے ہیں کہا میں نہیں کہتا ابوالقاسم کہتے ہیں جب میں نے اس واقعہ کا ذکر قاضی برقی سے کیا تو وہ کہنے لگے ابوالحسن بھی اس کے قائل تھے ابوالحسن بھی یہی کہتے تھے یعنی حسن بن ابی مالک، میں نے پھر کہا کیا ابو حنیفہ کا قول یہی ہے کہا ہاں وہ بھی اس نامبارک قول کے قائل ہیں۔(امام محمدی،ص ۶۳)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۷۵، رقم نمبر ۳۶ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

٣٦. أخبرنا العتيقي، أَخْبَرَنَا جَعْفَر بن مُحَمَّد بن علي الطاهري، حَدَّثَنَا أبو القاسم البغوي، حَدَّثنا زياد بن أيوب، حدثني حسن بن أبي مالك وكان من خيار عباد الله – قال: قلت لأبي يُوسف القاضي: ما كان أبو حنيفة يقول في القرآن؟ قال: فقال: كان يقول القرآن مخلوق، قال: قلت. فانت يا ابا يوسف؟ فقال لا. قال ابو القاسم: فحدثت بهذا الحديث القاضي البرتي فقال لي: وأي حسن كان وأي حسن كان؟! يعني الحسن بن أبي مالك. قال أبو القاسم: فقلت للبرتي هذا قول أبي حنيفة؟ قال: نعم المشئوم. قال: جعل يقول أحدث بخلقي.

جواب:

اس قول کی سند میں واقع، ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بغوی ہے ان کے متعلق ابن عدی نے کہا "الناس اهل العلم والمشائخ مجمعون على ضعفه" اہل علم حضرات ان کے ضعف پر متفق ہیں۔

(حاشیہ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۵۵، کتاب الرد علی الخطیب لابن نجار، ص ۱۰۹)

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، ص ۳۶۵)

اعتراض نمبر ۴:

ایک مرتبہ لوگ امام ابو یوسف سے کہتے ہیں کہ آپ امام ابوحنیفہ کی روایتیں ہمیں کیوں نہیں سناتے، کہا تم ان کی روایتوں کو کیا کرو گے وہ تو انتقال کے وقت قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل ہو گئے تھے۔ (امام محمدی، ص ۶۳)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۵، رقم نمبر ۳۷ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

٣٧. أخبرني الحسن بن مُحَمَّد الخلال قال: حَدَّثَنَا أَحْمَد بن إِبْرَاهِيم بن الحسن، حدثنا عمر بن الحسن القاضي قال: حَدَّثنا إسماعيل بن إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا نَصْر بن علي، حَدَّثَنَا الأَصمعي، حَدَّثنا سعيد بن سلم الباهلي قال: قلنا لأبي يوسف: لم لم تحدثنا عن أبي حنيفة؟ قال: ما تصنعون به؟ مات يوم مات يقول القرآن مخلوق.

جواب:

اس قول کی سند میں پھر امام ابو یوسف کی زبانی امام ابوحنیفہ کی طرف قرآن مجید کو مخلوق کہنے کی نسبت کی گئی ہے، گزشتہ سطور میں اس کا مفصل رد گزر چکا ہے۔ اس قول کی سند میں واقع ایک راوی عمر بن حسن قاضی الاشنانی ہے، خطیب نے اس کے ترجمہ میں کہا ابوعبدالرحمٰن مسلمی نے امام دارقطنی سے اس کے متعلق پوچھا تو دارقطنی نے کہا، یہ ضعیف ہے اور محدثین نے اس میں کلام کیا ہے۔ (کتاب الرد علی الخطیب لابن نجار، ص ١١٠)

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہؒ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، ص ٣٦٧)

اعتراض نمبر ۵:

یحییٰ بن عبدالحمید کہتے ہیں میں نے دس ثقہ لوگوں سے سنا ہے وہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے سنا ہے کہ ابوحنیفہ خلق قرآن کے قائل تھے۔ (امام محمدی، ص ٦٣)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ١٣، ص ٣٧٥، رقم نمبر ٣٨ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

٣٨. أخبرني مُحَمَّد بن علي المقرى، أَخْبَرَنَا مُحَمَّد بن عَبْد الله النيسابوري الحافظ قال: سمعت محمد بن صالح بن هاني يقول: سمعت مسدد بن قطن يقول: سمعت أبي يقول: سمعت يحيى بن عبد الحميد

یقول: سمعت عشرة كلهم ثقات يقولون: سمعنا أبا حنيفة يقول: القرآن مخلوق.

جواب:

گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے تلامذہ کرام قرآن مجید کو مخلوق کہنے والے کو کافر کہتے ہیں اور اس کے پیچھے نماز بھی جائز نہیں سمجھتے۔

تو پھر امام صاحب کے خلاف یہ سب افسانے ہیں جو بدعقیدہ لوگوں نے امام کو بدنام کرنے کے لیے پھیلائے ہیں۔

اس قول کی سند میں یحییٰ بن عبدالحمید جو راوی ہے وہ متکلم فیہ ہے یہاں تک کہ بعض محدثین نے اس کو کذاب بھی کہا ہے۔ دوسرا راوی ابومسد قطن بن ابراہیم بن عیسٰی نیشاپوری ہے۔ اس نے دباغت کے بارے میں ابراہیم بن طہمان کی حدیث اس سند سے بیان کی عن **ایوب عن نافع عن ابن عمر** تو اس سے اصل کتاب میں یہ سند دکھانے کا مطالبہ ہوا اس نے جب اصل کتاب دکھائی تو یہ اصل متن میں لکھا ہوا نہیں تھا بلکہ اس نے خود حاشیہ پر اس کو لکھا تھا اس کی یہ حالت دیکھ کر امام نے اس سے روایت لینا چھوڑ دیا حالانکہ امام مسلم اس کی طرف مائل تھے۔ عبدالغنی نے کہا کہ نسائی نے اس کو ترک کر دیا تھا اور اس کی روایت قطن بن نسیر العنبری البصری سے بھی بری ہے جس پر ابن عدی نے حدیث چوری کرنے کا الزام لگایا تھا۔ (تانیب الخطیب)

پھر یہ بھی چاہیے تھا کہ یحییٰ بن عبدالحمید ان دس اشخاص کے نام شمار کرتا تا کہ دیکھا جاتا کہ وہ کون ہیں اور کیسے ہیں۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، ص ۳۷۰)

اعتراض نمبر ۶:

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۶، رقم نمبر ۳۹ میں ایک قول اس طرح

نقل کیا ہے۔

۳۹. حدثنا أبو عبد الله الحسين بن شجاع الصوفي، أَخْبَرَنَا عُمر بن جعفر بن محمد بن سلم الختلي، حَدَّثنا يَعْقُوب بن يوسف المطوعي، حدثنا حسين بن الأسود، حدثنا حسين بن عبد الأول، أخبرني إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة قال، هو قول أبي حنيفة القرآن مخلوق.

جواب:

اس کی سند میں حسین بن عبدالاول ہے۔

اس کے متعلق امام ابوزرعہ فرماتے ہیں: **لا احدث عنه.**

ابوحاتم فرماتے ہیں: **تكلم الناس فيه و كذبه ابن معين.**

(میزان الاعتدال ج ا ص ۵۳۹، بحوالہ حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۷۶)

اعتراض نمبر ۷:

ایک مرتبہ امام صاحب عیسیٰ ابن موسیٰ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہنے لگے قرآن مخلوق ہے عیسیٰ نے فرمایا اسے نکال دو اور اگر توبہ نہ کرے تو اس کی گردن ماردو۔

(امام محمدی، ص ۶۳، ۶۴)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۶، رقم نمبر ۴۰ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۴۰. أخبرني الخلال، حَدَّثَنَا أَحْمَد بن إِبْرَاهِيم، حَدَّثَنَا عُمر بن الحسين القاضي، حَدَّثنا عباس بن عبد العظيم، حَدَّثنا أحمد بن يونس قال: كان أبوحنيفة، في مجلس عيسى بن عيسى. فقال: القرآن مخلوق. قال فقال: أخرجوه، فإن تاب وإلا فاضربوا عنقه.

جواب:

اس قول کی سند میں عمر بن حسین قاضی الاشنانی ہے اس کو امام دارقطنی اور امام حسن بن محمد خلال نے ضعیف کہا ہے اور دارقطنی سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ کذاب ہے۔
(حاشیہ تاریخ بغداد، جلد ۱۳، ص ۳۷۶)

اعتراض نمبر ۸:

والی کوفہ عیسیٰ بن موسیٰ عباسی کے دربار میں ابن ابی لیلیٰ اور امام صاحب کی ملاقات ہوتی ہے وہاں کچھ بات چیت ہوتی ہے امام صاحب فرماتے ہیں قرآن مخلوق ہے امیر کوفہ عیسیٰ بہت غصہ ہوکر فرماتے ہیں اسے باہر نکالو اس سے توبہ کراؤ اور اگر توبہ نہ کرے تو اس کی گردن مارو۔ (امام محمدی، ص ۶۴)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۶، رقم نمبر ۱۴ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۱۴. أخبرنا ابن رِزْق، أَخْبَرَنَا أَحْمَد بن إِسْحَاق بن وهب البندار، حَدَّثَنَا مُحَمَّد ابن العباس – يعني المؤدب – حَدَّثَنَا أبو مُحَمَّد – شيخ – له أخبرني أحمد بن يونس قال: اجتمع ابن أبي ليلى وأبو حنيفة عند عيسى بن موسى العباسي والي الكوفة قال: فتكلما عنده، قال: فقال أبو حنيفة: القرآن مخلوق. قال: فقال عيسى لابن أبي ليلى اخرج فاستتبه، فإن تاب وإلا فاضرب عنقه.

جواب:

گزشتہ سطور میں اس مسئلہ کا ابطال بہت واضح ہو چکا ہے وہیں پر دیکھیں۔ نیز اس قول کی سند میں ایک راوی مجہول ہے جس کو ابومحمد شیخ لہ کہا گیا ہے، جب سند میں مجہول راوی ہے تو یہ سند درجہ احتجاج سے ساقط ہوئی۔

(بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ پر خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ، ص ۳۷۴)

اعتراض نمبر۹:

ابن ابی لیلیٰ نے ایک مرتبہ امام صاحب کے پاس آدمی بھیجا کہ آپ قرآن کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہا وہ مخلوق ہے، کہا توبہ کرو ورنہ میں تمہاری گردن ماروں گا۔ دوبارہ پھر بھیجا تو کہنے لگے قرآن کلام اللہ ہے اس پر مشہور ہوگیا کہ آپ نے توبہ کرلی۔

حماد کہتے ہیں میں نے ایک مرتبہ کہا آپ نے یہ کیوں کہا؟ کہا مجھے اپنی جان کا خوف تھا تو میں نے تقیہ کرلیا۔ (امام محمدی، ص۶۴)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳ص ۳۷۶،رقم نمبر۴۲ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۴۲. أخبرنا ابن الفضل، أخبرنا دعلج بن أحمد، أخبرنا أحمد بن علي الأبار، حَدَّثنا سفيان بن وكيع قال: جاء عُمر بن حماد بن أبي حنيفة، فجلس إلينا فقال: سمعت أبي حمادًا يقول: بعث ابن أبي ليلى إلى أبي حنيفة فسأله عن القرآن. فقال: مخلوق، فقال: تتوب وإلا أقدمت عليک؟ قال فتابعه، فقال القرآن كلام الله قال فدار به في الخلق يخبرهم أنه قد تاب من قوله القرآن مخلوق. فقال أبي: فقلت لأبي حنيفة. كيف صرت إلى هذا وتابعته؟ قال: يا بني خفت أن يقدم علي فأعطيته التقية.

جواب:

اس قول کی سند میں سفیان بن وکیع بن جراح ہے۔ خطیب نے تاریخ میں اور ذہبی نے میزان میں کہا کہ امام بخاری نے فرمایا محدثین نے اس میں کلام کیا ہے، امام ابوزرعہ نے کہا یہ کذب کے ساتھ متہم ہے، امام ابواحمد نے کہا یہ تلقین بھی قبول کرتا تھا۔

(حاشیہ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ۳۷۶)

امام نسائی نے کہا "لیس شیٔ" یہ کچھ نہیں ہے۔ ابن حبان نے کہا یہ ترک کا مستحق ہے۔
(کتاب الرد علی الخطیب لابن نجار، ص ۱۱۰)

اعتراض نمبر ۱۰:

حماد بن ابی سلیمان نے ابوحنیفہ سے کہا میں آپ کے قول سے بری الذمہ ہوں ہاں اگر آپ توبہ کرلیں تو اور بات ہے۔ ان کے پاس ابن عیینہ بھی تھے، وہ کہتے ہیں کہ میرے پڑوسی نے مجھے خبر دی کہ ابوحنیفہ نے توبہ کرنے کے بعد بھی خلق قرآن کی طرف مجھے بلایا۔
(امام محمدی، ص ۶۴)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۷، رقم نمبر ۴۳ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۴۳. أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيم بن عُمر البرمكي، أَخْبَرَنَا مُحَمَّد بن عبد الله بن خلف الدقاق، حَدَّثَنَا عُمر بن مُحَمَّد بن عِيسَى الجَوْهَرِي، حَدَّثنا أبو بكر الأثرم قال: حدثني هارون بن إسحاق قال: سمعت إسماعيل بن أبي الحكم يذكر عن عُمر بن عبيد الطنافسي عن أبيه: أن حماد بن أبي سليمان بعث إلى أبي حنيفة: إني بريء مما تقول إلا أن تتوب؟ قال: وكان عنده ابن عيينة، فقال: أخبرني جار لي أن أبا حنيفة دعاه إلى ما استتيب منه بعد ما استتيب.

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی جار لی ہے اور یہ مجہول ہے۔

اعتراض نمبر ۱۱:

امام صاحب فرماتے ہیں میں ایک چوپائے کے ساتھ بھی جو سلوک جائز نہیں جانتا وہ

سلوک میرے ساتھ ابن ابی لیلیٰ جائز جانتے ہیں۔(امام محمدی،ص۶۴)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۷۷،رقم نمبر۴۴ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۴۴. أخبرنا الخلال، أخبرنا الحريرى أن النخعى حدثهم قال: حدثنا عبد الله بن غنام حدثنا محمد بن الشعر بن مالك بن مغول قال: سمعت اسماعيل بن حماد بن ابى حنيفة يقول: قال أبو حنيفة: ان ابن أبى ليلى ليستحل منى مالا استحل من بهيمة.

جواب:

اس قول میں تو کوئی اعتراض والی بات نہیں ہے۔ بلکہ قاضی ابن ابی لیلیٰ کی امام صاحب شکایت کررہے ہیں کیونکہ ابن ابی لیلیٰ کوفے کے قاضی تھےاور آپ سے عمر میں بڑے تھے۔ آپ کا ان سے اکثر مسائل اجتہادیہ میں اختلاف ہوجایا کرتا تھا۔بعض دفعہ وہ حکومت وقت کو آپ کی شکایت کردیتے۔آپ کے شاگرد امام ابو یوسف جو ابن ابی لیلیٰ کے بھی شاگرد تھے۔انہوں نے اپنے دونوں استادوں کے بعض اختلافی مسائل پر ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام اختلاف ابن ابی لیلیٰ وابی حنیفہ ہے مطبوعہ ہےاور عام مل جاتی ہے۔امام ابو یوسف نے ہر مسئلہ میں بحث ومباحثہ کرکے اپنی تحقیق قرآن وسنت کی روشنی میں جو پیش کی ہے وہ اکثر مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کے حق میں جاتی ہے۔

اعتراض نمبر۱۲:

ابن ابی لیلیٰ یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

إلى شنان المرجئين ورأيهم عمر بن ذروا بن قيس الماصر وعتيبة

الدباب لا يرضى به وأبا حنيفة شيخ سوء كافر

میں مرجیہ گروہ کو اور ان کے مذہب کو برا جانتا ہوں جیسے عمر بن ذر اور ابن قیس ماصر اور عتیبہ دباب سے بھی میں خوش نہیں ہوں اور ابوحنیفہ بھی برے اور کافر تھے۔

(امام محمدی، ص ۶۴)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۷، رقم نمبر ۴۵ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۴۵. أَخْبَـرَنَا مُحَمَّد بن عبيد الله الجنائي، أَخْبَرَنَا مُحَمَّد بن عبد الله بن إِبْـرَاهِيـم الحنائي الشافعي، حدثني عمر بن الهيصم البزاز، أَخْبَرَنَا عَبْد الله بـن سـعيـد – بقصر ابن هبيرة –حدثني أبي أن أباه أخبره. أن ابن أبي ليلى كان يتمثل بهذه الأبيات:

إلى شنان المرجئين ورأيهم ۔۔۔ عُمر بن ذر، وابن قيس الماصر

وعتيبة الدباب لا نرضى به ۔۔۔ وأبو حنيفة شيخ سوء كافر

في أبيات ذكرها.

جواب:

مرجیہ کی بحث پہلے کئی جگہ گزر چکی ہے وہاں پر ملاحظہ فرمائیں۔ اور ابن ابی لیلیٰ کی جرح اصول جرح وتعدیل کے مطابق قابل قبول نہیں کیونکہ آپ کا ان کے ساتھ اختلاف مشہور تھا اور اکثر نوک جھوک لگی رہتی تھی، ایسے آدمی کی جرح اپنے مدمقابل کے حق میں قبول نہیں کی جاتی۔

اعتراض نمبر ۱۳:

حماد بن ابوسلیمان نے سفیان ثوری سے کہا ابوحنیفہ مشرک سے کہہ دو کہ میں اس سے

بیزار ہوں جب تک کہ وہ قرآن کومخلوق کہنے سے رجوع نہ کرے۔(امام محمدی،ص۶۴،۶۵)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۷۷، رقم نمبر ۴۶ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۴۶. أَخْبَرَنَا مُحَمَّد بن عبيد الله الحنائي، والحسن بن أبي بكر، ومُحَمَّد بن عُمر القرشي قالوا: أَخْبَرَنَا مُحَمَّد بن عبد الله الشافعي، حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن يونس، حَدَّثَنَا ضرار بن صرد قال: حدثني سليم المقرئ، حَدَّثَنَا سُفْيان الثوري قال: قال لي حماد بن أبي سليمان: أبلغ عني أبا حنيفة المشرك أني بريء منه حتى يرجع عن قوله في القرآن.

جواب:

اس قول کی سند میں راوی ضرار بن صرد ہے، جو کہ کذاب ہے۔

(حاشیہ تاریخ بغداد، ج ۱۳،ص ۳۷۷)

اعتراض نمبر ۱۴:

یہی روایت دوسرے طریق سے بھی مروی ہے۔(امام محمدی ص ۶۵)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۷۷، رقم نمبر ۴۷ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۴۷. أخبرنا الحسين بن شجاع، أَخْبَرَنَا عُمر بن جعفر بن سلم، حَدَّثَنَا أَحْمَد بن علي الأبار، حدثنا عبد الأعلى بن واصل، حدثنا أبو نعيم – ضرار بن صرد قال: سمعت سليم بن عيسى المقرئ قال: سمعت سفيان بن سعيد الثوري يقول: سمعت حَمَّاد بن أبي سليمان يقول: أبلغوا أبا حنيفة

المشرک إنی من دینه بریء إلی أن یتوب. قال سلیم کان یزعم أن القرآن مخلوق.

جواب:

اس کی قول سند میں ایک راوی ضرار بن صرد ہے اس کو یحییٰ بن معین جھوٹا کہتے ہیں، امام نسائی نے کہا متروک ہے دارقطنی نے کہا ضعیف ہے۔

دوسرا راوی سلیم بن عیسیٰ المقری ہے، ابن معین نے کہا یہ کچھ نہیں، نسائی نے کہا ثقہ نہیں ہے۔ ذہبی نے اس کا ذکر میزان میں کیا ہے۔ (حاشیہ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۷۷)

ابو حفص فلاس نے کہا اس کی حدیث ضعیف ہے نسائی نے کہا ثقہ نہیں ہے۔

(کتاب الرد علی الخطیب لابن نجار، ص ۱۱۰)

اعتراض نمبر ۱۵:

حماد بن ابوسلیمان کے پاس امام صاحب آتے ہیں، انہیں دیکھتے ہی حضرت حماد کہتے ہیں نہ انہیں مرحبا کہا جائے نہ اہلاً کہا جائے، اگر وہ سلام کریں تو ان کے سلام کا جواب نہ دیا جائے ان کے لئے مجلس میں جگہ نہ دی جائے جب آپ آئے اور بیٹھے اور حماد نے کچھ بیان کیا تو امام صاحب نے اس کی تردید کی حضرت حماد نے ان پر کنکریاں پھینکیں۔

(امام محمدی، ص ۶۵)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۸، رقم نمبر ۴۸ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۴۸. أخبرنی عبد الباقی بن عبد الکریم قال: أَخْبَرَنَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ بن عُمر الخلال، حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن أَحمد بن یعقوب، حدثنی جدی قال: حدثنی علی بن یاسر، حدثنی عبد الرحمن بن الحکم بن شتر بن سلمان

عـن أبيـه – أو غيره وأكبر ظنى أنه عن غير أبيه – قال: كنت عند حماد بن أبـى سـليمان إذ أقبل أبو حنيفة، فلما رأه حماد، قال: لا مرحبا ولا أهلا، إن سـلـم فـلا تـردوا عـليـه، وإن جـلـس فـلا توسعوا له. قال: فجاء أبو حنيفة فـجلـس، فتكـلـم حماد بشيء، فرده عليه أبو حنيفة، فأخذ حماد كنا من حصى فرمى به.

جواب:

حماد بن ابی سلیمان حضرت امام ابوحنیفہ کے استاذ مکرم ہیں اور آپ کے مداحین میں سے ہیں دیکھئے امام ابن عبدالبر کی الانتقاء نیز اس قول کی سند اس طرح ہے، عبدالرحمٰن اپنے باپ حکم سے روایت کرتا ہے یا کسی اور سے، جب راوی خود ہی شک میں مبتلا ہے تو ایسی روایت کی حیثیت خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔

اعتراض نمبر۱۶:

حضرت شریک سے کہا گیا کہ کیا ابوحنیفہ سے توبہ کرائی گئی؟ کہا واہ، یہ واقعہ تو پردہ نشین عورتیں بھی جانتی ہیں۔ (امام محمدی، ص۶۵)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۸، رقم نمبر ۴۹ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

أخبـرنـا ابن رِزْق، أَخْبَرَنَا أَحْمَد بن جعفر بن سلم، أَخْبَرَنَا أَحْمَد بن على الآبـار، أَخْبَـرَنَـا أَحْـمَـد بن إبراهيم قال: قبل لشريک، أستيب أبو حنيفة؟ قال: قد علم ذاک العواتق فى خدورهن.

جواب:

اس قول کی سند میں قاضی شریک ہے یہ متکلم فیہ ہے، نیز امام ابن عبدالبر نے قاضی

شریک کوامام اعظم ابوحنیفہ کے مادحین میں بھی شمار کیا ہے (یعنی تعریف کرنے والوں میں سے)۔(الانتقاءص۱۹۳تا۲۲۹)

اعتراض نمبر ۱۷:

اور یہ بھی مروی ہے کہ یوسف بن عمر نے ان سے توبہ کرائی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ توبہ کرنے کے بعد پھر وہ لوٹ گئے اور خلق قرآن کے قول کو ظاہر کیا پھر دوبارہ توبہ کرائے گئے ان دونوں واقعات میں یہ تطبیق ہوسکتی ہے کہ ممکن ہے ایک مرتبہ یوسف نے توبہ کرائی ہو اور دوبارہ خالد نے کرائی ہو واللہ اعلم ۔(امام محمدی،ص ۶۵)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں ۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۷۸،رقم نمبر ۵۰ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۵۰ . أخبرنا ابن الفضل، أخبرنا ابن درستويه، حَدَّثَنَا يَعْقُوب بن سفيان حدثني الوليد قال: حدثني أبو مسهر، حدثني مُحَمَّد بن فليح المدني عن أخيه سليمان – وكان علامة بالناس –: أن الذي استتاب أبا حنيفة خالد القسري، قال: فلما رأى ذلك أخذ في الرأي ليعمى به.

وروى أن يوسف بن عمر استتابه، وقيل إنه لما تاب رجع وأظهر القول بخلق القرآن، فاستتيب دفعة ثانية فيحتمل أن يكون يوسف استتابه مرة، وخالد استتابه مرة والله أعلم.

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن جعفر بن درستویہ ہے گزشتہ کئی اسناد میں اس کا ضعیف ہونا بیان ہو چکا ہے، نیز اس کی سند میں دوسرا راوی محمد بن فلیح ہے ابن معین نے کہا **ليس بثقة** یہ کچھ بھی نہیں ہے، **واخوه سليمان مجهول** اور اس کا بھائی سلیمان مجہول ہے۔

ابوزرعہ نے کہالا اعرفه میں اس کونہیں پہچانتا۔(حاشیہ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۸۹)

امام ابن نجار کتاب الرد علی الخطیب میں فرماتے ہیں:

محمد بن خلیج المدنی کا ذکر ابوحاتم نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور کہا ہے کہ یحییٰ بن معین نے کہا کہ **لیس بثقة و قال ابو حاتم لیس بذلک القوی**۔ یہ ثقہ نہیں ہے ابوحاتم نے کہا یہ قوی نہیں ہے۔ اور اس کا بھائی سلیمان، اس کے متعلق ابوزرعہ نے کہا میں اس کو نہیں پہچانتا۔(کتاب الرد علی الخطیب ص ۱۱۱)

اعتراض نمبر ۱۸:

قیس بن ربیع کہتے ہیں امیر کوفہ یوسف بن عمر نے امام صاحب کو مصطبہ پر کھڑا کر کے کفر کے عقیدے سے توبہ کرائی۔ یہ روایت دوسری سند سے بھی روایت کی گئی ہے۔

(امام محمدی، ص ۶۵)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۹، رقم نمبر ۱۵ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۱۵. أخبرنا علی بن طلحة المقری والحسن بن علی الجوهری قالا: أَخبرنا عبد العزیز بن جعفر الخرقی، حدثنا علی بن إسحاق بن زاطیا، حدثنا أبو معمر القطیعی، حدثنا حجاج الأعور عن قیس بن الربیع قال: رأیت یوسف بن عثمان أمیر الکوفة أقام أبا حنیفة علی المصطبة یستیه من الکفر.

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی علی بن اسحاق زاطیہ ہے، خود خطیب نے اپنی تاریخ میں اس کے متعلق کہا "**لم یکن بالمحمود، و کان یقال انه کذاب**" یہ اچھا نہیں ہے کہا جاتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے۔ نیز اس کی سند میں دوسرا راوی حجاج بن اعور ہے، خود خطیب نے اس

کے متعلق کہا، خلط اس کا معاملہ مخلوط ہوگیا۔

نیز اس کی سند میں تیسرا راوی قیس بن ربیع ہے، اس کے متعلق حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا، **روی احادیث منکرۃ** اس نے منکر حدیثیں روایت کی ہیں، **وقال النسائی متروک الحدیث** ، امام نسائی نے کہا یہ متروک الحدیث ہے، **وقال یحیی بن معین ضعیف**، یحیٰی بن معین نے کہا یہ ضعیف ہے۔

وکان وکیع و ابن المدینی یضعفانه ، وکیع اور ابن المدینی دونوں اس کو ضعیف کہتے ہیں وقال الدارقطنی ضعیف، دارقطنی نے کہا ضعیف ہے، **ذکرہ الذھبی فی المیزان و تکلم علیه کثیرا**...(حاشیہ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۹۰)

ابن نجار فرماتے ہیں، ابن ابی حاتم نے قیس بن ربیع کو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ عبدالرحمٰن بن مہدی نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور امام احمد نے اس کو ضعیف کہا ہے اور کہا ہے کہ اس نے منکر روایات بیان کی ہیں اور ابن معین نے کہا اس کی حدیث کوئی شے نہیں ہے۔ اور ابن الجوزی نے بھی اس کو کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یحیٰی نے کہا کہ یہ کچھ نہیں اور کبھی کہا ہے یہ ضعیف ہے کبھی یہ کہا ہے کہ اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ امام احمد سے کہا گیا کہ لوگوں نے اس کی حدیث کیوں چھوڑ دی ہے تو فرمایا یہ شیعہ ہے، اور کثیر الخطاء ہے اور اس نے منکر روایات بیان کی ہیں۔، ابن المدینی اور وکیع اس کو ضعیف کہتے ہیں، دار قطنی نے کہا یہ ضعیف ہے، السعدی نے کہا ساقط ہے، نسائی نے کہا متروک الحدیث ہے۔

(کتاب الرد علی الخطیب لابن نجار، ص ۱۱۲)

اعتراض نمبر ۱۹:

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۹، رقم نمبر ۵۲ میں ایک قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۵۲ . أخبرنا الحسین بن مُحَمَّد – أخو الخلال – أخبرنا جبریل بن محمد المعدل – بهمذان – حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن جیویه النحاس حَدَّثَنَا

مَحْمُود بن غيلان، حدثنا يحيى بن آدم قال: سمعت شريكا يقول استثبت أبا حنيفة مرتين.

جواب:

اس کی سند میں شریک ہے اس پر پہلے بحث گزر چکی ہے۔ یہ درست نہیں۔

اعتراض نمبر۲۰:

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۹، رقم نمبر ۵۳ میں ایک قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۵۳. أخبرنا ابن الفضل، أخبرنا ابن درستويه، حَدَّثَنَا يَعْقُوب، حدثني الوليد ابن عتبة الدمشقي – وكان ممن يهمه نفسه – حَدَّثنا أبو مسهر، حَدَّثَنَا يَحْيَى بن حَمْزَة – وسعيد بن عبد العزيز جالس – قال: حدثني شريک بن عبد الله – قاضي الكوفة –أن أبا حنيفة استتيب من الزندقة مرتين.

ہمیں ابن فضل نے خبر دی، انہوں نے ابن درستویہ سے روایت کی، انہوں نے یعقوب سے روایت کی، انہوں نے کہا: مجھے ولید بن عتبہ الدمشقی نے خبر دی—اور وہ اپنے نفس کے بارے میں بہت حساس تھا—انہوں نے کہا: ہمیں ابومسہر نے روایت کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے روایت کی—اور سعید بن عبدالعزیز بھی وہاں موجود تھے—انہوں نے کہا: مجھے شریک بن عبداللہ (قاضی کوفہ) نے خبر دی: ''کہ امام ابوحنیفہ کو دو بار زندقہ (کفر یا دہریت) کے الزام پر توبہ کروائی گئی۔''

جواب:

اس کی سند درست نہیں، اس کی سند میں شریک بھی ہے اور ابن درستویہ بھی ہے ان کے

علاوہ بھی بعض راوی ہیں جو درست نہیں۔

اعتراض نمبر ۲۱:

شریک سے پوچھا جاتا ہے امام صاحب سے کس چیز کی توبہ کرائی گئی کہا کفر سے۔

(امام محمدی، ص ۶۵)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۷۹، رقم نمبر ۵۴ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۵۴ . أخبرنا علي بن مُحَمَّد بن عبد الله المعدل، أَخْبَرَنَا مُحَمَّد بن أَحمد بن الحسن الصواف، أخبرنا عبد الله بن أحمد بن حنبل – إجازة – حدثني أبو معمر قال: قيل لشريك: مم استتبتم أبا حنيفة؟ قال: من الكفر.

جواب:

اس قول سے استدلال درست نہیں کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی شریک بن عبداللہ ہے جو کہ سخت ضعیف ہے۔شریک بن عبداللہ کا تعارف ملاحظہ فرمائیں۔

شریک بن عبداللہ سخت قسم کا متکلم فیہ راوی ہے اور اس پر بہت سے ائمہ محدثین نے جرح کی ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

۱۔امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ''**لم يحتج به اكثر من اهل العلم بالحديث**''

یعنی اکثر اہل علم محدثین اس سے احتجاج نہیں کرتے۔

(سنن الکبریٰ للبیھقی ج ۱۰، ص ۱۷۲)

۲۔عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث قابل قبول نہیں ہے۔

۳۔علامہ جوزجانی اس کو ''**سئی الحفظ**'' اور ''**مضطرب الحديث**'' کہتے ہیں۔

۴۔ابراہیم بن سعید کہتے ہیں کہ ''**اخطاء شریک فی اربع مئة حدیث** ''یعنی شریک نے چار سو۴۰۰/احادیث میں غلطی کی ہے۔

(میزان ج ۲،ص ۲۷۰،تہذیب ج ۴،ص ۳۳۳)

۵۔علامہ جزائری المتوفی (۱۳۳۸ھ) لکھتے ہیں کہ ان کی حدیث مردود اور غیر مقبول ہے۔(توجیہ النظر ص ۲۵۲،بحوالہ احسن الکلام)

۶۔حافظ ابن حجر نے اس کو''**صدوق یخطی کثیر تغیر حفظه**'' لکھا ہے۔

(تقریب ص ۱۶۹)

۷۔یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں کہ''**شریک صدوق ثقة سئی الحفظ جدا**''

(تہذیب الکمال،ج ۱۲،ص ۴۷۱)

۸۔عبد الرحمٰن بن ابی حاتم نے امام ابو زرعہ سے شریک کے بارے میں سوال کیا۔''**یحتج بحدیث** ''توامام ابوزرعہ نے فرمایا کہ''**کان کثیر الخطاء صاحب وهم، وهو یغلط احیانًا**''(تہذیب الکمال،ج ۱۲،ص ۴۷۲)

۹۔عبد الرحمٰن بن شریک کا بیان ہے کہ''**کان عند ابی عشرة الف مسئلة عن جابر الجعفی وعشرة الاف عن لیث**''(تہذیب الکمال ص ۴۷۲)

۱۰۔امام ابن سعد فرماتے ہیں کہ''**وکان یغلط کثیرا**''(طبقات ج ۸،ص ۵۰۰)

۱۱۔ابوعبید اللہ فرماتے ہیں:

''**اردت ان اسمع من احادیث فقال قد اختلطت علی احادیثی وما ادری کیف هی فالح علیه ابو عبید الله فقال، حدثنا بما تحفظ ودر مالا تحفظ فقال اخاف ان تجرح احادیثی ویضرب بها وجهی**''

(تاریخ الدوری ج ۲،ص ۱۹۴)

۱۲۔امام ترمذی فرماتے ہیں کہ''**شریک کثیر الغلط**''

(ترمذی،ج ۱،ص ۹۴،رقم ۴۶)

۱۳۔امام سعدی فرماتے ہیں کہ ''**شریک سئی الحفظ مضطرب الحال مائل**'' (الکامل ابن عدی ج۴،ص۱۳۲۲)

۱۴۔امام دار قطنی فرماتے ہیں کہ ''**لیس بالقوی**''

(السنن دار قطنی ج۲،ص۱۵۰،رقم ۱۳۰۷)

۱۵۔علامہ شمس الدین ذہبی فرماتے ہیں کہ

''**لیس بالحجة**'' (الجرح والتعدیل ج۱،ص۲۲۴)

۱۶۔امام ازدی فرماتے ہیں کہ ''**کان صدوقا الانہ مائل عن القصد غالی المذهب سئی الحفظ کثیر الوهم مضطرب الحدیث**''

(تہذیب التہذیب ج۴،ص۳۳۷)

۱۷۔امام نسائی فرماتے ہیں کہ ''**لیس بالقوی**'' (تہذیب التہذیب ج۴،ص۳۳۶)

۱۸۔امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں کہ ''**له اغالیظ**'' (الجرح والتعدیل ج۴،ص۳۶۷)

ہم نے یہاں پرصرف اٹھارہ ائمہ کے اقوال نقل کیے ہیں اگر تلاش کیا جائے تو اور کئی ائمہ کے اقوال بھی مل سکتے ہیں۔ لہٰذا اتنے ائمہ کے اقوال کے پیش نظر اس راوی سے احتجاج درست نہیں جب کہ خود اس مذکورہ راوی شریک کا اپنا بیان ہے کہ ''**قد اختلطت علیّ احادیثی**''

شریک مدلّس بھی ہے:

اس کے علاوہ شریک بن عبداللہ مدلّس بھی ہے۔

۱۔عبدالحق الاشبیلی فرماتے ہیں کہ ''**کان یدلّس**''

۲۔امام یحییٰ بن القطان فرماتے ہیں کہ ''**وکان مشهورا بالتدلیس**''

(تہذیب التہذیب ج۴،ص۳۳۷)

ایسے راوی کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اس کے علاوہ اس قول کی سند کے دوسرے راوی

بھی درست نہیں اس کی سند میں دوسرا راوی محمد بن احمد بن الحسن الصواف ہے۔تیسرا راوی امام احمد بن حنبل کا بیٹا عبداللہ بن احمد بن حنبل ہے اس کے متعلق کتاب السنہ پر ایک نظر نامی کتاب مولفہ مولانا عبدالعلیم چترالی دیکھ لی جائے یہ بھی مجروح راوی ہے۔

چوتھا راوی ابومعمر ہے ہمارے خیال میں یہ عبداللہ بن عمرو المنقری البصری ہے اور یہ قدری ہے جرح وتعدیل کے اصول کے مطابق مخالف مذہب کی جرح قبول نہیں کی جاسکتی۔ اور ابومعمر کا سماع بھی شریک سے ثابت نہیں۔

جواب نمبر۲:

شریک نے یہ جو کہا ہے کہ میں نے ابوحنیفہ سے توبہ طلب کی تھی یہ بات درست نہیں کیونکہ شریک تو امام ابوحنیفہ کی وفات کے پانچ سال بعد قاضی بنا تھا۔تو اس کی طرف توبہ طلب کرنے کی نسبت کرنا تو امام ابوحنیفہ کی زندگی میں نہیں ہوسکتا۔(تانیب الخطیب خلاصہ)

اعتراض نمبر۲۲:

سفیان سے بھی امام صاحب کا بے دینی سے دومرتبہ توبہ کرنا مروی ہے۔

(امام محمدی،ص ۶۵)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۷۹،۳۸۰، رقم نمبر ۵۵ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۵۵ . أخبرنا ابن رِزْق، أخبرنا أحمد بن عبد الله الوراق، حدثنا أبو الحسن علی ابن اسحاق بن عیسی بن زاطیا المخرمی قال: سمعت إبراهیم بن سعید الجوهری یقول سمعت معاذ بن مُعَاذ. وأَخْبَرَنَا ابن الفَضْل، أَخْبَرَنَا عُثمان بن أحمد الدقاق، حَدَّثَنَا سهل بن أبی سهل

الواسطی، حَدَّثنا أبو حفص عمرو بن علی عمرو بن علی قال سمعت معاذ بن معاذ سمعت سفیان الثوری یقول: استثبت أبا حنیفة من الکفر مرتین.

جواب:

اس قول کی سند میں ابوالحسن علی بن اسحاق بن عیسیٰ بن زاطیا ہے جس کے متعلق خود خطیب نے کہا"**لم یکن بالمحمود**"، یہ اچھا نہیں ہے۔**و کان یقال انه کذاب** اور کہا گیا ہے یہ جھوٹا ہے نیز اس کی سند میں دوسرا راوی عثمان بن احمد الدقاق ہے۔ یہ بھی درست نہیں۔

اعتراض نمبر۲۳:

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۸۰، رقم نمبر ۵۶ میں ایک قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۵۶. وأخبرنا ابن رِزْق، أخبرنا ابن سلم، حَدَّثَنَا أَحْمَد بن علی الآبار، حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن یحیی، حدثنا نعیم بن حَمَّاد، حَدَّثَنَا یَحْیی بن سعید ومعاذ بن معاذ قالا. وأخبرنا ابن الفضل، أخبرنا ابن درستویه، حَدَّثَنَا یَعْقُوب، حَدَّثَنَا نعیم قال: سمعت معاذ بن معاذ ویحیی بن سعید یقولان: سمعنا سفیان یقول: استیب أبو حنیفة من الکفر مرتین. وقال یعقوب مرارًا.

جواب:

اس کی سند میں احمد بن علی الابار، نعیم بن حماد اور ابن درستویہ موجود ہیں، لہٰذا یہ قول مردود ہے۔

اعتراض نمبر۲۴:

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۸۰، رقم نمبر ۵۷ میں ایک قول اس طرح نقل کیا ہے۔

٥٧ . أخبرنا أبو نعيم الحافظ، حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن أَحمد بن الحسن، حَدَّثَنَا بشر بن مُوسَى، حَدَّثَنَا عَبْد الله بن الزبير الحميدى قال: سمعت مؤملا يقول: استتيب أبو حنيفة من الدهر مرتين.

ہمیں حافظ ابونعیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن احمد بن الحسن نے حدیث سنائی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن موسیٰ نے حدیث سنائی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن الزبیر الحمیدی نے کہا: میں نے مؤمل کو کہتے ہوئے سنا کہ: ''امام ابوحنیفہؒ سے دہر (قدری یا دہری عقیدہ) کے بارے میں دومرتبہ توبہ کروائی گئی۔''

جواب:

اس کی سند میں ابونعیم اور مومل بن اسماعیل واقعہ ہیں۔ ابونعیم امام صاحب سے بہت زیادہ تعصب رکھتے تھے اور مومل کو امام بخاریؒ نے منکر الحدیث کہا ہے۔

اعتراض نمبر۲۵:

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۸۰، رقم نمبر ۵۸ میں ایک قول اس طرح نقل کیا ہے۔

٥٨ . أخبرنا أبو سعيد الحسن بن مُحَمَّد بن عبد الله بن حسنويه الكاتب – بأصبهان – أخبرنا أبو محمد عبد الله بن محمد بن عيسى بن مزيد الخشاب، حَدَّثَنَا أحمد بن مهدى، حَدَّثَنَا عبد الله بن معمر، حدثنا مؤمل بن إسماعيل قال: سمعت سفيان الثورى يقول: إن أبا حنيفة استتيب من الزندقة مرتين.

جواب:

اس کی سند میں عبداللہ بن معمر ہے۔ اس کے متعلق میزان میں لکھا ہے:

قال الازدی متروک الحدیث. (میزان الاعتدال ج۲ص۵۰۷)

دوسری راوی مومل بن اسماعیل ہے۔

اعتراض نمبر۲۶:

اورفرماتے ہیں کہ ان سے ان کے ساتھیوں نے کئی اور مرتبہ کفر سے توبہ کرائی۔

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج۱۳،ص۳۸۱،رقم نمبر۵۹ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۵۹. وقال أحمد بن مهدی: حَدَّثنا أحمد بن إبراهيم، حدثنی سلم بن عبد الله، حدثنا جرير عن ثعلبة قال: سمعت سفيان الثوری – وذكر أبا حنيفة. فقال: لقد استنابه أصحابه من الكفر مرارا.

جواب:

اس کی سند میں ثعلبہ بن سہیل ہے۔میزان میں لکھا ہے:

قال ابن معین: ثعلبة بن سهيل ليس بشئ.

اعتراض نمبر۲۷:

سفیان بن عینیہ کہتے ہیں تین مرتبہ ان سے توبہ کرائی گئی۔(امام محمدی،ص۶۵)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج۱۳،ص۳۸۱،رقم نمبر۶۰ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۶۰. أخبرنا ابن رزق، أَخْبَرَنَا عُثمان بن أحمد الدقاق، حَدَّثَنَا حَنْبَل بن إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا الحميدی قال: سمعت سفيان – وهو ابن عيينة – يقول: استتيب أبو حنيفة من الدهر ثلاث مرات.

جواب:

امام ذہبی نے میزان میں اس سند سے ایک اثر ذکر کیا اور اس کی سند کو فرمایا، **وھذا الاسناد ظلمات** ، یعنی یہ سند اندھیر ہی اندھیر ہے۔ حالانکہ امام سفیان بن عیینہ امام اعظم ابوحنیفہ کے مداحین میں سے ہیں۔ (دیکھئے الانتقاء ص۱۹۳تا۲۹۹)

خود خطیب نے تاریخ میں بیان کیا ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے تھے کہ **رحم الله ابا حنيفه كان من المصلين اعنى انه كان كثير الصلاة۔**

(تاریخ بغداد، ج۱۳،ص۳۵۳)

اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ پر رحمت نازل کرے وہ نمازیوں میں سے تھے، یعنی بہت زیادہ نماز پڑھنے والے تھے، خطیب نے بیان کیا کہ سفیان بن عیینہ نے فرمایا، ہمارے وقت میں مکہ المکرّمہ میں کوئی شخص ایسا نہیں آیا، جو ابوحنیفہ سے زیادہ نماز پڑھنے والا ہو۔

(تاریخ بغداد، ج۱۳،ص۳۵۳)

خود خطیب نے ہی بیان کیا ہے کہ جناب سفیان بن عیینہ نے فرمایا "**ما مقلت عينى مثل ابى حنيفه**" (تاریخ بغداد، ج۱۳،ص۳۳۶)

کہ میری آنکھوں نے امام ابوحنیفہ کی مثل نہیں دیکھا۔

مذکورہ سطور سے واضح ہے کہ جناب سفیان بن عیینہ حضرت امام ابوحنیفہ کے زبردست مداحین میں سے ہیں۔

اعتراض نمبر۲۸:

سعید بن عبدالعزیز کہتے ہیں دو دفعہ امام صاحب سے توبہ کرنے کو کہا گیا۔

(امام محمدی،ص۶۵)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۸۱،رقم نمبر ۶۱ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۶۱ . أخبرنا ابن رزق، أخبرنا ابن سلم قال: حَدَّثَنَا الآبار، حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن يحِيى النَّيْسَابُورِى، حَدَّثَنَا نعيم بن حَمَّاد قال: قال يحيى بن حمزة وسعيد بن عبد العزيز: استتيب أبو حنيفة من الزندقة مرتين.

ہمیں ابن رزق نے خبر دی، انہوں نے ابن سلم سے روایت کی، انہوں نے الابار سے، انہوں نے محمد بن یحییٰ النیسابوری سے، انہوں نے نعیم بن حماد سے روایت کی، انہوں نے کہا: ''یحییٰ بن حمزہ اور سعید بن عبدالعزیز نے کہا: امام ابوحنیفہ کو زندقہ (کفر) کے الزام میں دوبار توبہ کروائی گئی۔''

جواب:

اس قول کی سند میں نعیم بن حماد ہے جو کہ روایت حدیث میں تو اگر چہ بعض لوگوں نے اس کو ثقہ کہا ہوگا۔لیکن امام ابوحنیفہ کے متعلق اس کی ساری حکایات من گھڑت ہیں۔

(میزان الاعتدال، ج ۴،ص ۳۶۹)

اعتراض نمبر ۲۹:

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۸۱،رقم نمبر ۶۲ میں ایک قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۶۲ . أخبرنا الحسن بن أبى بكر، أخبرنا عبد الله بن إسحَاق البغوى، حَدَّثَنَا الحسن بن عليل، حدثنا أحمد بن الحسين – صاحب القوهى – قال: سمعت يزيد بن زريع قال: استتيب أبو حنيفة مرتين.

جواب:

اس کی سند میں عبداللہ بن اسحاق البغوی ٹھیک نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۳۰:

عبداللہ بن ادریس بھی یہی کہتے ہیں انہی کا قول ہے کہ جو ایمان کو کم زیادہ ہونے والا نہ مانے وہ کذاب ہے۔(امام محمدی،ص ۶۵،۶٦)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۸۱،رقم نمبر ٦۳ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

٦۳ . أخبرنا ابن رزق والبرقانی قالا: أَخْبَرَنَا مُحَمَّد بن جعفر بن الهيثم الأنباری، حَدَّثَنَا جعفر بن مُحَمَّد بن شاكر، وأخبرنا الحسين بن الصوفی، أخبرنا محمد بن عبد الله الشافعی، حَدَّثَنَا جَعْفَر بن شاكر، حَدَّثنا رجاء — هو ابن السندی قال: سمعت عبد الله بن إدريس يقول: استتيب أبو حنيفة مرتين. قال: وسمعت ابن إدريس يقول: كذاب من زعم أن الإيمان لا يزيد ولا ينقص.

جواب:

اس قول کی سند میں محمد بن جعفر بن ہیثم انباری ہے،خود خطیب نے تاریخ میں اس کے متعلق بیان کیا ہے کہ **فيه بعض الشیٔ** (کتاب الرد علی الخطیب لا بن نجار،ص ۱۱۵)

اعتراض نمبر ۳۱:

اسد بن موسیٰ کہتے ہیں امام صاحب سے دو مرتبہ توبہ کرائی گئی۔(امام محمدی،ص ٦٦)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۸۱،رقم نمبر ٦۴ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۶۴. أخبرنا القاضي أبو بكر الحيرى، حدثنا أبو العباس مُحَمَّد بن يَعْقُوب الأصم قال: سمعت الربيع بن سليمان يقول: سمعت أسد بن موسى قال: استيب أبو حنيفة مرتين.

جواب:

اس قول کی سند میں اسد بن موسیٰ ہے اس کے متعلق ابن حزم نے کتاب الصبیہ میں کہا ہے منکر الحدیث ہے، ابوسعید بن یونس نے کہا **حدث باحادیث منکرة** ۔ کہ اس نے منکر روایات بیان کی ہیں۔ (حاشیہ، تاریخ بغداد، ج ۱۳، ۳۹۳)

اعتراض نمبر ۳۲:

حضرت عبداللہ امام احمد بن حنبل سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا امام ابوحنیفہ سے توبہ کرائی گئی فرمایا ہاں۔ (امام محمدی، ص ۶۶)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۸۲، رقم نمبر ۶۵ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

۶۵. أَخْبَرَنَا مُحَمَّد بن عبد الله بن أبان الهيتي، حَدَّثَنَا أَحْمَد بن سلمان النجاد، حَدَّثَنَا عَبْد الله بن أَحمد بن حنبل قال: قلت لأبي كان أبو حنيفة استتيب؟ قال: نعم.

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی محمد بن عبداللہ بن ابان الہیتی ہے خود خطیب نے اس کے متعلق بیان کیا ہے کہ **كان مغفلا مع خلوه من علم الحديث**۔ اس میں غفلت ہے علم حدیث سے بھی خالی ہے۔ (حاشیہ، تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۹۳)

علامہ ابن نجار فرماتے ہیں کہ خطیب نے خود ہی اپنے شیخ کے ترجمہ میں کہا ہے، **کان شیخًا مستورا صالحا قصیرا مقلا معروفا بالخیر و کان مغفلا مع خلوہ من علم الحدیث۔** (کتاب الرد علی الخطیب لابن نجار، ص۱۱۵)

اعتراض نمبر۳۳:

ابوبکر بن ابوداوٗد سجستانی ایک دن اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے تم اس مسئلہ میں کیا کہتے ہو؟ جس پر امام مالک اور ان کے اصحاب، امام شافعی اور ان کے اصحاب، امام اوزاعی اور ان کے اصحاب، امام حسن بن صالح اور ان کے اصحاب امام سفیان ثوری اور ان کے اصحاب، امام احمد بن حنبل اور ان کے اصحاب کا اجماع ہو گیا ہو۔ سب نے کہا اس سے زیادہ صحیح مسئلہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ کہنے لگے یہ سب کے سب امام ابوحنیفہ کے گمراہ ہونے پر متفق ہیں۔ (امام محمدی، ص٦٦)

ہم پہلے اس عبارت کا اصل متن مع سند کے نقل کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص۳۸۲، ۳۸۳، رقم نمبر٦٦ میں یہ قول اس طرح نقل کیا ہے۔

٦٦ . حَدَّثنا محمد بن علی بن مخلد الوراق – لفظا – قال فی کتابی عن أبی بکر محمد بن عبد الله بن صالح الأسدی الفقیه المالکی قال: سمعت أبا بکر بن أبی داود السجستانی یوما وهو یقول لأصحابه: ما تقولون فی مسئلة اتفق علیها مالک وأصحابه، والشافعی وأصحابه، والأوزاعی وأصحابه، والحسن بن صالح وأصحابه وسفیان الثوری وأصحابه، وأحمد بن حنبل وأصحابه؟ فقالوا له: یا أبا بکر لا تکون مسألة

أصح من هذه، فقال: هؤلاء كلهم اتفقوا على تضليل أبی حنیفة.

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی ابوبکر ہے جو کہ امام ابوداؤد کا بیٹا ہے پورا نام اس کا اس طرح ہے، عبداللہ بن سلیمان بن اشعث، اس کے متعلق ابن صاعد نے کہا کہ اس کے باپ کی بات ہی ہمارے لیے کافی ہے جوانہوں نے اس کے لیے کہی ہے کہ **ابنی هذا کذاب** میرا یہ بیٹا بڑا جھوٹا ہے، **فلا تأخذوا عنه** اس سے کوئی چیز نہ لو، ابراہیم اصبہانی نے کہا ابن ابوداؤد کذاب ہے۔

(حاشیہ، تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۹۴، کتاب الرد علی الخطیب لابن نجار ص ۱۱۵، ۱۱۶)

جرح کرنے والا جب خود ہی جھوٹا ہے تو اس کا ائمہ دین کی زبانی امام اعظم ابوحنیفہ کی تضلیل بیان کرنا بھی یقیناً جھوٹ ہے۔

نیز اس ابن ابی داؤد نے جس کو ائمہ نے کذاب کہا ہے، جن ائمہ کرام کے نام ابوحنیفہ کے خلاف استعمال کیے ہیں، ان ائمہ کرام کو امام محدث ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الانتقاء، ص ۱۹۳ تا ۲۲۹ میں امام ابوحنیفہ کے مادحین یعنی تعریف کرنے والوں میں سے شمار کیا ہے۔

نیز خود خطیب نے امام مالک سے امام ابوحنیفہ کی تعریف بیان کی ہے۔

(تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۳۸)

نیز امام شافعی سے بیان کیا کہ لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے بچے ہیں۔

(تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۴۶)

نیز خطیب نے تاریخ میں خود بیان کیا ہے کہ امام اوزاعی نے امام عبداللہ بن مبارک کو امام ابوحنیفہ سے علم حاصل کرنے کی تلقین کی ہے۔ (تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۳۸)

خطیب نے تاریخ میں بیان کیا کہ حضرت سفیان ثوری امام ابوحنیفہ کی تعظیم کے لیے

کھڑے ہو گئے اور ان سے معانقہ کیا اور امام صاحب کی تعریف بیان کی۔(خلاصہ)

(تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۴۱)

خطیب کی یہ روایات بھی اس ابن ابی داؤد کی تکذیب کرتی ہیں۔

☆......☆......☆

باب سوم

سیاستِ ابی حنیفہؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر۳:

ذکر ما حکی عن ابی حنیفة من رأیه فی الخروج علی السلطان.

امام صاحب سلطان اسلام پر چڑھائی کرنا جائز جانتے تھے

اعتراض نمبر۱:

اوزاعی فرماتے ہیں میرے پاس شعیب بن اسحاق، ابن ابی مالک، ابن علاق، ابن ناصح آئے اور کہنے لگے ہم نے امام ابوحنیفہؒ سے روایتیں کی ہیں آپ ان پر ایک نظر ڈال جایئے اب میں اور وہ لگے رہے یہاں تک کہ میں نے انہیں دکھا دیا کہ ان کی روایتوں میں ایک روایت سلطان پر چڑھائی کرنے کے جائز ہونے کی بھی ہے۔(امام محمدی ص۶۶)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی ابن درستویہ ہے اس کا اصل نام عبداللہ بن جعفر بن درستویہ ہے۔ یہ راوی وضاع اور کذاب ہے۔خطیب بغدادی نے خود مختلف ائمہ حدیث سے اس کے وضع حدیث کو درج کیا ہے۔امام ہبۃ اللہ بن حسن لالکائی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور بیان کیا ہے کہ جب اسے کہا جاتا کہ عباس الدوری سے حدیث روایت کرو ہم تجھے درہم دیں گے تو وہ جھوٹی حدیث روایت کر دیتا حالانکہ اس نے الدوری سے سماع نہیں کیا تھا۔اسی طرح امام برقانی نے بھی کہا ہے کہ ائمہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ وہ یعقوب بن سفیان سے کتاب التاریخ روایت کرتا تھا جس کا انہوں نے انکار کیا اور اس سے کہا کہ یعقوب نے اسے پہلے زمانہ میں بیان کیا تھا تم نے ان سے کب سے سماع کیا۔

(تاریخ بغداد ج۹،ص ۴۳۵،بحوالہ خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ ص ۴۱۴)

اعتراض نمبر۲:

ابن المبارک کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن اوزاعی کے پاس امام صاحب کا ذکر کیا تو مجھ سے انہوں نے منہ پھیرلیا۔ میں دوسری جانب سے ان کے سامنے آیا تو فرمانے لگے تو ایسے شخص کے پاس جاتا ہے جو امت محمد میں تلوار چلانی جائز جانتا ہے اور پھر ہمارے پاس آ کران کا ذکر کرتا ہے۔(امام محمدی ص ٦٦)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی ابوالشیخ الاصبہانی ہے۔ یہ ضعیف ہے۔اس کو الحافظ ابواحمد العسال نے ضعیف کہا ہے اور اس کا میلان اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ماننے والوں کی طرف تھا۔

اس قول کی سند میں دوسرا راوی عمر بن محمد الجوہری السندابی بھی ہے یہ بھی درست نہیں اس کی حدیث میں کچھ منکر باتیں ہوتی تھی۔

(بحوالہ خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ ص۴۱۴)

اعتراض نمبر۳:

ابووزیر کہتے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ بن مبارک کے پاس موجود تھے انہوں نے ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی تو ایک شخص کہنے لگا کہ ابوحنیفہؒ اس مسئلہ میں کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تیرے سامنے اللہ کے پیغمبر کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو میرے سامنے ایک ایسے شخص کا نام لیتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں تلوار چلانی جائز جانتا تھا۔(امام محمدی ص ٦٦،٦٧)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی الحاکم ہے اور یہ آخر عمر میں بدترین قسم کے اختلاط میں گرفتار ہوگیا تھا۔ نیز انتہائی متعصب تھا۔

اس قول کی سند میں دوسرا راوی عبداللہ بن محمود ہے یہ مجہول الصفت ہے۔

اس قول کی سند میں تیسرا راوی ابوالوزیر عمر بن مطرف ہے یہ بھی مجہول ہے۔

(بحوالہ خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ ص۴۱۵)

اعتراض نمبر۴:

عبداللہ بن مبارک نے ایک مرتبہ اوزاعی کے سامنے امام صاحب کا ذکر کیا رخصت کے وقت کہنے لگے مجھے کچھ وصیت کیجیے۔اوزاعی نے کہا میرا تو خود ارادہ تھا تم نہ کہتے جب بھی میں تمہیں سناتا۔تو ایسے شخص کی تعریفیں کرتا ہے جو امت محمد میں تلوار چلانی جائز جانتا تھا میں نے کہا پھر آپ نے مجھے خبر کیوں نہ دی؟ (امام محمدی ص ٦٧)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی دوما النعالی ہے۔اس کا اصل نام حسن بن حسین بن دوما النعالی ہے۔خطیب نے خود اس راوی کے متعلق لکھا ہے۔ **كان كثير السماع إلا أنه أفسد أمره بأن الحق لنفسه السماع فى أشياء لم تكن سماعه** ۔یہ کثیر السماع تھا مگر اس کے معاملہ میں فساد کا عمل دخل ہے کیونکہ یہ اپنی سنی ہوئی باتوں کے ساتھ ان چیزوں کو ملا دیتا تھا جس کا اسے سماع نہ ہوتا۔(تاریخ بغداد ج ۷ ص ۳۰۰)

اس راوی کے متعلق حافظ شمس الدین ذہبی نے میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۳۲ اور اپنی دوسری کتاب المغنی فی الضعفاء ج ۱ ص ۱۵۸ اور اپنی تیسری کتاب تاریخ الاسلام ج ۲۹ ص ۱۴۱ میں خطیب بغدادی کے ان جملوں یعنی اس جرح کی توثیق کی ہے اور اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی لسان المیزان جلد ۲ ص ۲۰۱ میں علامہ ذہبی کی اس تحقیق کو برقرار رکھا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ابن دوما النعالی اپنے پاس سے واقعات گھڑ کرآ گے بیان کرتا تھا۔ مگر ہمیں خطیب بغدادی پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس حقیقت کو جاننے کے باوجود اس راوی سے بیان کی گئی باتوں کے ذریعہ امام اعظم پر من گھڑت الزامات لگائے۔اس میں خطیب بغدادی کا تعصب اور تساہل دونوں کھل کر سامنے آ گئے ہیں۔

تاریخ بغداد میں اس راوی کی بعض کارستانیاں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)امام ابوحنیفہ کا عقیدہ ارجاء کی طرف دعوت دینا۔(تاریخ بغداد جلد ۱۳ص ۳۸۰)

(۲)حکمرانوں کے خلاف تلوار نہ اٹھانے والی حدیث کو حدیث حرافہ کہنا۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ص ۴۰۲)

(۳)سنت کو اپنی رائے سے پس پشت ڈالنا۔(تاریخ بغداد جلد ۱۳ص ۴۰۸)

(۴)ہر قبیلہ کے شرابی کا شراب فروخت کرنا قولِ ابوحنیفہ سے بہتر ہے۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۳ص ۴۱۷)

(۵)ابوحنیفہؒ حدیث میں یتیم تھے۔(تاریخ بغداد ج ۱۳ص ۴۴۳)

ہم نے یہاں پر نمونہ کے طور پر صرف پانچ قول پیش کئے ہیں جن کی سند میں یہ ہی راوی ہے۔امام ابوحنیفہ کے خلاف کئی اقوال کی سند میں یہ ہی راوی موجود ہوتا ہے۔

(بحوالہ خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ ص ۷۱،۷۲)

دوسرا راوی ابن سلم ہے۔یہ بھی ضعیف ہے۔

تیسرا راوی الابار ہے۔اس کا اصل نام احمد بن علی ابار ہے یہ ان راویوں میں سے ہے جن کو دعلج سوداگر وظیفے دیا کرتا تھا تا کہ ایسی روایتیں جمع کریں جو اصول وفروع میں اس کے مخالفوں کو زخم پہنچائیں۔ائمہ اہل حق کے متعلق بڑا منہ پھٹ، بدزبان ہے۔تاریخ بغداد خطیب میں امام صاحب کے مثالب ومعائب اکثر اس کے حوالے سے منقول ہیں۔جن

سے اس کا تعصب اور امام ابوحنیفہ سے عداوت صاف ظاہر ہے اور دشمن کی شہادت کسی کے نزدیک بھی معتبر نہیں۔ پھر ابار ہمیشہ امام ابوحنیفہ کی شان میں اس قسم کی خرافات مجہول راویوں اور جھوٹوں ہی سے نقل کرتا ہے۔

(بحوالہ خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ ص۱۰)

چوتھا راوی الحسن بن علی الحلوانی ہے۔ یہ متکلم فیہ ہے امام احمد بن حنبل اس کو پسند نہیں کرتے تھے۔ (بحوالہ خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ ص۴۱۵)

اعتراض نمبر۵:

ابواسحاق فزاری کہتے ہیں کہ میرے پاس عراق سے میرے بھائی کی موت کی خبر آئی میں ابراہیم بن عبداللہ طالبی کے ساتھ کوفہ پہنچا مجھے معلوم ہوا کہ وہ قتل کیا گیا ہے اور اس نے سفیان ثوری اور ابوحنیفہ سے مشورہ لیا تھا میں حضرت سفیان کے پاس آیا اور اپنے بھائی کی موت کی مصیبت کی خبر پہنچائی اور کہا اس نے آپ سے بھی کچھ پوچھا تھا کہا ہاں میرے پاس وہ آیا مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے اسے کہا نہ میں تمہیں سلطان پر چڑھائی کرنے کا حکم دیتا ہوں نہ منع کرتا ہوں پھر میں نے حضرت ابوحنیفہ سے جا کر پوچھا کہ میرے بھائی کو آپ نے کیا کہا تھا۔ کہا میں نے اسے فتویٰ دیا تھا کہ ضرور چڑھائی کرو، میں نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں نیک بدلہ دے کہنے لگے میری رائے تھی میں نے اس رائے کے خلاف انہیں ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنائی تو جواب دیا کہ یہ خرافات ہے یعنی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خرافات کہا۔ (امام محمدی ص ۶۷)

جواب نمبر ۱:

اس قول کی سند میں ایک راوی یزید بن یوسف الشامی ہے جس کے بارے میں ابن معین نے کہا کہ یہ ثقہ نہیں ہے۔ نسائی نے کہا کہ یہ متروک ہے۔

جواب نمبر۲:

پس اگر اس واقعہ کو بالفرض صحیح مان بھی لیا جائے تو اس کے قول ہذہ خرافۃ سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی طرف پھیرا جائے؟ بلکہ اس کی بات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ الفزاری نے جو حکایت بیان کی تھی یہ اشارہ اسی کی طرف دلالت کرتا ہے نہ کہ حدیث کی طرف ورنہ تو ہذہ کے بجائے ہذا ہوتا۔

الفزاری بہت غلطیاں کرنے والا تھا، جیسا کہ ابن سعد نے الطبقات میں اور ابن قتیبہ نے المعارف میں اور ابن ندیم نے الفہرست میں اس کی صراحت کی ہے۔ پس اس جیسا آدمی جب اندھیرے راستہ پر چلتا ہے اور بات کا مقصد واضح نہیں کرتا تو ہم اس کے دلی منشا کے مطابق کلام کو محمول کرنے کی طاقت نہیں رکھتے یعنی وہ معنی جب عالم وجود میں ظاہر نہیں ہوا۔ اور نہ ہی ہم اس کی بات اور اس کلام کی دلالت کو معلوم کر سکتے ہیں۔ تو پھر کیوں ہم اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے ائمہ میں سے کسی امام کی عزت کو داغ دار کریں۔ اگرچہ حدیث کا ذکر بعض اوقات معنی کے سمجھنے میں یا الفاظ کی روایت میں بکثرت اغلاط پائے جانے کی وجہ سے اس کی اغلاط سے پردوں کو ہٹا دیتا ہے۔ پس اس کا سکوت حدیث سے اس کی غلطی پر پردہ ڈالنے کے لئے ہوتا ہے ورنہ تو اس کے انکار کا کوئی معنی ہی نہیں۔ اس چیز کا ذکر کرنے میں اس کے لئے حجت قائمہ ہوتی ہے۔ اہل شام کی کتنی ہی احادیث ہیں جن کی نفی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کرتا ہے۔

فقاتِلُوا التی تبغی حَتّٰی تَفیء إِلَی أَمْرِ الله (پارہ ۲۶، سورۃ الحجرات آیت نمبر ۹)

تو باغیوں (زیادتی کرنے والوں) سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ (بحوالہ خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ ص ۴۱۶)

اعتراض نمبر ٦:

ابراہیم بن محمد فزاری کہتے ہیں کہ میرے بھائی ابراہیم فاطمی کے ہمراہ بصرہ میں قتل کئے گئے، میں ان کے ترکہ کو لینے کی غرض سے چلا امام صاحب سے ملاقات کی تو کہنے لگے کہ کہاں سے آرہے ہو اور کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے ان سے واقعہ بیان کیا کہ میں مصیصہ سے آرہا ہوں اور اپنے بھائی کی موت کی خبر سن کر آیا ہوں جو ابراہیم کے ساتھ قتل کیے گئے ہیں کہنے لگے کیا اچھا ہوتا کہ تو بھی اس کے ساتھ قتل کیا جاتا تیرے لیے بھی وہی بہتر تھا اس مکان سے جس سے تو آرہا ہے، میں نے کہا حضرت پھر آپ کو کس چیز نے روکا ہے کہ خود اس پر عامل نہیں ہوتے، کہنے لگے اگر میرے پاس لوگوں کی امانتیں نہ ہوتیں تو مجھے اس میں کوئی تامل نہ تھا۔ (امام محمدی ص ٦٧، ٦٨)

جواب:

اس قول کی سند میں ابن دستویہ ہے اس کی حالت کا بیان اور اس کی صراحت پہلے کئی دفعہ ہو چکی ہے کہ یہ راوی درست نہیں ہے۔

جواب نمبر ٢:

باوجود یہ کہ ان اخبار میں کمزوریاں ہیں۔ ہم انکار نہیں کرتے کہ بے شک ابوحنیفہ کا مذہب ظالموں اور ظالم حکمرانوں کے ساتھ قتال میں مشہور ہے، جبکہ ان کے ساتھ لڑائی میں مصلحت زیادہ غالب ہو، جیسا کہ ان کے مذہب کی کتابوں میں بالتفصیل مذکور ہے۔ اس لیے تو اوزاعیؒ نے کہا: ''ہم نے ابوحنیفہؒ کو ہر چیز پر برداشت کیا یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس تلوار کو لائے یعنی ظالموں کے ساتھ قتال کرنے میں، تو ہم نے اس کو برداشت نہ کیا''۔ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہر چیز میں سکوت نہ تھا۔

ابوبکر الرازیؒ نے کہا کہ زید بن علیؒ کے معاملہ میں اس (ابوحنیفہؒ) کا کردار مشہور ہے۔

اِن کا اِن کی طرف مال بھیجنا اور پوشیدہ طور پر اس کی مدد کے واجب ہونے کے اور اس کے ساتھ شریک ہو کر لڑائی کرنے کے فتوے دینا مشہور ہے۔ اسی طرح تھا اس کا معاملہ محمدؒ اور ابراہیمؒ کے ساتھ جو کہ دونوں عبداللہ بن الحسنؒ کے بیٹے تھے۔ اِن کا ابواسحاق الفزاریؒ کو کہنا جب کہ اس نے اِن کو کہا: ''آپؒ نے میرے بھائی کو ابراہیمؒ کے ساتھ ہو کر بغاوت کا مشورہ کیوں دیا تھا، یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا گیا؟'' تو انہوں نے کہا: ''تیرا بھائی جس کی طرف گیا ہے، وہ جگہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اس جگہ سے جس طرف تو گیا ہے۔''

ابواسحاقؒ بصرہ کی طرف چلا گیا تھا۔ پختہ بات ہے کہ ان کے اس انداز کو صرف ان ناتجربہ کار اصحابِ حدیث نے ہی برا سمجھا جنہوں نے الامر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو معدوم کر دیا تھا یہاں تک کہ ظالم لوگ مسلمانوں کے امور پر غالب آ گئے''۔

پھر اس نے ذکر کیا کہ حجاج بن یوسف کے خلاف چار ہزار (4000) قراء نے خروج کیا تھا جن میں بڑے بڑے تابعین اور فقہاء بھی تھے۔ پھر انہوں نے اہواز کے مقام میں عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعثؒ کے ساتھ ہو کر لڑائی لڑی۔ پھر بصرہ میں پھر فرات کے کنارے کوفہ کے قریب دیر الجماجم میں۔ اور وہ عبدالملک بن مروان کو معزول کرنا چاہتے تھے، اس پر لعنت کرتے اور اس سے برأت کا اظہار کرتے تھے۔ پس کیا کوئی دل میں خدا خوفی رکھنے والا آدمی ان حضرات کو ایسے گمراہ شمار کرے کہ ملت سے ہٹائے ہوئے ہوں، محض اس وجہ سے کہ وہ ظالم حکمرانوں کے خلاف تلوار اٹھانے کا نظریہ رکھتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ خواہشات کا ستیاناس کرے کہ وہ فضیلت کو بھی عیب بنا دیتی ہیں۔

بے شک ابوبکر الرازیؒ نے قاضی اور خلیفہ کے لیے عدالت کے شرط ہونے کے بارہ میں ابوحنیفہؒ کی رائے کی وضاحت میں تفصیل سے کلام کیا ہے۔ یہ اس نے: قال لا ینال عہدی الظالمین (البقرۃ:۱۲۴) کی تفسیر میں لکھا ہے۔ احکام القرآن کے اس حصہ کی طرف مراجعت

کریں۔ وہ اس کی عمدہ ابحاث میں سے ہے۔

زمخشریؒ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں امام ابوحنیفہؒ کی اس بارے میں رائے کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ابواسحاق الفزاریؒ سے درگزر سے کام لے، جب اس نے اپنے بھائی کوگم پا کر اپنا وزن کم کر دیا، تو فقیہ ملتؒ کے بارے میں ہر مجلس اور محفل میں زبان درازی شروع کر دی، یہاں تک کہ رشیدؒ کی مجلس میں بھی جیسا کہ آپ اس کا ذکر ابن ابی حاتمؒ کی الجرح والتعدیل کے مقدمہ میں پائیں گے۔ ایسی زبان درازی کرتا کہ نہ عقل اس کا ساتھ دیتی، اور نہ ہی شریعت اور عقل مند لوگ اس کے ساتھ چشم پوشی کا معاملہ کرتے تھے۔ اس لیے کہ ان کو اس کی ذاتی حالت معلوم تھی۔ امام ابوحنیفہؒ کا اس بارے میں زیادہ سے زیادہ قصور یہ تھا کہ جب اس کے بھائی نے ان سے فتویٰ طلب کیا تھا تو انہوں نے خدا تعالیٰ کی جانب سے دیئے گئے علم کے مطابق اس کو فتویٰ دیا تھا۔

(بحوالہ خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ ص ۴۱۶ تا ۴۱۸)

اعتراض نمبر ۷:

ابوعوانہ کہتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ مرجیہ تھے اور امت میں مسلمانوں پر تلوار چلانی جائز جانتے تھے۔ کسی نے کہا پھر حماد بن سلیمان کا کیا خیال تھا؟ جواب دیا کہ اس مسئلہ میں وہ ان کے بھی استاد تھے۔ (امام محمدی ص ۶۸، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۳۸)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی الحسن بن ابی بکر ہے اس کو ابن شاذان کہتے ہیں۔

خطیبؒ نے کہا: ''وہ نبیذ پیتا تھا۔'' ہوسکتا ہے کہ اس نے یہ روایت اس وقت بیان کی ہو جبکہ وہ نشہ میں ہو۔ اور اس کا دوسرا راوی ابراہیم بن محمد بن یحییٰ المزکی النیسابوریؒ جو ہے، اس

سے البرقانیؒ راضی نہ تھے۔اس کے حالات کی تفصیل خطیبؒ کے ہاں موجود ہے۔تیسرا راوی الہیثم بن جمیلؒ ہے اس کے بارے میں ابن عدیؒ نے کہا: ''وہ حافظ نہ تھا، ثقہ راویوں سے روایت کرنے میں غلطیاں کرتا تھا۔چوتھا راوی ابوعوانہ الوضاح ہے اور ابوعوانہ الوضاحؒ کے بارہ میں مجھے شک ہے کہ وہ ان دو مسئلوں کو پہچان بھی سکا ہو کہ وہ دو مسئلے کیا ہیں؟ (اس لیے کہ وہ اتنی سمجھ کا مالک نہیں تھا کہ ان مسائل کو سمجھ سکتا۔)

بے شک اس کے بارے میں سلیمان بن حربؒ نے کہا: وہ صرف اس قابل ہے کہ بکریاں چرائے۔''اس کا معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اس کو علی بن عاصمؒ نے جھوٹا کہا۔دونوں مسئلوں میں جو ہم نے بیان کر دیے ہیں، اتنی ہی تفصیل کافی ہے۔

(خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ ص۴۱۸، ۴۱۹)

اعتراض نمبر ۸:

ابواسحاق فزاری کہتے ہیں سفیان اور اوزاعی نے کہا اسلام میں کوئی شخص ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر بدشگون پیدا نہیں ہوا وہ مرجیہ تھے اور مسلمانوں پر تلوار چلانی جائز جانتے تھے۔ایک مرتبہ مجھ سے کہنے لگے ابواسحاق تم کہاں رہتے ہو؟ میں نے کہا مصیصہ میں، کہا اگر تم بھی وہیں جاتے جہاں تمہارے بھائی گئے تو بہتر ہوتا۔ابواسحاق کے بھائی نے بغاوت کی تھی اور اس پر مارے گئے تھے۔(امام محمدی ص ۶۸، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۳۸)

جواب:

اس واقعہ کا ایک راوی علی بن احمد الرزازؒ کا ایک بیٹا تھا جو اس کی کتابوں میں نئی سنی سنائی باتیں شامل کر دیتا تھا، جیسا کہ خطیبؒ نے نقل کیا ہے۔تو اب کیسے کیا اس کی روایت پر اعتماد ہوسکتا ہے؟ دوسرا راوی علی بن محمد بن سعید الموصلی ہے اور علی بن محمد بن سعید الموصلیؒ کو ابونعیمؒ نے جھوٹا کہا ہے۔ابن الفراتؒ نے کہا: ''یہ راوی اختلاط کا شکار تھا اور کوئی قابل تعریف نہ

تھا۔'' تیسرا راوی مسلم بن ابی مسلم عبد الرحمٰن الجرمیؒ ہے اس کو خطیبؒ نے ثقہ کہا ہے۔ لیکن ''اللسان'' (لسان المیزان) میں ہے کہ بے شک وہ بعض اوقات غلطیاں کر جاتا تھا۔ بیہقی نے کہا: ''وہ قوی نہ تھا۔'' ابوالفتح الازدیؒ نے کہا: ''وہ ایسی احادیث بیان کرتا تھا جن کا کوئی متابع نہیں پایا جاتا۔''

چوتھا راوی الفزاریؒ ہے یہ تعصب میں انتہائی درجہ کو پہنچا ہوا تھا۔ (علامہ کوثریؒ فرماتے ہیں) اگر یہ خبر ثوریؒ اور اوزاعیؒ سے ثابت ہو جائے تو دونوں صرف اس ایک کلمہ کی وجہ سے خواہش اور لاپرواہی کے گڑھے میں ایسے گر جائیں گے، (اور اٹھنے کی ہمت نہ رکھیں گے) جیسے ان دونوں کا مذہب ان دونوں کے بعد ایسا ناپید ہوا کہ مضبوط فقہ کے سامنے ان دونوں مذہبوں کے لیے اٹھنے کی ہمت نہ رہی۔

پھر حدیث میں ہے: ''**لا شـــؤم فـــي الإســـلام**'' (اسلام میں نحوست نہیں) تو ان حضرات نے یا تو یہ بات کہی ہی نہیں، اور اگر کہی ہے، تو حدیث کی مخالفت کی وجہ سے اس کا اعتبار نہیں۔

اگر فرض کر لیا جائے کہ نحوست ان تین چیزوں (عورت، سواری، مکان) جن کا ذکر حدیث میں ہے، کے علاوہ کسی اور چیز میں بھی پائی جاتی ہے۔ یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ ہمارے امامؒ منحوس ہیں، تو ان دونوں (ثوریؒ اور اوزاعیؒ) کو کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ نحوست کے سب سے اونچے درجے میں ہے۔ پس ان دونوں سے تصور نہیں کیا جا سکتا کہ ایسا کلمہ ان کی زبان سے نکلے، جس کے قائل کا ہر ایک کی جانب سے رد کیا جاتا ہو۔ اور اس امت میں تمام منحوسوں سے بڑھ کر منحوس ہونے کی پہچان تو صرف وحی کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتی ہے، اور وحی کا زمانہ تو ختم ہو چکا ہے۔ تو ایسے من گھڑت افسانہ پر میں کہا جا سکتا ہے کہ **لا حـــول ولا قوة الا بالله**. (خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ ص۴۲۰، ۴۲۱)

اعتراض نمبر۹:

قاضی القضاۃ ابو یوسفؒ سے سوال ہوتا ہے کہ آپ نے سنا ہوگا؟ اہل خراسان ابوحنیفہ کو جہمی اور مرجی کہتے ہیں کہا ہاں وہ سچے ہیں اور ابوحنیفہ سلطان اسلام کی بغاوت کو بھی جائز کہتے تھے ان سے کہا گیا آخر آپ بھی تو ان کے شاگرد ہیں آپ کا کیا خیال ہے کہنے لگے ہم ان سے صرف فقہ سیکھتے تھے نہ کہ دین کے کاموں میں ان کی تقلید کرتے تھے۔

(امام محمدی ص ۶۸، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۳۸)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی محمد بن الحسن بن زیاد النقاش ہے یہ شفاء الصدور کا مصنف النقاشؒ کذاب، گمراہ اور اللہ کی مخلوق میں سے گھٹیا لوگوں میں سے تھا۔ اور دوسرا راوی الدانی المقریؒ مشرق سے بہت دور علاقہ کا تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس پر اس کی بدنامیاں مخفی نہ ہوتیں۔

تیسرا راوی سعید بن سلم الباہلیؒ ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ اور تینوں مطبوعہ نسخوں میں سلم کی جگہ سالم ہے اور یہ غلطی ہے۔

ابو یوسفؒ اس جیسی فضول کلام سے بالکل بری ہیں۔ ہم متعصب جماعت کی شکایت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ ہی میں کرتے ہیں۔ آپ ان کو دیکھیں گے کہ کبھی کسی شخص کی جانب ایک بات منسوب کرتے ہیں اور کبھی اس کی ضد منسوب کرتے ہیں۔ پس انہوں نے یہاں ابو یوسفؒ کے بارہ میں بیان کیا کہ وہ ابوحنیفہ کو جہمیت کی طرف منسوب کرتے تھے، اور خود جہم کے مذہب سے بری تھے۔ دوسری جگہ انہوں نے خود امام ابو یوسفؒ کو جہمی شمار کیا ہے۔

العقیلیؒ نے امام ابو یوسفؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

حدثنا عبد الله بن الحسين النهيلى حدثنا احمد بن ابى سريج حدثنا

الحسن بن حكيم القرشي و كان يجالس احمد ويحيٰى واصحابنا سنين قال اخبرنا بقية قال اخبرني رجل من اهل العلم قد اشهد على ابي يوسف انه جهمي. (الضعفاء الكبير للعقيلي ج۴ ص ۴۴۳)

الحسن بن حکیم القرشی (اور وہ یحییٰ امام احمد کی مجلس میں بیٹھتے تھے) نے کہا: ہمارے اصحاب سنی تھے۔'' (پھر آگے اس نے) بقیہؒ کی سند نقل کر کے کہا کہ بقیہؒ نے کہا: ''مجھے اہلِ علم میں سے ایک آدمی نے بتلایا کہ بے شک وہ گواہی دیتا ہے کہ ابو یوسفؒ جہمی تھے۔

جب کسی واقعہ میں ابوحنیفہ اور اس کے اصحاب پر طعن اور عیب ہو تو ان حضرات کو سند میں کئی قسم کا کمزوریاں بھی کوئی نقصان نہیں دیتیں۔ آپ ان متعصبوں کو دیکھیں گے کہ وہ کبھی ابوحنیفہ اور محمد بن الحسن کو جہمی شمار کرتے اور ابو یوسفؒ کو جہم کے مذہب سے بری مانتے اور کبھی ان سب کو جہم کے مذہب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ بے شک ابوحنیفہؒ نے قرآن کریم کے بارہ میں جو کچھ کہا ہے حق ہی کہا ہے۔ اور وہ کلام نفسی کو قدیم کہتے ہیں جو باقی صفات کی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور جو کلام مخلوق کے ساتھ قائم ہے اس کو اسی طرح حادث مانتے ہیں جیسا کہ مخلوق کی ذات اور وصفات حادث ہیں اور جس آدمی نے اس قول کی وجہ سے ابوحنیفہ کو جہمیہ میں شمار کیا ہے تو اس نے ان پر بہت بڑا افتراء باندھا۔

اور اس نے جہم کے قول کو سمجھا ہی نہیں۔ اور رہا معاملہ ارجاء کا جس کی طرف ابوحنیفہ کی نسبت کرتے ہیں تو اس کی وجہ ان کا یہ قول ہے بے شک ایمان پختہ یقین اور کلمہ کا نام ہے اور عمل اس کا رکنِ اصلی نہیں ہے اور اگر ان کا یہ قول نہ ہوتا تو ساری امت کو ایمان سے خارج ماننا پڑتا۔ اس لئے کہ بے شک ان میں ہر ایک کسی نہ کسی وقت کسی نہ کسی عمل میں کوتاہی کر ہی جاتا ہے اور ایمان کے کسی رکن میں خلل ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔

بہرحال تلوار اٹھانا جس کا نظریہ ابوحنیفہ رکھتے تھے تو وہ حق کی تلوار ہے جو اہلِ باطل کے خلاف سونتی ہوئی تھی جبکہ اس کے ساتھ فیصلہ کرنا ضروری ہو جائے۔ پس اس حجت کے ساتھ مخالفین کا ظلم ظاہر ہو گیا۔

(بحوالہ خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ ص۴۲۱ تا ۴۲۳)

☆......☆......☆

باب چہارم

مسائلِ ابی حنیفہؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر۴:

ذكر ما حكي عنه من مستشنعات الا الفاظ الافعال.

امام صاحبؒ کے بدترین الفاظ اور اقوال کا بیان

اعتراض نمبر ۱،۲:

ابومطیع کہتے ہیں امام صاحبؒ نے فرمایا اگر جنت و دوزخ مخلوق ہیں تو وہ فنا بھی ضرور ہوں گی۔

یہی روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے۔ابومطیع نے کہا خدا کی قسم یہ جھوٹ ہے نجاد کہتے ہیں خدا کی قسم یہ جھوٹ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''**اکلها دائم** ''اس کی نعمتیں دوامی ہیں،ابن الفضل کہتے ہیں خدا کی قسم یہ جھوٹ ہے میں کہتا ہوں ابومطیع کا یہ مذہب ہے نہ کہ ابوحنیفہؒ کا اور ہر وہ شخص جو اس قول کا قائل ہو جھوٹا ہے۔(امام محمدی ص ۶۸)

جواب:

یہ نظریہ امام صاحبؒ کی کتاب فقہ اکبر کے بالکل خلاف ہے جس کے غلط ہونے میں اور امام کی طرف غلط منسوب کیے جانے میں ذرہ بھر بھی شک نہیں رہ جاتا، یہ محض آپ پر بہتان ہے نیز اس قول کی سند میں واقع محمد بن عباس خزاز ہے۔گزشتہ صفحات میں اس کا ضعف قدرے بیان ہو چکا ہے۔

دوسرے قول کا جواب:

اس کا جواب اعتراض نمبر ا میں مختصر طور پر ہو چکا ہے نیز اس کی سند میں عبداللہ بن عثمان بن الرماح ہے جو کہ متکلم فیہ ہے۔

اعتراض نمبر ۳،۴:

یوسف بن اسباط کہتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ کہا کرتے تھے کہ اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پا لیتے اور میں آپ کے زمانے میں ہوتا تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی میری بہت سی باتیں لیتے۔(اسحاق یہ بھی کہتے تھے کہ ابوحنیفہؒ کے پاس حدیث پہنچتی تھی اور باوجود اس کے بھی وہ اس کے خلاف کرنے سے چوکتے نہ تھے۔)

(امام محمدی ص ۶۹،امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۳۹)

جواب:

ایسی بات تو ایک عام مسلمان بھی نہیں کہہ سکتا پر امام المسلمین سید المجتہدین امام ابوحنیفہؒ ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہیں۔ یہ محض آپ پر بہتان ہے آپ کو بدنام کرنے کے لیے بدعقیدہ لوگوں کی یہ ساری کاروائی ہے۔خطیب نے خود تاریخ میں بیان کیا ہے ابن صباح سے کہ امام ابوحنیفہؒ تو صحیح حدیث پر عمل کرنے والے ہیں،اس کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے افعال واقوال پھر تابعین کے افعال واقوال سے سند لاتے ہیں پھر قیاس کرتے ہیں اور بہت خوبصورت قیاس کرتے ہیں۔(تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۴۰)

اور ابن حزم نے بیان کیا کہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کے نزدیک یہ طے شدہ بات ہے کہ ضعیف حدیث بھی قیاس سے بہتر ہے۔

تو جس امام کے نزدیک ضعیف حدیث بھی قیاس سے بہتر ہے وہ ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہیں۔(معاذ اللہ) نیز اس قول کی سند میں واقع راوی، یوسف بن اسباط،ضعیف ہے اس کے متعلق ابن ابی حاتم نے کہا ''**کان یغلط کثیر الا یحتج بحدیثه**'' یہ بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے اس کی روایت کے ساتھ دلیل نہ پکڑی جائے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۴۰۰)

یہاں پر اگر دو روایات بیان کردی جائیں تو نصیحت سے خالی نہیں بلکہ امام صاحبؒ کے منکرین کے لیے تازیانہ عبرت ہیں۔خطیبؒ نے تاریخ میں قیس بن ربیع سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ابوحنیفہؒ متقی پرہیزگار ہیں اور ایسی شخصیت ہیں جن سے حسد کیا گیا ہے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۴۰)

خطیب نے عبداللہ بن داؤد الخریبی سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ پر اعتراض دو قسم کے لوگ کرتے ہیں یا حسد کرنے والے یا جاہل۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۶۷)

امام ابوحنیفہؒ کی طرف ایسی غلط باتیں جو منسوب کی گئیں ہیں یہ سب انہیں جاہل یا حاسد لوگوں کی ہی کاروائی ہے تاکہ امام الائمہ کو بدنام کیا جا سکے۔

اعتراض نمبر ۵، ۶:

ابواسحاق فزاری کہتے ہیں میں ابوحنیفہؒ کے پاس آتا تھا ان سے مسائل پوچھتا تھا ایک مرتبہ ایک مسئلہ پوچھا انہوں نے فتویٰ دیا میں نے کہا اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں یوں یوں آیا ہے تو کہنے لگے **دعنا من هذا** ہمیں اس سے چھوڑ، اسے ہٹا۔ ایک مرتبہ اور ایک مسئلہ پوچھا انہوں نے جواب دیا، میں نے اس جواب کے خلاف ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کی تو کہا اسے سور کی دم سے کھرچ۔

(امام محمدی ص ۶۹، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۳۹)

جواب:

یہ بات حقیقت کے خلاف ہے اور حاسدین کا غلط پراپیگنڈہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ قطعی طور پر ان الزامات سے بری ہیں کیونکہ امام صاحبؒ کی کتب اور آپ کے تلامذہ کی کتب اس پر شاہد و ناطق ہیں کہ امام صاحبؒ اولاً قرآن مجید سے دلیل لیتے ہیں پھر حدیثِ نبوی سے پھر اصحاب رسول سے پھر تابعین کرام سے پھر قیاس کو دخل دیتے ہیں۔ یہ روایات حقیقت کے خلاف ہیں اگر سنداً صحیح بھی ہوتیں تب بھی قابلِ رد تھیں۔ لیکن ان کی سندیں بھی محفوظ نہیں ہیں۔ ان اسناد میں ابواسحاق فزاری ہے جس کا ضعیف ہونا گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔

علامہ کوثری فرماتے ہیں:

الفزاری نے اس چیز کا کیوں ذکر نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے کم عقیلی فقیہ ملت کی طرف لوٹتی

ہے اور وہ کون سی خبر تھی جس سے ابوحنیفہؒ نے اعراض کیا وہ کون سی خبر تھی جس کو کھرچ دینے کا انہوں نے حکم دیا تا کہ جماعت کو معلوم ہو جاتا (منصفانہ جائزہ ص ۴۳۵)

اعتراض نمبر ۷:

ابو اسحاق فزاری فرماتے ہیں ایک دن میں نے مسلمان بادشاہ اور مسلمانوں پر ہتھیار اٹھانے کے خلاف ابوحنیفہؒ سے ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کی تو کہنے لگے یہ واہیات ہے خرافات ہے۔(امام محمدی ص ۶۹)

جواب:

اس قول کی سند میں ابن دوما ہے اور حسن بن علی حلوانی ہے اور ابو صالح فراء ہے ابن دوما کے متعلق خطیب نے ترجمہ نمبر ۳۸۱۲ میں بیان کیا ہے کہ اس نے سنی ان سنی سب چیزیں ملا لیں جس وجہ سے اس نے اپنا امر خود خراب کر لیا ہے، ان سب کا ضعیف ہونا گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے وہیں پر ملاحظہ فرمائیں۔(کمافی حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۰۱)

اعتراض نمبر ۸:

علی بن عاصم کہتے ہیں ہم نے ابوحنیفہؒ کو اللہ ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سنائی کہنے لگے میں اسے نہیں مانتا میں نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے پھر بھی کہا میں نہیں مانتا۔

(امام محمدی ص ۶۹، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۳۹، ۴۰)

جواب:

اس قول کی سند میں علی بن عاصم ہے جس کے متعلق خود خطیب نے بیان کیا ہے کہ ابن معین نے کہا اللہ کی قسم علی بن عاصم، امام احمد بن حنبل کے نزدیک نہ ثقہ تھا اور نہ ہی آپ اس سے کوئی چیز بیان کرتے تھے۔(حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۰۲)

علامہ ابن نجار فرماتے ہیں کہ **منهم من انكر عليه كثرة الخطأ، والغلط..... منهم من تكلم فى سوء حفظه.** (کتاب الردعلی الخطیب ص ۱۱۹)

اعتراض نمبر ۹:

بشر بن مفضل کہتے ہیں میں نے ابوحنیفہؒ کے سامنے یہ حدیث بیان کی کہ نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرید وفروخت کرنے والے کو اختیار ہے جب تک کہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں یہ سن کر کہنے لگے یہ پلیدی ہے۔

جواب:

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ امام صاحبؒ نے اس حدیث کو رد نہیں کیا بلکہ معنی میں اختلاف کیا ہے یعنی امام صاحبؒ اور آپ کے تلامذہ کرام اس تفرق سے مراد تفرق بالاقوال مراد لیتے ہیں، جبکہ دوسرے حضرات بالابدان مراد لیتے ہیں، تو اس میں حدیث کا انکار کیسے ہوگیا۔ اس مسئلہ کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے امام المحدثین حضرت امام جعفر طحاویؒ کی کتاب شرح معانی الآثار کی طرف رجوع کریں ان شاء اللہ تعالیٰ کافی تسلی و تشفی ہوگی۔

اس قول کی سند میں محمد بن ابی نصر الفرسی ہے جس کے متعلق خود خطیب نے کہا ہے۔ یہ غالی شیعہ ہے۔

اس قول کی سند میں ایک راوی احمد بن محمد بن سعید الکوفی بھی ہے جو کہ ابن عقدہ ہے، خود خطیب نے اس کے متعلق بیان کیا ہے کہ اس نے منکرات اور منقطع روایات بیان کی ہیں اور مشائخ بغداد اس کے بارے کہتے تھے ''**انه كان لايتدين بالحديث**'' اور دارقطنی نے کہا **رجل سوء** برا آدمی ہے۔ عمر بن حیویہ نے کہا اصحاب رسول کے خلاف طعن کرنے والا آدمی ہے۔ (ملخصاً) (حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۰۲، کتاب الردعلی الخطیب ص ۱۲۰)

اعتراض نمبر ۱۰:

میں نے ایک اور حدیث بیان کی کہ قتادہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس یہودی نے ایک لونڈی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا ہے اس کا سر بھی ایک پتھر پر رکھ کر دوسرے پتھر سے کچل دیا جائے تو کہنے لگے یہ بکواس اور ہذیان ہے۔) (امام محمدی ص ۶۹، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۰)

جواب:

اس قول کی سند میں بھی وہی دو ضعیف راوی موجود ہیں، کیونکہ اس اعتراض نمبر ۱۰ میں جو حدیث بیان کی گئی وہ بھی پچھلی سند کے ساتھ ہی متعلق ہے۔

ان دونوں اعتراضوں کا تفصیلی جواب بھی ملاحظہ فرمائیں:

اس قول کی سند میں ایک راوی ابن بہتہ محمد بن عمر بن محمد بن بہتہ بزار شیعی ہے۔ جس پر خطیب نے خود جرح کی ہے اس کے بعد دوسرا راوی ابن عقدہ کوفی کٹر شیعی ہے جس پر خطیب نے سخت جرح کی ہے تو اس کی روایت پر اعتماد کرنا اسے کب جائز ہے؟ اس کے بعد تیسرا راوی ابوبکر بن الاسود ہے جس کے متعلق ابن معین بری رائے رکھتے تھے۔ پس ہذیان بکنے والے وہی لوگ ہیں جو ایسی مہمل سند سے امام ابوحنیفہؒ کی طرف اس قسم کی بے ہودہ بکواس کو منسوب کرتے ہیں۔

اور نفس مسئلہ کی تحقیق ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ امام صاحبؒ نے حدیث **المتباعیان بالخیار مالم یتفرقا** کو ہرگز رد نہیں کیا بلکہ ان لوگوں کے قول کو رد کیا ہے جو تفرق سے جسمانی مفارقت مراد لیتے ہیں اور خیار سے خیار مجلس ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ امام صاحبؒ کے نزدیک تفرق سے گفتگو کا ختم ہو جانا اور خیار سے خیار رجوع مراد ہے۔ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جب تک بائع اور مشتری ایجاب وقبول سے فارغ نہ ہو جائیں ہر ایک کو اپنے قول سے رجوع کا اختیار ہے۔ مثلاً خریدار نے کہا کہ میں اس مال کو سو روپیہ میں خریدتا ہوں تو

جب تک بائع یہ نہ کہے کہ میں نے بیچ دیا۔خریدار اپنی بات کو واپس لے سکتا ہے۔

تفرق کا استعمال تفرق بالاقوال پر قرآن وحدیث میں بکثرت وارد ہے۔

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا وما تفرق الذين اوتوا الكتاب الا من بعد ما جاء تهم البينة وان يتفرقا يغن الله كلا من سعته

اوراس کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ نص قرآنی **إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ منكم** سے عاقدین کی باہمی رضامندی کے تحقق کے بعد ہر ایک کو مبیع اور ثمن میں تصرف کی اجازت معلوم ہورہی ہے۔اس پر خبر واحد سے خیار مجلس کا اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔پس یا تو تفرق کو تفرق بالاقوال پر محمول کیا جائے اور خیار سے خیار رجوع مراد لیا جائے یا اس کو محض استحباب پر محمول کیا جائے جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ کی ایک حدیث کے الفاظ سے ایسا ہی واضح ہوتا ہے (ملاحظہ ہو بخاری) پھر تفرق بالابدان سے عقد کا کامل ہو جانا شریعت میں معروف نہیں بلکہ اس کی تاثیر تو عقد کو فاسد کر دینا ہے جیسا بیع صرف میں مبیع یا ثمن پر پہلے اور بیع سلم میں راس المال پر قبضہ سے پہلے بیع فاسد ہو جاتی ہے تو حدیث کو تفرق بالابدان پر محمول کرنے سے اصول معروفہ کی بھی مخالفت لازم آتی ہے اور کتاب اللہ پر بھی خبر واحد سے زیادتی لازم آتی ہے اور تفرق بالاقوال پر محمول کرنے سے نہ اصول کی مخالفت لازم آتی ہے، نہ کتاب اللہ پر زیادت۔اب اہل علم خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا قول قوی ہے یا دوسرے علماء کا؟ اس مسئلہ میں حنفیہ کے پاس بڑے قوی دلائل موجود ہیں جس کو تفصیل کا شوق ہو تو **عقود الجواهر المنفية فى ادلة مذهب الإمام ابو حنيفه السيد مرتضى الزبيدى** اور **احكام القرآن للجصاص الرازى** کا مطالعہ کرے۔ان دونوں نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ اس مسئلہ پر کلام کیا ہے ہم اوپر بتلا چکے ہیں کہ امام مالک بھی اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہیں اور جس بات پر امام اہل عراق اور امام اہل حجاز دونوں متفق ہو جائیں اس کو کمزور سمجھنا اپنی عقل وفہم کی کمزوری کا اعلان کرنا ہے۔

حدیث رضخ راس الیہودی بین حجرین:

رہی دوسری حدیث تو اس کو بھی امام صاحبؒ نے رد نہیں کیا بلکہ منسوخ مانا ہے کیونکہ بعد میں جنگ خیبر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ کو حرام کر دیا تھا۔ (مثلہ اس کو کہتے ہیں کہ کسی کو اس طرح قتل کیا جائے جس سے اس کی صورت بگڑ جائے جیسے ہاتھ، پیر، کان، ناک کاٹنا یا آگ سے جلا دینا یا پتھر سے کچل دینا) تو جن احادیث میں مثلہ کے ساتھ قتل وارد ہوا ہے۔ اس کو ممانعت سے پہلے زمانہ پر محمول کرنا لازم ہے۔ اس سے کسی عاقل کو انکار کی گنجائش نہیں۔ اسی لیے جب امام حسن بصریؒ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت انس بن مالکؓ صحابی نے حجاج بن یوسف کے سامنے عرینین والی حدیث بیان کی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان لوگوں کو ہاتھ پیر کاٹ کر تپتی دھوپ میں ڈال دینا اور آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دینا مذکور ہے تو ان کو بہت رنج ہوا اور فرمایا کاش! حضرت انسؓ یہ حدیث حجاج کے آگے بیان نہ کرتے (کیونکہ اس کو اس سے کیا بحث کہ یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے اور ممانعت مثلہ سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ اس لیے کیا تھا کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہوں کے ساتھ ایسی بے دردی کا معاملہ کیا تھا۔ حجاج جیسے ظالم کو تو یہ حدیث مخلوق پر ستم ڈھانے کے لیے بہانہ بن جائے گی) مگر حضرت انس بن مالکؓ کی سو سال سے زیادہ ہو گئی تھی، یہ حدیث انہوں نے اخیر عمر میں بیان کی ہے اس وقت وہ حجاج سے یہ کہنا بھول گئے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اب اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام مالکؒ نے موطا میں اس حدیث کو نہیں لیا کیونکہ **الصحابة کلھم عدول** (صحابہ سب کے سب عادل ہیں) کا یہ مطلب نہیں کہ عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کو سہو و نسیان بھی پیش نہیں آ سکتا۔ آخر وہ بھی بشر ہیں۔ زیادہ لمبی عمر کے آثار ان پر بھی طاری ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ یہ حدیث بھی جس میں ایک یہودی کے سر کو دو پتھروں کے درمیان کچلنے کا ذکر ہے۔ حضرت انسؓ نے اخیر عمر ہی میں بیان فرمائی ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ

صرف مقتول لڑکی کے بیان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے بدلہ لیا۔ گو ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ یہودی نے قتل کا اقرار کر لیا تھا اس کے بعد اس سے بدلہ لیا گیا۔ مگر اقرار والی حدیث میں قتادہ کا عنعنہ ہے اور اس کا عنعنہ محدثین کے نزدیک مقبول نہیں۔ یہ تو اس حدیث کی سند پر کلام تھا مگر پھر بھی امام ابو حنیفہؒ نے اس کو رد نہیں کیا بلکہ ممانعت مثلہ کی حدیث سے اس کو منسوخ مانا ہے اور حدیث ''**لا قود الا بالسیف**'' پر فتویٰ دیا ہے کہ قصاص تلوار ہی سے لیا جائے، آگ یا پتھر وغیرہ سے قصاص نہ لیا جائے گو قاتل نے کچھ ہی کیا ہو۔ اسی لیے حنفیہ نے اس حدیث کے اس جملہ پر عمل نہیں کیا جو قتادہ کی ایک روایت میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اونٹوں کے پیشاب پینے کا مشورہ دیا۔ کیونکہ یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اخیر عمر میں بیان کی ہے جب کہ حافظہ کمزور ہو گیا تھا اور اگر اس کو صحیح مان لیا جاوے تو اس سے اونٹ کے پیشاب کی طہارت ثابت نہ ہو گی۔ بہت سے بہت یہ ثابت ہو گا کہ بیماری میں حرام چیز سے بھی دوا کر سکتے ہیں جب اور کوئی چیز نافع نہ ہو۔

اعتراض نمبر ۱۱:

ابو حنیفہؒ کے پاس ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی گئی کہ پچھنے لگانے والے اور جس نے پچھنے لگوئے ان دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ کہا یہ پرندے کی بولی ہے۔ (امام محمدی ص ۶۹، امام ابو حنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۰)

جواب نمبر ۱:

اس کی اسناد میں عبد الصمد بن حبیب ازدی ہے جس کو امام بخاریؒ لین الحدیث قرار دیا ہے یعنی کمزور حدیث والا، خطیب نے اس کی سند سے ایک حدیث ذکر کر کے اس کو منکر قرار دیا ہے۔

جواب نمبر۲:

حدیث **افطر الحاجم والمحجوم** کو اکثر محدثین نے جن میں یحییٰ بن معین بھی ہیں ثابت نہیں مانا (ملاحظہ ہو نصب الرایہ) اور جن کے نزدیک ثابت بھی ہے وہ اس کو منسوخ کہتے ہیں کیونکہ دوسری صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں پچھنے لگوائے ہیں اور جو حضرات منسوخ نہیں کہتے وہ اس میں تاویل کرتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ حاجم اور محجوم اپنے کو خطرہ میں ڈالتے ہیں کیونکہ حاجم تو خون چوستا ہے اندیشہ ہے کہ اس کے حلق میں پہنچ جائے اور محجوم خون نکلوا کر کمزور ہو جاتا ہے، اندیشہ ہے کہ ضعف بڑھ جانے سے روزہ پورا نہ کر سکے۔ ہمارے نزدیک منسوخ کا قول زیادہ راجح ہے۔

اعتراض نمبر۱۲:

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ کا ایک فیصلہ اور ان کا ایک قول ابوحنیفہؒ کے سامنے ولاء کے بارے میں پیش کیا گیا تو کہنے لگے یہ شیطان کا قول ہے۔

اعتراض نمبر۱۳:

عبدالوارث کہتے ہیں میں مکہ شریف میں تھا وہاں ابوحنیفہؒ بھی آئے میں ان کے پاس آیا اور چند اور آدمی بھی ان کے پاس تھے ایک شخص نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا انہوں نے جواب دیا اس نے کہا اس کے خلاف حضرت عمرؓ کا فتویٰ ہے کہا وہ شیطان کا قول ہے میرے منہ سے بے ساختہ بڑے تعجب سے سبحان اللہ نکل گیا تو ایک اور شخص نے کہا تعجب نہ کیجئے ابھی ابھی ایک اور شخص آیا تھا اس نے ایک مسئلہ پوچھا تھا انہوں نے جواب دیا اس نے کہا اس کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو کہنے لگے یہ پرندے کی بولی ہے اب تو میں نے کہا توبہ توبہ آئندہ کبھی اس مجلس میں نہ آؤں گا۔

(امام محمدی ص ۷۰، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۰، ۴۱)

جواب:

دونوں اعتراضوں کا اکھٹا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

اس واقعہ کو خطیب نے دوسندوں سے روایت کیا ہے ایک میں تو ابن رزق، ابن سلم، ابار، ابومعمر قدری موجود ہیں، جن پر کلام گزر چکا ان کی راویت ہرگز معتبر نہیں۔ دوسری سند میں خطیب کے سوا اور کوئی مجروح نہیں۔ مگر عبدالوارث کا یہ لفظ کہ ابوحنیفہؒ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ نقل کیا گیا۔ سند کو مقطع کر رہا ہے۔ اس نے یہ نہیں بتایا کہ ناقل کون تھا؟ نہ یہ کہتا ہے کہ یہ واقعہ اس کے سامنے کا ہے، نہ یہ کہتا ہے کہ میں نے ابوحنیفہؒ کا یہ جواب خود سنا ہے۔ نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو بیان کرتا ہے کہ وہ کیا تھا؟ ممکن ہے وہ کوئی ایسا ہی غلط فیصلہ ہو جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کوئی وضاع، کذاب، دجال، شیطان ہی منسوب کر سکتا ہے؟ وضاعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑے جھوٹ بولے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے ہاتھ سے بچے رہتے۔ امام ابوحنیفہؒ صحابہ رضی اللہ عنہم کی خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جس قدر تعظیم و احترام کرتے تھے۔ اگر ان سب روایات کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم دفتر تیار ہو جائے۔ دنیا جانتی ہے کہ امام صاحبؒ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کو حجت مانتے ہیں اور ان کے اقوال سے باہر جانے کو ناجائز کہتے ہیں حالانکہ بعض فقہاء جن میں خطیب بغدادی اور ان جیسے بعض شافعیہ بھی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال کو حجت نہیں جانتے۔ وہ امام ابوحنیفہؒ ہی تو تھے جن سے خلیفہ ابوجعفر منصور نے جب یہ پوچھا کہ آپ نے یہ علم کس سے لیا تو فرمایا میں نے یہ علم حماد سے لیا ہے اس نے ابراہیم نخعی سے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اصحاب سے لیا ہے۔ جیسا کہ تاریخ بغداد ص۳۳۴ میں خطیب نے صحیح سند کے ساتھ خود ہی بیان کیا ہے۔ اس کے بعد کیا کسی عاقل کی عقل باور کر

سکتی ہے کہ امام صاحبؒ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کسی قول کو شیطان کا قول کہہ سکتے ہیں؟ ہاں کوئی غلط بات یا غلط فیصلہ کسی کمزور راوی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہو اس راوی کو شیطان کہہ دیا ہوگا۔ اس تاویل کی ضرورت بھی اس وقت ہے جب کہ اس لفظ کا ثبوت ہو جائے۔ ہنوز اسی میں کلام ہے کیونکہ دو سندوں میں سے ایک تو بالکل ساقط ہے، دوسری میں عبدالوارث نے صیغہ انقطاع استعمال کیا ہے جس سے سند کا اتصال ختم ہو گیا۔ افسوس یہ ہے کہ انقطاع، جہالت وغیرہ علتیں جو سند کو ہر جگہ محدثین کے نزدیک معلول اور نا قابل قبول بنا دیتی ہیں، امام ابوحنیفہؒ کی مذمت میں یہ علتیں اپنا کچھ اثر نہیں دکھاتیں۔ خطیب جیسے محدثین بے دھڑک ان مہملات کو روایت کرتے جاتے ہیں اور کچھ کلام نہیں کرتے حتیٰ کہ امام بخاری بھی تاریخ صغیر میں اسماعیل بن عرعرۃ مجہول الحال سے امام صاحبؒ کی خدمت میں ایک حکایت نقل کر جاتے ہیں، اور نہیں خیال کرتے کہ اول تو اسماعیل بن عرعرہ مجہول ہے پھر اس کے اور امام صاحبؒ کے درمیان مسافت طویل ہے جس کی وجہ سے غیر منقطع اور معلول وغیر مقبول ہے۔ مگر ابوحنیفہؒ کی مذمت میں ہر خبر قابل قبول ہے چاہے فاسق و فاجر ہی کی روایت ہو پھر عبدالوارث عبری فرقہ قدریہ میں سے ہے اور بصرہ کے قدریوں کو امام ابوحنیفہؒ سے خاص طور پر انحراف تھا کیونکہ امام صاحبؒ اپنے ابتدائی دور میں مناظرہ اور علم کلام کے ماہر تھے اور بار ہا بصرہ جا کر خارجیوں اور قدریوں سے مناظرہ کرتے اور ان کا ناطقہ بند کرتے تھے۔ اس لیے کسی خارجی یا قدری کا قول امام صاحبؒ کے متعلق قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ دشمن کی بات اس کے مخالف کے حق میں کوئی بھی نہیں مان سکتا۔

اعتراض نمبر ۱۴:

یحییٰ بن آدم کہتے ہیں ابوحنیفہؒ کے سامنے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان ہوتی ہے کہ وضو آدھا ایمان ہے تو کہنے لگے پھر تو دو دفعہ وضو کر لو پورے ایمان

دار بن گئے ۔ یحییٰ بن آدم کہتے ہیں وضو کا نصف ایمان ہونا یہ ہے کہ وہ نصف نماز ہے اور نماز کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کہا ہے قرآن پاک میں ہے ''**ما کان الله لیضیع ایمانکم** '' اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا یعنی تمہاری نماز کو۔ اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نماز بغیر وضو کے قبول نہیں ہوتی تو وضو کا آدھا ایمان ہونا ثابت ہو گیا کیونکہ نماز بے ایمان اور نماز بے وضو کے پوری نہیں ہوتی ۔)

ایک مرتبہ ابوحنیفہؒ سے یہ قول بیان کیا جاتا ہے کہ ''**لا ادری** '' میں نہیں جانتا کہنا آدھا علم ہے تو کہا پھر دو مرتبہ ''**لا ادری** '' کہہ دو پورے عالم ہو جاؤ گے یحییٰ کہتے ہیں کہ ''**لا ادری** '' کو نصف علم اس لئے کہا گیا ہے کہ علم میں یا تو ''**ادری** '' یعنی میں جانتا ہوں ہے یا ''**لا ادری** '' میں نہیں جانتا ہوں ہے، تو ایک ایک کلمہ آدھا آدھا علم ہو گیا۔

(امام محمدی ص ۷۰، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۱)

جواب:

اس قول کی یہ سند منقطع ہے۔ یحییٰ بن آدم نے امام صاحبؒ کو نہیں پایا جو صیغہ وہ استعمال کر رہا ہے وہ صیغہ انقطاع ہے۔ ایسی مہمل سند سے کسی مسلم امام پر جرح کرنا خود اپنے کو مجروح کر دیتا ہے۔

یہ تو سند پر کلام تھا۔ ''**لا ادری نصف العلم** '' حدیث نہیں ہے بعض صحابہؓ کا قول ہے اگر کسی کمزور راوی نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بنا دیا ہو تو اس کا رد ضرور کیا جائے۔ اس طرح ''**الطهور شطر الایمان** '' کے نزدیک ضعیف حدیث ہے۔ ممکن ہے امام صاحبؒ بھی اس کو صحیح نہ مانتے ہوں۔ مگر جو الفاظ تاریخ خطیب میں ان کی طرف منسوب کیے گئے وہ ہرگز امام صاحبؒ کی زبان سے نہیں نکل سکتے۔ امام ابوحنیفہؒ کا عام لوگوں کے ساتھ گفتگو میں شائستہ اور مہذب ہونا مشہور و معروف ہے، ان کی متانت و وقار کا سب کو اقرار ہے وہ کسی حدیث پر ایسے ناشائستہ الفاظ سے ہرگز کلام نہیں کر سکتے تھے۔

اعتراض نمبر۱۵:

سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں اللہ پر جرأت کرنے والا میں نے ابوحنیفہؒ سے زیادہ کسی کونہیں دیکھا وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے سامنے مثالیں بیان کیا کرتے تھے اور بڑی بے پرواہی سے انہیں رد کر دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ میں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خرید وفروخت کرنے والے دونوں بااختیار ہیں جب تک کہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے، تو کہنے لگے اچھا اگر دونوں کشتی میں ہوں اگر دونوں قید خانہ میں ہوں اگر دونوں سفر میں ہوں تو کیسے جدا ہوں گے۔

(امام محمدی ص ۷۱، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۱، ۴۲)

جواب:

یہ بات حقیقت کے خلاف ہے اور خود سفیان بن عیینہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو امام ابوحنیفہؒ سے علم حاصل کرنے کی تلقین کرتے تھے۔(تاریخ بغداد ج ۱۳)

پھر اس قول کی سند میں مذکور ابراہیم بن بشار الرمادی بہت زیادہ ضعیف راوی موجود ہے۔اس کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا، یہ مخلط حال ہے (یعنی اس کی روایات اس کے سوء حفظ کی وجہ سے رل مل گئی تھی) امام ابن معینؒ نے فرمایا ''لیس بشیءٍ'' یہ کچھ بھی نہیں ہے۔

قال النسائی لیس بالقوی، امام نسائی نے فرمایا یہ قوی نہیں ہے۔

(حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۰۵، کتاب الرد علی الخطیب لابن نجار ص ۱۲۱)

اعتراض نمبر۱۶:

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی جب دو قلے ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا اس حدیث کو رد کرنے کے لیے ابوحنیفہؒ کہنے لگے میرا ایک ایک ساتھی دو دو قلے پیشاب کرتا ہے۔(امام محمدی ص ۶۱، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۲)

جواب:

حدیث قلتین صحیح طور پر ثابت ہی نہیں بلکہ انتہائی ضعیف ہے، پھر امام اعظم کا تقویٰ و طہارت، علم وعمل دین میں امامت کا مُسلّم ہونا یہ سب باتیں دلیل ہیں کہ ایسی بات امام صاحبؒ کی زبان سے صادر نہیں ہوسکتی۔ نیز اس قول کی سند بھی محفوظ نہیں، سند میں فضل بن موسیٰ سینانی ہے۔ اس کے متعلق ابن المدنی نے کہا روی احادیث منا کیر۔ کہ اس نے منکر روایات روایت کی ہیں۔ (حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳ص ۴۰۵)

اور اس کی سند میں ابن دوما ہے یہ بھی ضعیف ہے، نیز کتنی ہی ایسی احادیث ہیں جو ایک امام کے نزدیک صحیح ہیں اور کئی حضرات کے نزدیک صحیح نہیں ہے تو اس سے ان ائمہ کرام پر طعن تو نہیں کیا جا سکتا جن کے نزدیک وہ احادیث ضعیف ہوں اسی طرح امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ایک اپنا بلند معیار ہے۔ آپ کی تحقیق میں جو حدیث صحیح نہ ہو تو پھر آپ پر طعن کیونکر کیا جا سکتا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۷:

ابن المبارک نے ابوحنیفہ سے رکوع سے رفع الیدین کو پوچھا تو ابوحنیفہؒ نے کہا کیا اڑنا چاہتا ہے؟ کہ ہاتھ اٹھاتا ہے، ابن المبارک تھے بڑے دانا آدمی جھٹ سے جواب دیا کہ تکبیر اولیٰ کے وقت رفع الیدین کر کے اگر پہلی دفعہ اڑنے کا قصد کیا ہوگا تو دوسری تکبیر پر بھی اڑنا چاہتا ہوگا۔ ابوحنیفہؒ سے کچھ جواب نہ بن پڑا اور خاموش ہو رہے۔

(امام محمدی ص ۷۱، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۲)

جواب:

روایت مذکورہ اگر صحیح بھی ہو تو اس میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے رکوع والے رفع یدین سے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے کیونکہ رفع یدین کے ترک پر دلائل کثیرہ اور احادیث صحیحہ موجود ہیں۔

اس قول کی سند میں یہ واقعہ نقل کرنے والے امام وکیع بن الجراح ہیں۔

اور امام وکیع تو فتویٰ ہی امام ابوحنیفہؒ کے قول پر دیتے تھے۔ دیکھئے **تذکرۃ الحفاظ للذهبی** اور آپ کے اخص تلانذہ میں سے ہیں، اور امام عبداللہ بن مبارک بھی حضرت امام صاحبؒ کے ارشد تلانذہ میں سے ہیں اور آپ کے مداح اور آپ کا دفاع کرنے والے اور آپ کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳) پر کئی ایسی روایات ہیں جن میں آپ نے حضرت امام صاحبؒ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ان سطور سے واضح ہوتا ہے کہ امام عبداللہ بن مبارکؒ ایسے نہ تھے کہ حضرت امام صاحبؒ کو ایسا جواب دیتے جب کہ حضرت ابن مبارکؒ خود بھی ترک رفع یدین کی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔ ایسی باتیں امام صاحبؒ کے دشمن بیان کرتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۸:

سفیان کہتے ہیں میں کوفے میں ام خصیب کے جنازے میں تھا وہاں ایک شخص نے حضرت ابوحنیفہؒ سے صرف کا ایک مسئلہ دریافت کیا انہوں نے فتویٰ دیا میں نے کہا اے ابو حنیفہ اس میں اصحاب محمد کا اختلاف ہے یہ سن کر بڑے غضبناک ہو گئے اور سائل سے کہنے لگے جا تو میرے فتوے پر عمل کر، اگر اس میں کوئی گناہ ہو تو مجھ پر ہے۔

(امام محمدی ص ۷۱، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۲، ۴۳)

جواب:

اس میں کوئی اعتراض والی بات نہیں ہے کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کے اکثر فتاویٰ جات کی بنیاد ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فتاویٰ مبارکہ ہیں۔ اس قول کا صحیح مطلب یہ ہے کہ آپ نے جو اتنے وثوق سے فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فتویٰ حدیث و آثار پر ہی مشتمل ہے، نیز سند میں عثمان بن احمد الدقاق ہے۔ اسی کو ابو عمر بن السماک بھی کہتے ہیں۔ یہ راوی صحیح نہیں۔ ذہبی کے نزدیک رسوا ہے۔

اعتراض نمبر۱۹:

یوسف بن اسباط کہتے ہیں ابوحنیفہؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار سو حدیثیں رد کر دی ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ابوصالح نے یہ سن کر کہا اے ابومحمد کیا آپ کو کچھ مسائل یاد بھی ہیں، کہا ہاں ابوصالح نے کہا مجھے بھی بتائیے کہا، دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شہ سوار مجاہد کے دو حصے ہیں (ایک حصہ مجاہد کا اور ایک حصہ گھوڑے کا) اور پیدل شخص کا ایک حصہ ہے مال غنیمت اس طرح تقسیم ہوگا اور ابوحنیفہؒ کہتے ہیں میں جانور کا حصہ مومن کے حصہ سے زیادہ نہیں کروں گا، دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے اونٹ کی کوہان پر بطور نشان زخم لگایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے بھی یہی کیا اور ابوحنیفہؒ کہتے ہیں یہ فعل مثلہ ہے، حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خرید وفروخت کرنے والے جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں با اختیار ہیں اور ابوحنیفہؒ کہتے ہیں جب بات چیت طے ہوگئی تو اختیار جاتا رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو قرعہ اندازی فرماتے اور جس بیوی صاحبہ کا نام نکلتا انہیں ساتھ لے جاتے اور آپ کے اصحاب نے بھی یہ کام کیا ہے۔ ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ قرعہ اندازی جوا ہے۔ اور یہاں تک ابوحنیفہؒ نے کہا ہے کہ اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پا لیتے اور میں آپ کو پالیتا تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی میری اکثر باتیں مان لیتے۔ دین تو نام ہی ہے سوچ سمجھ کر اچھی رائے پیدا کرنے کا۔ (امام محمدی ص ۷۱،۷۲)

جواب:

احادیث کو رد کرنا اور اقوال اخذ کرنے والی بات محض آپ پر بہتان ہے، جو امام اپنا اصول ہی یہ بتاتا ہے کہ پہلے قرآن پھر حدیث، پھر اقوال وافعال صحابہ پھر تابعین کے فتاویٰ جات پر نظر اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس نے اتنی احادیث کو رد کیا ہے یہ محض بہتان ہے ہاں اگر کوئی حدیث کسی امام کے نزدیک صحیح ثابت نہیں ہے اور یہ کوئی اعتراض والی بات نہیں ہے

اور دوسری بات کے متعلق عرض ہے کہ ایسی بات تو ایک عام مسلمان بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ امام المسلمین سیدالائمہ سے اس کا صدور ہونا روایۃً درایۃً دونوں طرح ہی یہ بات غلط ہے۔

درایۃً اس لیے کہ ایسے امام سے اس کا صدور ممکن نہیں جن کی امامت فی الدین پر بے شمار ائمہ مسلمین گواہی دے چکے۔ روایۃً اس لیے کہ سند میں احمد بن محمد بن عبدالکریم الوساوسی ہے، خود خطیب نے اس کے متعلق کہا ہے کہ دارقطنیؒ نے فرمایا ''تکلموا فیه'' کہ محدثین نے اس میں کلام کیا ہے (یعنی متکلم فیہ ہے)

(کتاب الرد علی الخطیب لابن نجار ص۱۲۱، حاشیہ تاریخ بغداد ص۴۰۶)

اس کی سند میں یوسف بن اسباط ہے جو کہ سخت ضعیف ہے اس کے متعلق ابن ابی حاتم نے کہا ''**كان يغلط كثير الا يحتج لحديثه**'' (حاشیہ تاریخ بغداد ج۱۳ ص۴۰۰)

یہ بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے اور اس کی حدیث کے ساتھ دلیل نہ پکڑی جائے، واضح ہو گیا کہ یہ روایۃً درایۃً دونوں طرح ہی درست نہیں۔

پھر علامہ محدث خوارزمی نے جامع المسانید کے مقدمہ میں فرمایا کہ اس روایت میں النبی کا جو لفظ ہے اس میں تصحیف ہے (یعنی تبدیلی ہے) اصل میں یہ تھا ''البتی'' کہ امام ابوحنیفہؒ سے پہلے بصرہ میں ایک عالم ہوئے جن کا نام تھا عثمان البتی اس کے مسائل اور اصول جب بعض جگہوں پر پھیلے تو اس کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر (البتی) مجھے پالیتا تو میرے بہت سے اقوال کو اپنا لیتا۔ جیسا کہ اس کی تفصیل (حاشیہ تاریخ بغداد ج۱۳ ص۴۰۷) پر بھی ہے۔

اعتراض نمبر۲۰:

وکیع فرماتے ہیں ابوحنیفہؒ نے دوسو حدیثوں کا خلاف کیا ہے۔

(امام محمدی ص۲۷، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص۴۴)

جواب:

گزشتہ صفحات میں امام وکیعؒ کے متعلق بیان ہو چکا ہے کہ آپ فتویٰ قول ابوحنیفہؒ پر دیتے

تھے اور آپ سے کثیر السماع ہیں اور آپ کے اخص تلامذہ میں سے، اگر ایسی بات ہوتی تو امام وکیع قول ابوحنیفہؒ پر فتوی کیوں دیتے معلوم ہوا کہ یہ ساری کاروائی حاسدین کا حسد ہے اور امام وکیع اس سے بری ہیں۔ نیز امام وکیع حضرت امام صاحبؒ کے مداحین میں سے ہیں دیکھئے علامہ ابن عبدالبر کی الانتقاء پھر خود تاریخ بغداد کا وہ باب جو خطیب نے حضرت امام کے مناقب پر لکھا ہے پھر راوی نے ان روایات کو بیان نہیں کیا کہ وہ کون سی روایات ہیں ان کی اسناد کیسی ہیں، آیا متن بھی علل سے محفوظ ہے کہ نہیں وغیرہ پس یہ اعتراض بھی غلط ثابت ہوا۔

اعتراض نمبر ۲۱، ۲۲:

حماد بن سلمہ کہتے ہیں ابوحنیفہ کے سامنے حدیثیں آتی تھیں اور وہ اپنی رائے قیاس سے انہیں رد کر دیتے تھے اور انہیں پیٹھ پیچھے ڈال دیتے تھے۔

(حماد بن سلمہ کا دوسرا قول) ان کے پاس حدیثیں اور سنتیں بیان ہوتیں اور وہ محض اپنی رائے سے اسے رد کر دیتے تھے۔

(امام محمدی ص ۲۷، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۴)

جواب:

راوی نے ان آثار کا ذکر نہیں کیا تا کہ دیکھے جاتے کہ روایۃً اور درایۃً وہ کیسے ہیں، نیز گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے کہ یہ سب حضرت امام صاحبؒ پر بہتان ہیں۔

نیز اس قول کی سند بھی محفوظ نہیں، سند میں علی بن محمد بن سعید الموصلی ہے، خود خطیب نے عیسیٰ بن فیروز کے ترجمہ میں اس کا ذکر کر کے کہا ہے "لیس بثقة" یہ ثقہ نہیں ہے۔

(کتاب الرد علی الخطیب لا بن نجار ص ۱۲۱، حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۰۸)

اعتراض نمبر ۲۲ کا جواب:

اس قول کی سند میں مؤمل بن اسماعیل ہے جو کہ سخت ضعیف ہے۔

اعتراض نمبر ۲۳:

اخبرنا ابن دوما اخبرنا ابن سلم حدثنا الابار حدثنا محمود بن غیلان

عن مومل قال سمعت حماد بن سلمه يقول ابو حنيفة هذا يستقبل السنة يردها برأيه.

حماد بن سلمہ نے بیان کیا کہ امام ابوحنیفہ اپنے قیاس سے سنت کو رد کرتے تھے۔

جواب:

اس قول کی سند میں ابن دوما ہے جو کہ متکلم فیہ ہے نیز سند میں مؤمل ہے جو کہ ابن اسماعیل ہے یہ سخت ضعیف ہے۔

اعتراض نمبر۲۴:

بشر بن سری کہتے ہیں میں ابوعوانہ کے پاس آیا اور کہا میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس ابوحنیفہؒ کی ایک کتاب ہے ذرا اسے نکالیے تو، فرمایا بیٹے تو نے مجھے یاد دلا دیا اب کھڑے ہو کر ایک صندوق نکالا اس میں سے ایک کتاب نکالی اور اسے پھاڑ پھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا میں نے کہا حضرت آپ نے اسے کیوں پھاڑ دیا کہا سنو! ایک مرتبہ میں ابوحنیفہؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ سلطان کی طرف سے ایک شخص دوڑا بھاگا گھبرایا ہوا ڈرتا کانپتا آیا اور کہنے لگا امیر صاحب پوچھتے ہیں کہ ایک شخص نے کھجور کا گابھا چرایا ہے اس کی شرعی سزا کیا ہے آپ نے بلاغور فی الفور جواب دیا کہ اگر وہ دس درہم کی قیمت کا ہو تو اس چور کا ہاتھ کاٹ دو یہ سن کر وہ چلتا بنا میں نے کہا ابوحنیفہ آپ اللہ سے نہیں ڈرتے، مجھ سے یحییٰ بن سعید نے کہا ان سے محمد بن یحییٰ بن حبان نے حدیث بیان کی ان سے رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھل اور کھجور کے گابھے کے چور کے اوپر ہاتھ کٹنے کی حد نہیں اور تم نے اس حدیث سے کے خلاف اسے فتویٰ دیا ہے جاؤ تدارک کرو دیکھو کہیں اس کے ہاتھ نہ کٹ جائیں تو جھٹ سے کہنے لگے کہ میں حکم دے چکا اور اسے جاری کر دیا وہ پہنچ چکا چنانچہ بالآخر اس کا ہاتھ کٹ گیا، اب بتاؤ میں ایسے شخص کی کتاب رکھ کر کیا کروں گا؟ (امام محمدی ص۷۲،۷۳)

جواب:

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ کئی ایسے روات ہیں جو کہ فی نفسہ ثقہ ہیں مگر کئی حضرات نے ان سے روایت نہیں کی اس کے باوجود وہ کئی حضرات کے نزدیک ثقہ اور معتبر ہیں۔تو اس سے کوئی طعن ثابت نہیں ہوتا۔

اس قول کی سند میں عثمان بن احمد دقاق ہے، اس کے متعلق حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳ص ۳۹۲ پر ہے کہ **ذکره الذهبی وروی عنه مرفوعًا الی علی بن ابی طالب رضی الله عنه اثرا، وصفه الذهبی بأنه من أسبح الكذب ثم قال وهٰذا الاسناد ظلمات** ذکر کیا اس کو ذہبی نے اور اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک ایک اثر روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ کذب کی قسم میں سے ہے، اور یہ سند ظلمات ہے۔یعنی اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

اعتراض نمبر۲۵:

ابی عوانہ کا قول

اور ایک روایت میں ہے کہ حدیث سن کر فرمانے لگے تو کیا کہہ رہا ہے میں نے کہا میں ٹھیک کہتا ہوں کہنے لگے مجھے یہ نہیں پہنچی میں نے کہا (اچھا اب تو پہنچ گئی) اب جسے فتویٰ دیا ہے اسے واپس بلاؤ اور یہ مسئلہ بتا دو، کہا اسے تو سفید خچر لے گئے۔ابو عاصم کہتے ہیں مجھے تو خوف ہے کہ وہ ان کا گوشت اور خون لے گئے۔(امام محمدی ص ۷۳)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی ابن دوما ہے جو کہ حسن بن حسین بن دوما النعالی ہے خود خطیب نے اس کے متعلق بیان کیا ہے کہ **افسد امره بان الحق لنفسه اسماع فی اشیاء لم یکن علیها سماعه.** (تاریخ بغداد ج ۱۳ص ۳۸۰،رقم نمبر ۳۸۱۲)

جن چیزوں میں اس کو سماع حاصل نہیں تھا اس نے ان کو بھی سماع میں شامل کر لیا۔جس

سے اس کا امر (یعنی روایت حدیث) کا فعل فاسد ہو گیا۔

دوسرا راوی ابن سلم ہے۔ یہ بھی درست نہیں۔

تیسرا راوی الابار ہے اس پر جرح پہلے گزر چکی ہے۔

چوتھا راوی الحسن بن علی الحلوانی ہے کا حال بھی پہلے بیان ہو چکا ہے۔

پانچواں راوی ابو عاصم ہے اس کے متعلق بھی بحث پہلے گزر چکی ہے۔

یہ قول سند کے اعتبار سے بالکل مردود ہے۔

اعتراض نمبر ۲۶:

حماد کہتے ہیں میں ابوحنیفہؒ کے پاس تھا ان سے مسئلہ پوچھا گیا کہ حالت احرام میں اگر تہبند کسی کو نہ ملے اور وہ پاجامہ پہنے تو اس کا حکم ہے کہا اس پر فدیہ ہے، میں نے کہا سبحان اللہ۔ (امام محمدی ص ۴۷)

جواب:

ان جیسے اعتراضات کے مفصل جوابات گزشتہ صفحات میں مذکور ہو چکے ہیں۔ پھر اس قول کی سند میں بھی انقطاع ہے کہ خطیب اور حلوانی جو کہ حسن بن حلوائی ہے کے درمیان تقریباً دو واسطے ہیں جو کہ خطیب کی بعض سندوں سے واضح ہے اور یہ حلوانی خود بھی متکلم فیہ ہے۔

اعتراض نمبر ۲۷:

(حماد بن زید فرماتے ہیں کہ) ایک دن مسجد حرام میں بھی انہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ حالت احرام میں اگر کوئی جوتی نہ پائے اور جراب پہنے تو اس پر قربانی واجب ہے کی میں نے کہا سبحان اللہ ہم سے ایواب نے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب وہ جوتی نہ پائے تو جراب پہنے اور ٹخنوں سے نیچے تک انہیں رکھے باقی کاٹ دے۔ (امام محمدی ص ۴۷)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی ابن دوما ہے جو کہ ضعیف ہے۔ دوسرا راوی عارم ہے یہ مختلف فیہ ہے۔

جواب نمبر۲:

علامہ کوثری فرماتے ہیں:

اور اس کے ساتھ والی روایت کی سند میں بھی ابن دوما ابن سلم اور الابار ہیں اور ان کے ساتھ عارم ہے جو محمد بن الفضل ہے اور ۲۲۰ھ کے بعد بہت سخت اختلاط میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اور عیسیٰ بن عامر نے اس سے اس کے بعد ہی روایات سنی ہیں۔

(بحوالہ خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ ص۴۸۹)

اعتراض نمبر ۲۸:

حماد بن زید کہتے ہیں میں ابو حنیفہؒ کے پاس مکہ میں تھا ایک شخص نے آ کر ان سے کہا کہ میں نے احرام کی حالت میں پاجامہ پہن لیا یا یوں کہا کہ احرام کی حالت میں جرابیں پہن لیں امام ابو حنیفہؒ نے کہا تجھے قربانی دینی پڑے گی، حماد کہتے ہیں میں نے سائل سے کہا تمہارے پاس تہ بند یا جوتی تھی اس نے کہا نہیں، میں نے کہا امام صاحبؒ سنئے وہ کہہ رہا ہے کہ بحالت مجبوری میں نے ایسا کیا، کہنے لگے پائے جب بھی، نہ پائے تب بھی قربانی دینی پڑے گی میں نے کہا میں نے عمر بن دینار سے بہ روایت جابر بن زید انہوں نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تہ بند نہ پائے وہ پاجامہ پہن لے اور جو نعلین نہ پائے وہ جرابیں پہن لے تو امام صاحبؒ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ یہ کچھ نہیں، میں نے کہا اگر یہ حدیث دلیل نہیں تو آخر دلیل کیا ہے؟ کہا حماد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ اس پر قربانی ہے پائے نہ پائے، میں ناراض ہو کر ان کے پاس سے چلا آیا حجاج بن ارطاۃ سے ملاقات ہوئی وہ مسجد میں تھے میں نے ان سے کہا

ابوارطاۃ! آپ کا اس بارے میں کیا فتویٰ ہے جوتہ بند نہ پائے اور پاجامہ پہنے اور نعلین نہ پائے اور جرابیں پہنے، کہا ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا اوران سے جابر بن زید نے ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پاجامہ ہے اس کے لئے جوتہ بند نہ پائے اور جرابیں ہیں اس کے لئے جو نعلین نہ پائے، میں نے کہا ابوارطاۃ کیا آپ کو یاد ہے کہ حضرت عبداللہ نے کہا ہو میں نے سنا، کہا نہیں اور مجھ سے نافع نے کہا انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوتہ بند نہ پائے وہ پاجامہ پہنے اور جو جوتی نہ پائے وہ جرابیں پہنے، میں نے کہا پھر یہ تمہارے صاحب یعنی ابوحنیفہؒ کیوں اس کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں کہا وہ کون ہے؟ اور کس کا صاحب ہے؟ اللہ تعالیٰ اسے غارت کرے۔ (امام محمدی ص ۷۳، ۷۴)

جواب:

اس کی سند میں ابراہیم بن الحجاج قدری ہے۔ تو اس کی بات ائمہ اہل سنت کے بارے میں قبول کرنے میں توقف ہے اور ابن ارطاۃ کی زبان درازی تو مشہور ہے۔

(بحوالہ خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ ص ۴۸۷)

اعتراض نمبر ۲۹:

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں میں کوفے میں آیا کوفہ والوں سے میں نے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث بیان کی اوراس کی سند اس طرح بیان کی کہ عمرو بن دینار جابر بن زید سے روایت کرتے ہیں تو کوفہ والوں نے مجھ سے کہا کہ ابوحنیفہ تو جابر بن زید کے بدلے جابر بن عبداللہ کہتے ہیں میں نے کہا غلط ہے صحیح جابر بن زید ہے لوگوں نے جا کر ابوحنیفہ سے یہ ذکر کیا تو آپ نے کہا کیا پرواہ ہے اگر چا ہو جابر بن عبداللہ کہو اگر چا ہو جابر بن زید کہو۔

(امام محمدی ص ۷۴)

جواب نمبرا:

اس قول کی سند درست نہیں اس قول کی سند میں پہلا راوی ابن دوما ہے، دوسرا راوی ابن سلم ہے۔ تیسرا راوی الابار ہے۔ ان تینوں کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہیں۔

چوتھا راوی الحسن بن الحلوانی ہے۔ یہ بھی ضعیف ہے۔

علامہ ابن نجار فرماتے ہیں کہ خطیب نے اپنی تاریخ میں اس کے ترجمہ میں بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن احمد نے اپنے باپ امام احمد بن حنبلؒ سے اس کے متعلق پوچھا تو امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا''**ما اعرفه بطلب الحديث و مارايته يطلب الحديث** ''میں اس کو طلب حدیث کے بارے میں نہیں پہچانتا اور میں نے اسے کبھی حدیث طلب کرتے نہیں دیکھا۔ عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ کہتا ہے کہ اس نے یزید بن ہارون کی صحبت کو لازم کیا ہوا تھا تو امام احمدؒ نے فرمایا میں اس کو نہیں پہچانتا اور میرے باپ نے اس کی کوئی تعریف نہیں کی تو کہا کہ مجھے اس کی طرف سے کچھ ایسی چیزیں پہنچی ہیں جن کی وجہ سے میں اس کو ناپسند کرتا ہوں۔ (کتاب الرد علی الخطیب لابن نجار ص۱۲۱)

پانچویں راوی نعیم بن حماد ہے اس پر پہلے کلام ہو چکا ہے۔

اعتراض نمبر۳۰:

احمد بن معذل کے اشعار ہیں

ان كنت كاذبة الذی حدثنی

فعليک اثم ابی حنيفة او زفر

المائلين الى القياس تعمدا

والراغبين عن التمسک بالخبر

کہ جو تو مجھ سے جو حدیث بیان کرتا ہے اگر تو اس میں جھوٹا ہو تو تجھ پر ابوحنیفہ اور زفر کے

گناہ پڑیں جو کہ جان بوجھ کر حدیث اور اثر کو چھوڑ کر قیاس کی طرف جھکتے ہیں۔
(امام محمدی ص ۵۷، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۴)

جواب:

ان اشعار کا قائل احمد بن المعذل ہے اور المعذل ذال مفتوحہ مشددہ کے ساتھ ہے۔ یہی شخص عبدالملک بن الماجشونؒ سے فقہ حاصل کرنے کے بعد بصرہ میں سب سے پہلے امام مالکؒ کے نظریہ کا پرچار کرنے والا تھا، اور اس کا شیخ جب مدینہ منورہ سے کوچ کر کے عراق گیا، تو اس کے ساتھ وہ کچھ تھا جو اس کو بے نیاز کر دے تو عراق کے اہل علم نے اس میں دلچسپی لی۔ اس ابن المعذلؒ کے ساتھ اسماعیل القاضیؒ نے فقہ حاصل کی۔ بصرہ میں علم کے اندر زفر بن الھذیلؒ کی مضبوط بادشاہی تھی۔ بے شک وہ اپنے ان مناظرات میں جن کے مقابلہ کی کسی میں سکت نہ تھی، ان میں البتیؒ کے مذہب کے خلاف کرتے تھے جیسا کہ ''اللسان'' وغیرہ میں ہے۔ جب ابن المعذلؒ بصرہ میں امام زفرؒ کے ساتھیوں سے تنگ ہو گیا، تو اس کی اور اس کے شیخؒ کی ان دو اشعار میں مذمت کی۔ لیکن اگر اس گروہ (مالکیہ) کی قیاس میں وسعت کی انتہاء پر غور کیا جائے جیسا کہ اصول کی کتب میں ہے اور اس میں جس کو اہل المدینہ کے عمل کا نام انہوں نے دیا ہے، تو انہوں نے اس قیاس کی وجہ سے صرف الموطا کی مسند ستر (70) کے قریب احادیث کو ترک کیا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس پر ان کا دارومدار ہے، باقی کتابوں کو تو چھوڑیئے۔ اور **المصلحة المرسلة** جس کو ان میں سے بہت سے حضرات نے اصول کے طور پر اپنایا ہے۔ یہ تو ہر چیز کو گرانے کا ذریعہ ہے۔ اس مذمت والے اشعار سے بچنا تو اس کے اپنے لیے اور اس کے گروہ کے لیے بھی بہتر تھا۔ ائین بے عقلی آدمی کو ہلاکت کی جگہوں میں پھینک دیتی ہے۔ یہ ابن المعذلؒ وہی ہے جس کے بارہ میں اس کے بھائی عبدالصمد بن المعذلؒ نے کہا:

اضاع الفريضة والسنة

فتاه على الانس والجنة

ترجمہ:.... یہ ایسا آدمی ہے جو فرضوں اور سنتوں کو ضائع کرتا ہے۔ انسانوں اور جنوں ہر ایک کے خلاف فتویٰ دیتا ہے۔

اس جیسے اور اشعار بھی اس نے کہے۔

میں یہاں اس کے مذہب کے شاذ قسم کے مسائل کا ذکر نہیں کرتا اور امام زفرؒ اہلِ علم کے ہاں حفظ اور اتقان میں معروف ہیں۔ یہاں تک کہ بین حبانؒ جیسا آدمی جو اس سے کنارہ کش ہے، اس نے بھی اس کا اعتراف کتاب ''الثقات'' میں کیا ہے۔ اس میں ورع کے لحاظ سے ذرا بھی انگلی اٹھانے کی جگہ نہیں ہے (یعنی اس کا نیک ہونا سب کے ہاں میں مسلم ہے)، چہ جائیکہ اس کا شیخ جو اپنے علم اور پرہیز گاری کی وجہ سے آنکھوں کو چکا چوند کر دیتا ہے (اس کے متعلق ایسی باتیں کہی جائیں) لیکن خواہشات آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہیں۔ اور مذمت کے اشعار بری الذمہ نیک لوگوں کو کچھ نقصان پہنچانے کے بجائے مذمت کرنے والے کو اوندھے منہ آگ میں گراتے ہیں۔

قال أبو عمر: سمع الطحاوی ابو جعفر رجلا ينشده:

إن كنت كاذبة بما حدثتنی
فَعَلَيْكِ إِثمُ أَبِی حَنِيفَةَ أَو زُفَر
الْوَاثبِينَ على القياس تعديا
والناكبين عن الطريقة الاثر

فقال أبو جعفر: وددت أنَّ لِی حَسَنَاتِهِمَا وَأُجُورَهُمَا وَعَلى اثمهما

(الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقہاء (ابن عبدالبر) (ص ۱۵۲)

ترجمہ:.... بے شک ابن عبدالبرؒ نے ''الانتقاء'' میں ذکر کیا ہے کہ بے شک ابو جعفر الطحاوی نے جب ان دونوں اشعار کو سنا تو کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں (امام ابوحنیفہؒ اور امام زفرؒ) کی نیکیاں مجھے مل جائیں اور ان دونوں کے گناہ مجھ پر ڈال دیے جائیں۔''

اس مذمت کے اشعار کہنے والے نے پہلے مصرع میں حضرت حسان بن ثابتؓ کے شعر

سے تضمین کی ہے (یعنی ان کے مصرع کو اپنے شعر میں شامل کرلیا ہے) کچھ لوگوں نے اس انتہاء پسندی اور حملہ پر اکتفا نہیں کیا، یہاں تک کہ انہوں نے تیسرے مصرع کو ہی بدل ڈالا اور یوں کہنے لگے:

الـواثبيـن عـلـى الـقيـاس تـمـردا

ترجمہ:.....وہ دونوں سرکشی کرتے ہوئے قیاس پر اچھلنے والے ہیں۔

میں باطل کے مقابل باطل کو پیش نہیں کرتا۔ پس ان شعروں کے مقابلہ میں جو اشعار کہے گئے ہیں، میں ان کو ذکر نہیں کرتا۔ کیونکہ ان میں خدمت امام مالکؒ کو جا پہنچتی ہے۔ پس میں اس کا بیان ہی کافی سمجھتا ہوں جو قاسم بن قطلو بغا الحافظؒ نے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے جواب دیا ہے۔ اور وہ یہ اشعار ہیں:

كـذب الـذى سـب الـمـاثـم لـلـذى

قـاس الـمسـائـل بـالـكتـاب وبـالاثـر

إن الـكتـاب وسـنة الـمـختـار قـد

دلا عَـلَيْـهِ فـدع مـقـالة مـن فشـر

(تـاج التـراجـم فـى طبقات الحنفية (ابن قطلوبغا) ج ص الضوء اللامع لأهـل القرن التاسع (السخاوى) ج٦ ص ١٨٩، البدر الطالع بمحاسن من بعـد الـقـرن السـابع (الشوكانى) ج٣ ص ٤٧، البدور المضية فى تراجم الحنفية (محمد حفظ الرحمن الكملائى) ج٨ ص ٢٩)

ترجمہ:.....وہ آدمی جھوٹ کہتا ہے جو گناہ کی نسبت ان لوگوں کی طرف کرتا ہے جو کتاب و سنت کے مطابق مسائل قیاس کرتے ہیں۔ بے شک مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور کتاب اللہ دونوں اس پر دلالت کرتی ہیں۔ پس تو اس کو چھوڑ دے جو بے ہودہ بکتا ہے۔

کتاب وسنت سے قیاس کرنے کی دلیلیں اور صحابہؓ اور تابعینؒ کے اقوال اپنے مقام میں اور بالخصوص امام ابوبکر الرازیؒ کے اصول میں تفصیل سے موجود ہیں۔ خطیبؒ بھی اس سے

ناواقف نہیں ہے، بلکہ اس نے اس کا ذکر اپنی کتاب **الفقیہ والمتفقہ** میں کیا ہے۔ وہ ساری بحث عمدہ ہے جو باسند ہے لیکن خطیبؒ پر خواہشِ نفسانی غالب آ گئی جس نے اس کو ابن المعذلؒ کی زبانی ان دو جلیل القدر اماموں کے خلاف پاک برتن میں کتے کے منہ ڈالنے کی طرح اور ان کی توہین اور خدمت پر اکسایا۔ جیسا کہ خطیب سے متاخر لوگوں کی عادت ہے کہ وہ خطیبؒ کی زبانی بڑے بڑے علماء کی گستاخی کرتے ہیں، جو اس نے اپنی کتاب تاریخ بغداد میں لکھ دی ہے۔ تو خطیبؒ نے اپنے آپ کو ائمہ کے مقابل لا کھڑا کیا اور امت کے چراغ تو ایسے مقام پر ہیں کہ قیامت کے دن کوئی اس کے خلاف حالت پر رشک نہیں کرے گا (بلکہ ان کے مقام پر رشک کرے گا۔) اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے دلوں میں بات ڈال دے کہ وہ ان مذمت کرنے والوں سے درگزر کا معاملہ کریں۔ خوشخبری اس شخص کے لیے ہے جس نے اپنی وفات کے وقت اپنی خطاؤں کے صحیفوں کو لپیٹ دیا (یعنی مرنے سے پہلے پہلے گناہوں کی معافی مانگ لی)۔

اعتراض نمبر ۳۱:

ابوعوانہ کہتے ہیں ابوحنیفہ سے ایک مرتبہ پینے کی چیزوں کے بارے میں سوال ہوتا ہے اور وہ ہر سوال کے جواب میں حلال ہے حلال ہے کہتے جاتے ہیں یہاں تک کہ نشہ والی شراب کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو کہتے ہیں وہ بھی حلال ہے ابوعوانہ کہتے ہیں میں نے یہ سن کر کہا لوگو! یہ ان کی لغزش ہے تم اسے ہرگز قبول نہ کرنا۔ ابوجعفر کو اس روایت کے الفاظ سکر و شکر میں شک ہے۔ (امام محمدی ص ۵۷، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۴، ۴۵)

جواب:

ابوبکر محمد بن عبداللہ الشافعیؒ تعصب میں حقیقت سے بہت دور جا پڑنے والا آدمی تھا۔ محمد بن علی ابوجعفرؒ جو ہے وہ حمدان الوراق خیلیؒ ہے جو امام احمدؒ کے جلیل القدر اصحاب میں سے ہے۔ ابوسلمہؒ جو ہے وہ موسیٰ بن اسماعیل التبوذکیؒ ہے جو حماد بن سلمہؒ سے پریشان کن روایات کا راوی ہے۔ ابوعوانہؒ جو ہے وہ الوضاح بن عبداللہ الواسطیؒ ہے۔

اس کے قول: ''سئل عن الأشربة '' سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ سوال خمر (انگوری شراب) کے علاوہ اور چیزوں کے بارہ میں تھا جن میں علماء کا اختلاف ہے جبکہ وہ نشہ کی حد تک نہ ہوں۔ حنفی مذہب میں فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے (کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے خواہ اس سے نشہ ہو یا نہ ہو) مگر بے شک انگوری شراب کے علاوہ باقی اشیاء کی حرمت اجتہادی ہے۔ اشربہ (مشروبات) کے بارہ میں ابوحنیفہؒ کے دلائل تفصیلی کتابوں میں مدون ہیں۔ پس ان کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں ہے اوراس بات کا کوئی احتمال ہی نہیں کہ السُکر کو یہاں سین کے ضمہ سے لیا جائے (جس کا معنی نشہ آور چیز ہے)۔ اگر چہ خطیب نے شک کے صیغہ کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے۔ اس لیے کہ بے شک وہ تو ابوحنیفہؒ کے نزدیک حرام ہے جیسا کہ یہ بات ان کے اپنے مذہب کی کتابوں میں بھی اور ان کے خلاف لکھی جانے والی کتابوں میں بھی ان سے تواتر سے ثابت ہے۔ تو یہ شک کے صیغہ سے لانا صرف وہم پیدا کرنے کے لیے ہے کہ بے شک وہ اس کو حلال سمجھتے تھے۔ حاشا وکلا۔ بہر حال السَّــکَــر سین اور کاف دونوں کے فتحہ کے ساتھ، تو وہ کھجوروں کے کچے پانی کو کہتے ہیں، اور وہ بالاتفاق حلال ہے، جبکہ وہ سخت نہ ہوا ہو، اور نہ اس میں جھاگ آئی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

آیت ا: وَمِنْ ثَـمَـرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (النحل: ٦٧)

ترجمہ:.... (اسی طرح) کھجور کے درختوں اور انگور کی بیلوں سے بھی ہم ایک چیز تمہیں پلاتے ہیں جسے تم نشہ آور بھی بنا لیتے ہو اور پاک رزق بھی۔ یقیناً اس میں ایک نشانی ہے عقل سے کام لینے والوں کے لیے۔

اعتراض نمبر ۳۲:

(حمزہ السکری کا قول) آپ کا ایک فتویٰ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اسے دفن کیا جائے پھر کسی کو کفن کی ضرورت ہو تو وہ اس کی قبر کھود کر کفن نکال کر بیچ سکتا ہے۔

(امام محمدی ص ۷۵)

جواب:

اس کی سند میں محمد بن محمد بن سلمان الباغندیؒ ہے بے شک باپ، بیٹا دونوں ایک دوسرے کوجھوٹا کہتے تھے۔ جرح وتعدیل والوں میں سے بہت سے حضرات نے ان دونوں تکذیبوں میں ان کی تصدیق کی ہے (کہ وہ دونوں ایک دوسرے کوجھوٹا کہنے میں سچے تھے یعنی دونوں جھوٹے تھے)۔ ابوحمزہ السکریؒ اختلاط کا شکار تھا۔ صحاح ستہ والوں نے جواس کی روایات لی ہیں، تو وہ اس کے اختلاط کے عارضہ میں مبتلا ہونے سے پہلے کی ہیں۔ اس روایت کا متن اس (امام ابوحنیفہؒ) کے اس مذہب کے خلاف ہے، جوان سے نقل درنقل چلا آ رہا ہے۔ تو اس کھلم کھلا جھوٹ کے رد میں کوئی لمبی چوڑی کلام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی من گھڑت افسانے بنانے والوں، بہتان تراشوں سے حساب لینے والا ہے۔

اعتراض نمبر۳۳:

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں میں نے کسی شخص کو ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر خدا کے اوپر جرأت کرنے والا نہیں پایا ایک خراسانی شخص نے کہا مجھے ایک لاکھ مسائل آپ سے پوچھنے ہیں تو کہنے لگے شروع کرو پوچھتے جاؤ میں جواب دیتا جاؤں گا اب تم ہی بتلاؤ کہ اس سے بڑھ کر دلیر تم نے کسی کو سنا بھی ہے؟۔ ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں میں نے ایک سوبیس انصاریوں کو پایا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت سے فیض یاب ہوئے تھے میں نے دیکھا کہ جب ان میں سے کسی سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو یہ کہتا اس سے پوچھو اور وہ کہتا اس سے پوچھو یہاں تک کہ سائل پھر پہلے شخص کے پاس آ جاتا میں نے دیکھا کہ فتویٰ دیتے وقت وہ کانپنے لگتے تھے یہ حال تو تھا ان کا اور اب اس شخص کو دیکھو کہ کہہ رہا ہے لاؤ ایک لاکھ مسائل مجھ سکے پوچھو میں جواب دوں گا بتاؤ اس سے زیادہ جرأت والا کسی کو تم نے سنا ہے؟)

(امام محمدی ص ۷۵)

جواب:

اس سند میں صالح بن احمد التمیمیؒ ہے اور وہ ابن ابی مقابل القیراتیؒ ہے جو اصل میں

ہرات کا رہنے والا تھا۔خطیبؒ نے ابن حبانؒ سے نقل کیا ہے کہ بے شک یہ حدیث چوری کرتا تھا۔ اور شاید دس ہزار (10000) احادیث سے زائد اس نے الٹ پلٹ کر دیں، جو الابواب میں شیوخ سے اس نے نقل کی ہیں۔تو اس سے کسی حال میں بھی دلیل پکڑنا درست نہیں ہے۔ابن عدیؒ نے کہا:''وہ احادیت چوری کرتا تھا۔اور ایک جماعت کی احادیث کو دوسری جماعت کی احادیث سے ملا دیتا تھا۔اور موقوف کو مرفوع اور مرسل کو متصل بنا دیتا تھا۔ دار قطنیؒ نے کہا:''وہ کذاب اور دجال ہے۔نہ سنی ہوئی روایات بھی بیان کر دیتا تھا۔''القاسم بن ابی صالح الحذاءؒ کے فتنہ کے بعد کتابیں ضائع ہوگئی تھیں تو وہ لوگوں کی کتابوں سے پڑھتا تھا،اور اس کی نظر بھی جاتی رہی تھی۔جیسا کہ العراقیؒ نے کہا ہے۔اور اس کو ابن حجرؒ نے لسان المیز ان میں نقل کیا ہے۔

محمد بن ایوب بن ہشام الرازیؒ کو ابو حاتمؒ نے جھوٹا کہا۔ابراہیم بن بشار الرمادیؒ کے بارہ میں امام احمدؒ کا قول پہلے گزر چکا ہے اس میں جو اس نے ابن عیینہ سے روایت کی ہے،اور جو قول ابن عیینہؒ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس میں انقطاع ہے، ان لوگوں کا ذکر نہیں جنہوں نے سنا تھا۔

سند کو دیکھتے ہوئے ابن عیینہ بالکل اس کلام سے بری ہیں، کیونکہ وہ تو حج کے احکام بتانے کے علاوہ باقی مسائل میں فتویٰ دینے میں انتہائی اجتناب کرتے تھے حالانکہ وہ فتویٰ دینے کی پوری استعداد رکھتے تھے۔امام شافعیؒ نے فرمایا:''میں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی میں فتویٰ کی اتنی استعداد جمع کر رکھی ہو،جتنی استعداد ابن عیینہ میں تھی۔ پھر بھی وہ فتویٰ دینے سے سکوت کرتے تھے۔جیسا کہ اس کو خطیبؒ نے **الفقیہ والمتفقه** میں اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔اس بارہ میں ابن عیینہؒ کی اپنی رائے تھی کہ وہ فتویٰ دینے سے اجتناب کرتے تھے،لیکن اگر ائمہ فتویٰ دینے سے انکار کے ہی طریقہ پر چل نکلتے،تو دین ضائع ہو جاتا۔وہ فقہ نہ لکھی جاتی جس کی نورانیت سے آج جہاں والوں کی آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں۔علماء اس دین میں اس قدر تفقاہت حاصل نہ کرتے جو زمانوں اور صدیوں کے

گزرنے کے باوجود نقل در نقل چلی آرہی ہے۔ اگر ثابت ہوجائے کہ بے شک ابوحنیفہؒ نے ان مسائل کا جواب دیا، تو یہ اس کے عیب کو نہیں بلکہ اس کے مرتبہ کو ثابت کرتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا کثرت سے فتویٰ دینا جرأت اور دیدہ دلیری نہیں تھا بلکہ یہ تو صرف افتاء میں ان کے یگانہ ہونے کی وجہ سے تھا۔ لوگوں کو مسائل بتانا ان پر ایسے واجب تھا جیسے کسی ذمہ دار پر ذمہ داری نبھانا واجب ہوتا ہے۔

خطیبؒ نے خود الفقیه و المتفقه میں بیان کیا ہے:

أنا الْقَاضِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الصَّيْمُرِي، أنا أَبُو الْقَاسِمِ عبد الله بن محمد الشَّاهِدُنَا مُكْرَمُ بن أَحْمَدَ نَا أَحْمَدُ بْنُ عَطِيَّة نا محمد بن سماعة، قال: سمعت أَنَا يُوسُفَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا حَنِيفَةً، يَقُولُ: مَنْ تَكَلَّمَ فِي شَيءٍ مِنَ الْعِلْمِ وَتَقَلَّدَهُ وَهُوَ يَظُنُّ أَنَّ اللهَ لا يَسْأَلُهُ عَنْهُ كَيْفَ أَفْتَيْتَ فِي دِينِ الله فقد سَهُلَت عَلَيْهِ نَفْسُهُ و دينه.

وقَالَ ابْنُ عَطِيَّة با ابن سماعة، عن أبي يوسف، قال: سمعت أبا حنيفة يَقُولُ: لَوْلا الْفَرَقُ مِنَ اللهِ أَن يَضِيعَ الْعِلْمَ مَا أَفْتَيْتُ أَحَدًا، يَكُونُ لَهُ الْمَهْنَأُ وَعَلَيَّ الْوِزْرُ

(الفقيه و المتفقه الخطيب البغدادی (الخطيب البغدادی) ج۲ ص ۳۵۶)

ترجمہ:.....ابن سماعہؒ عن ابی یوسفؒ تک سند کے ساتھ نقل کیا کہ ابو یوسفؒ نے کہا کہ میں نے ابوحنیفہؒ کو کہتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے علم کی کسی چیز کے بارہ میں کلام کی، اور اس کی پیروی کی گئی اور وہ یہ خیال کرتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس سے نہیں پوچھیں گے کہ تو نے اللہ کے دین میں کس طرح فتویٰ دیا ہے، تو اس پر اس کی جان اور دین آسان ہو جائے گا (یعنی اس نے اپنے نفس اور دین پر ملامت کا راستہ کھول دیا)''۔

اور اس نے اسی طرح اس سند کے ساتھ ابوحنیفہؒ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ بے شک انہوں نے کہا: ''اگر علم کے ضائع ہوجانے پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے مؤاخذہ کا خوف نہ ہوتا تو میں کسی

کوفتویٰ نہ دیتا۔اس فتویٰ طلب کرنے والے) کو بلا مشقت چیز مل جائے اور مجھ پر گناہ ہو‘‘۔

کیا پس اس جیسے آدمی کے بارہ میں تصور کیا جا سکتا ہے کہ اس کو فتووں پر دیدہ دلیری کرنے والا شمار کیا جائے۔ میں نہیں جان سکا کہ خطیبؒ نے اس جیسی خبر اس جیسی مذکورہ سند کے ساتھ کیوں نقل کر دی، اور شاید کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بصیرت کو ہی مٹا دیا تا کہ اس کو ہر قدم میں اس کی رسوائی واضح کر کے اس کو اس چیز میں رسوا کرے جس کو وہ ناقلین کے ہاں محفوظ شمار کرنے کا دعوے دار ہے۔

یہ تو بحث اس میں سند کے لحاظ سے تھی، اور رہی بات متن کے لحاظ سے، تو یہ حالات اس افسانہ کے جھوٹا ہونے کے گواہ ہیں اور اس کی تکذیب ایسی نمایاں ہے کہ مزید بحث کی ضرورت ہی نہیں۔اس لیے کہ بے شک اس افسانہ کا صرف تصور ہی دلالت کرتا ہے کہ یہ کھلم کھلا جھوٹ ہے۔ایک آدمی جس کو خراسان سے بھیجا جاتا ہے تا کہ وہ ابوحنیفہؒ سے ایک لاکھ مسائل عشاء اور چاشت کے درمیان پوچھے اور ابوحنیفہؒ ان کا بغیر توقف اور مہلت کے جواب دیں (یہ اتنی محدود مدت میں پیش کیسے ہو سکتا ہے؟)۔ یہ خبر ظاہر کے لحاظ ہی سے ساقط ہے، اس کو پھیلانے کی امید پر صرف وہی آدمی گھڑ سکتا ہے جو لاکھ کی گنتی سے ہی ناواقف ہے کہ لاکھ ہوتا کتنا ہے؟ اور مسائل کی جو مقدار مذاہب کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے وہ زمانہ در زمانہ تفریحی مسائل شامل کر کے لکھی گئی ہے، اور کتنی ہی جلدیں ایسی ہیں جن میں صرف مسائل کا ذکر ہے ان کے جوابات اور ان کے دلائل کا ذکر نہیں، اور نہ ہی ان کے درمیان موازنہ کیا گیا ہے۔کیا اتنی تعداد مسائل کی ممکن ہو سکتی ہے کہ ایک ایسا آدمی جو بے علم ہے وہ ان کو بیان کرے اور وہ خراسان سے آیا ہو، تا کہ ابوحنیفہؒ سے ان مسائل کو دریافت کرے اور ان کے جوابات لے کر خراسان واپس جائے، جو اس نے ان سے سن کر حاصل کیے؟ اور اس خیال کا تصور معقول حد سے بہت دور نکل جاتا ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جو عقلوں کو تقسیم کرنے والی ہے (جس نے ابوحنیفہؒ کے ان مخالفین کو عقل سے محروم رکھا)۔

☆......☆......☆

باب پنجم

کردارِ ابی حنیفہؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر۵:

باب: ذکر ما قاله العلماء فی ذم رأيه والتحزير عنه الی ما يتصل بذلک من اخباره.

رائے کی مذمت اوراس کی برائی میں علماء کے اقوال اور ضمناً امام صاحبؒ پر جرح

اعتراض نمبر ۱:

حضرت ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کا کام ٹھیک ٹھاک رہا یہاں تک کہ ان میں لونڈی بچے پیدا ہوئے اورانہوں نے رائے قیاس شروع کیا تو خود بھی ہلاک ہوئے اور لوگوں کو بھی ہلاک کیا ہے۔

اعتراض نمبر ۲:

۲: یہ روایت اور سند سے بھی مروی ہے اس میں یہ لفظ ہیں کہ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا۔

سفیان فرماتے ہیں لوگوں کا کام درست رہا یہاں تک کہ ابوحنیفہؒ نے کوفے میں، عثمان البتی نے بصرے میں اور ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن نے مدینہ میں اس کو بدل ڈالا، ہم نے جب غور کیا تو ان سب کو بھی قیدی لوگوں کی اولاد پایا۔

(امام محمدی ص ۷۶، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۵)

اعتراض نمبر ۳:

ایک روایت میں اس کے بعد یہ بھی مروی ہے کہ پھر سفیان مجھے (حمیدی) کو دیکھ کر کہنے لگے تمہارے شہر کے لوگ تو عطاء کے اقوال پر تھے ہم نے جو غور کیا تو ہشام بن عروہ کے باپ

کی روایت کہ بنی اسرائیل کا کام استقامت واعتدال پر رہا یہاں تک کہ ان میں لونڈی بچے ظاہر ہوئے اورانہوں نے رائے قیاس شروع کر دیا۔جس سے خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا بالکل درست پایا۔

سفیان کہتے ہیں ہم نے دیکھا تو ربیعہ کو بھی قیدی کا لڑکا پایا اور بتی اور ابوحنیفہؒ کو بھی تو ہم نے سمجھ لیا کہ یہ اور وہ برابر ہیں۔

(امام محمدی ص ۶۷،امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۵،۴۶)

اعتراض نمبر۴:

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں ہم نے دیکھا تو سب سے پہلے اس کام کو بدلنے والا ابوحنیفہؒ کو کوفے میں پایا اور بتی کو بصرے میں اور ربیعہ کو مدینہ میں جب ہم نے غور سے دیکھا تو ان سب کو ہم نے قیدی لوگوں کی اولاد پایا۔

(امام محمدی ص ۶۷،امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۶)

اعتراض نمبر۵:

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں ہم نے قید شدہ لوگوں کی اولاد پر اس روایت کو مدنظر رکھ کر جب نظر ڈالی تو کوفے میں ابوحنیفہ کو بصرے میں عثمان بتی کو مدینہ میں ربیعہ رائی کو اسی طرح پایا۔

(امام محمدی ص ۶۷،امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۶)

جواب:

ان پانچوں اعترانوں کا اکھٹا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

اس افسانہ کو گھڑنے والا چوتھے آدمی کو بھول گیا ہے،اور وہ مکہ میں ابن عیینہؒ تھا۔اس لیے کہ بے شک وہ ابن ہلالؒ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

خطیبؒ کا مذہب تو یہ ہے کہ صحابہؓ کا کلام حجت نہیں ہے چہ جائیکہ کلام تابعینؒ یا تبع تابعینؒ کا ہو۔تو خطیبؒ کیسے یہاں دلیل کے زمرہ میں ہشام عن ابیہ کا کلام پیش کر رہا ہے۔

پختہ بات ہے کہ ہشامؒ اس قصہ والی بات میں ارادہ ربیعہؒ اور اس کے ساتھی کا کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ امام مالکؒ کا وہ قول ہے جو انہوں نے اس بارہ میں اس کے عراق کی طرف کوچ کرنے کے بعد فرمایا تھا اور وہ قول وہ ہے:

أخبرني البرقاني، قال: حدثني محمد بن أحمد بن محمد بن عبد الملک الأدمي قال: حدثنا محمد بن علي الإيادي قال: حدثنا زكريا الساجي قال: حدثني أحمد بن محمد البغدادي، قال: حدثنا إبراهيم بن المنذر، قال: حدثنا محمد بن فليح، قال: قال لي مالک بن أنس: هشام بن عروة كذاب.

قال أحمد بن محمد: فسألت يحيى بن معين فقال: عسى أراد في الكلام وأما في الحديث فهو ثقة، وهو من الرواة عنه.

(تاريخ بغداد. ت بشار (الخطيب البغدادي) ج ۲ ص ۷ تاريخ بغداد. ط العلمية (الخطيب البغدادي) ج ۱ ص ۲۳۹)

محمد بن فلیحؒ نے کہا کہ مجھے مالک بن انسؒ نے کہا: ''ہشام بن عروہؒ کذاب ہے۔''

محمد بن فلیحؒ کہتے ہیں کہ پھر میں نے یحییٰ بن معینؒ سے پوچھا، تو انہوں نے کہا:

''ہوسکتا ہے کہ امام مالکؒ کی مراد یہ ہو کہ وہ لوگوں کے بارے میں کلام کرنے میں کذاب ہے۔ پس رہا حدیث کا معاملہ تو اس میں وہ ثقہ ہے۔ ہشامؒ سے تو انہوں نے خود روایت کی ہے۔''

علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ اس روایت کی حالت اسرائیلی روایات جیسی ہے جن کا کوئی اعتماد نہیں ہوتا۔ تو اس جیسی فتنہ انگیزی صرف جاہلیت کی طرف میلان کی وجہ سے ہوگی جس کی تردید اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کرتا ہے:

آیت: **يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ. (الحجرات:۱۳)**

ترجمہ: لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

جس کی تردید حجۃ الوداع کے خطبہ میں ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت پر ذمہ داری شمار کیا جاتا ہے (کہ اس کو دوسروں تک پہنچائیں اور اس میں ہے کہ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر فضیلت نہیں ہے، مگر دین اور تقویٰ سے۔

امام شافعیؒ کا قول جو کتاب الام میں ہے وہ بھی اس کی تردید کرتا ہے، جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ حالانکہ وہ مذہب میں خطیبؒ کے امام ہیں۔

پس جو شخص اس جیسی نسبت کرنے اور احمقانہ جاہلیت کی طرف میلان رکھ سکتا ہے تو وہ اپنے باپ کی شرمگاہ کو دانتوں سے پکڑتا ہے بغیر اس کے کہ اس کو کسی کنایہ سے تعبیر کیا جائے۔ کیونکہ سریانی، اسرائیلی، قحطانی اور اصفہانی میں کوئی فرق نہیں ہے جو بھی کتاب وسنت سے مدد لیے بغیر رائے اختیار کرے گا تو وہ گمراہ ہوگا۔ اور ابولہب کو اس کے نسب نے کوئی فائدہ نہ دیا۔ اور نہ ہی حضرت سلمان فارسیؓ کو اس کی جائے پیدائش نے کوئی نقصان دیا۔

امام حاکمؒ نے المعرفہ ص ۱۹۵ میں روایت نقل کی ہے:

حـدَّثنَا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنَ مُحَمَّدٍ الْعَنزِيُّ قَالَ: حَدَّثنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ خالد الدَّارِميُّ قَالَ: حَدَّثَنِيُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي اللَّيْثِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَشْجَعِيُّ، عَـنُ سُـفُيَانَ الثَّوُرِيّ، عَنُ هِشَامِ بْنِ سَعُدٍ، عَنِ الْمَقْبُرِى، عَن أبى هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَـالَ رَسُـولُ الـلّٰـه صـلـى الـلّٰـه عـليـه وسـلـم: إن الله قد اَذُهَب عَنُكُمُ عِبيَّةَ الُجَاهِلِيَّةِ، وَفَخرَهَا بِالْآبَاءِ، النَّاسُ بَنُو اٰدَمَ، وَاٰدَمُ مِنُ تُرَابٍ مُؤُمِنٌ تَقِيٌّ وَفَاجِرٌ

شَـقِـيٌّ، لَيَـنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَفْخَرُونَ بِرِجَالٍ إِنَّمَا هُمْ من فحْمِ جهَنَّمَ، أَوْ لَيَكُونُوا أَهْوَنَ عَلَى اللّٰهِ مِنْ جِعْلانَ تَدْفَعُ النَّتَنَ بأَنْفِهَا.

(معرفة علوم الحديث ص ۱۹۵، المؤلف: الحاكم أبو عبد الله محمد بن عبدالله النيسابوری (ت ۴۰۵ھ) الطبعة: الأولى ۱۳۵٦ھ. ۱۹۳۷م)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے دور کا تکبر اور آباؤ اجداد کی وجہ سے فخر کرنا بھی ختم کر دیا ہے۔ لوگ سارے کے سارے آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے تھے۔ اور آدمی یا تو مؤمن پرہیز گار ہوگا یا فاجر بد بخت ہوگا۔ البتہ ضرور بضرور کچھ قومیں ایسی حالت کو پہنچیں گی کہ وہ ایسے لوگوں کی وجہ سے فخر کا اظہار کریں گی حالانکہ پختہ بات ہے کہ وہ جہنم کے کوئلوں میں سے کوئلے ہوں گے۔ یا یقیناً وہ اللہ کے ہاں گوبر کے اس کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہوں گے جو اپنے ناک کے ساتھ گندگی کو ہٹاتا ہے۔''

اسی وجہ سے بہت ہی بعید سمجھا جاتا ہے کہ ابن عیینہؒ نے ان ائمہ کے بارہ میں اس جیسی کلام کی ہو۔ ربیعہؒ تو مدینہ کے فقہاء کے شیخ تھے۔ عثمان البتیؒ بصرہ کے فقہاء کے شیخ تھے۔ ابو حنیفہؒ کوفہ کے فقہاء کے شیخ تھے۔ اگر اس وجہ سے ان پر طعن ہے کہ وہ عرب نہیں تھے، تو ابن عیینہؒ پہلے خود بھی تو عرب میں سے نہیں تھے۔ وہ بھی ہلالی غلاموں میں سے تھے۔ اور جس آدمی نے ان ائمہ کو قیدی یا قیدیوں کی اولاد میں شمار کیا اس نے یقیناً جھوٹ بولا ہے۔

ابن عبدالبرؒ جامع بیان العلم وفضلہ میں لکھتے ہیں:

حـدثـنـا خـلف بـن الـقاسم ثنا أبو طالب محمد بن زكريا، ثنا موسى بن هَـارُونَ بْـنِ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِي عَنِ الْحُمَيْدِي عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ: لَمْ يزل أَمْرُ أَهْلِ الْكُوفَةِ مُعْتَدِلًا حَتّٰى نَشَأَ فِيهِمْ أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ مُوسٰى: وَهُوَ من أبناءِ سبايا الأمـم امـه سـنـديَّة وَأَبُوهُ نَبَطِي قَالَ: وَالَّذِينَ ابْتَدَعُوا الرَّأْى ثَلَاثَةٌ وَكُلُّهُمْ مِنْ

أَبْنَاءِ سَبَايَا الْأُمَمِ وَهُمْ رَبِيعَةُ بالمَدِينَةِ وَعُثمانُ البتي بِالْبَصْرَةِ وَأَبُو حَنِيفَةَ بِالْكُوفَةِ. (جامع بیان العلم وفضلہ (ابن عبدالبر ج۲ ص۱۰۷۹، رقم ۲۱۰۴)

ترجمہ: موسیٰ بن ہارونؒ کے واسطہ سے الحمیدیؒ سے روایت بیان کی ہے کہ ابن عیینہؒ نے کہا: ''ہمیشہ کوفہ والوں کا معاملہ اعتدال میں رہا یہاں تک کہ ان میں امام ابوحنیفہؒ پیدا ہوئے۔'' موسیٰ یعنی ابن ہارون بن اسحاق الہمدانیؒ جو کہ الحمیدیؒ کے ساتھی ہیں، انہوں نے کہا: ''اور وہ (ابوحنیفہؒ) قید کر کے لائی جانے والی جماعت کی اولاد میں سے تھے۔ اس کی ماں سندیہ اور اس کا باپ نبطی تھا۔'' کہتے ہیں: ''جن لوگوں نے رائے کی بدعت ایجاد کی ہے، وہ تین شخص ہیں، اور وہ سارے کے سارے قیدیوں کی اولاد میں سے ہیں اور وہ مدینہ میں ربیعہؒ، بصرہ میں عثمان البتیؒ ہے اور کوفہ میں ابوحنیفہؒ ہیں۔''

تو اس سے معلوم ہو گیا کہ بے شک روایت میں تبدیلی کی گئی ہے، اور اس میں اضافہ کیا گیا ہے، اور تبدیلی اور اضافہ ان لوگوں کی طرف سے ہے جو ابن عیینہؒ کے بعد ہیں، اور وہ الحمیدیؒ ہی ہو سکتا ہے۔ مگر بے شک راوی نے زیادتی پر آگاہ نہیں کیا تو خطیبؒ کی روایت میں اصل اور زیادتی کو ایک ہی طرح بیان کر دیا گیا۔ اور ابن عبدالبرؒ کی روایت میں اس کی جگہ موسیٰؒ کو کر دیا گیا ہے۔

جو شخص یہ کہتا ہے کہ بے شک امام ابوحنیفہؒ قیدیوں کی اولاد میں سے تھے تو اس کی تردید اسماعیل بن حمادؒ کی بات کرتی ہے جو اس نے کہی ہے: **والله ما وقع علينا رق قط.**

(أخبار أبي حنيفة وأصحابه (الصيمري) ص ١٦ تاريخ بغداد – ت بشار (الخطيب البغدادي) ج ١٥ ص ٣٤٨؛ تاريخ بغداد – ط العلمية (الخطيب البغدادي) ج ١٣ م ٣٢٧؛ منازل الأئمة الأربعة أبي حنيفة ومالك والشافعي وأحمد (يحيى بن إبراهيم السلماسي) ص ١٦٣؛ تهذيب الأسماء واللغات (النووي) ج٢ ص ٢١٧)

ترجمہ: اللہ کی قسم! ہم پر کبھی بھی غلامی کا دور نہیں آیا۔

☆......امام صاحبؒ اور آپؒ کے خاندان کو جو **مولٰی بنی تیم الله** کہا جاتا ہے، اس میں بھی لفظِ مولیٰ حلیف اور **مولی الموالاۃ** ہی کے معنی میں ہے، کیونکہ اس کا یہی معنی خود امام ابوحنیفہؒ کی تصریح کے مطابق ہے۔ چنانچہ امام طحاویؒ ہے (م ۳۲۱ھ) نے آپؒ کے شاگرد رشید اور جلیل القدر محدث امام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقریؒ (م ۲۱۳ھ) سے بالسند یہ بیان نقل کیا ہے:

قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِئُ: أَتَيْتُ أَبَا حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ، فَقَالَ لِي: مِمَنِ الرَّجُلُ فَقُلْتُ: رَجُلٌ مَنَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ بِالإِسْلَامِ، فَقَالَ لِي: لَا تَقُلْ هٰكَذَا وَلٰكِنْ وَالِ بَعْضَ هَذِهِ الْأَحْيَاءِ ثُمَّ انْتَمِ، فَإِنِّي أَنَا كُنْتُ كذلك.

(شرح مشكل الآثار، ج ۷ ص ۲۸۳ تحت رقم ۲۸۵۶، المؤلف: أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة الأزدى الحجرى المصرى المعروف بالطحاوى (المتوفى: ۳۲۱ ھ) الناشر: مؤسسة الرسالة)

ترجمہ: میں امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے دریافت کیا: ”تم کون ہو؟“ میں نے عرض کیا: ”میں ایک ایسا شخص ہوں کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نعمت دے کر احسان فرمایا (یعنی میں ایک نومسلم ہوں)۔“ امام صاحبؒ نے فرمایا: ”تم ایسا نہ کہو، بلکہ ان (مسلم) قبائل میں سے کسی سے ولاء (عہد و پیمان) کرلو اور پھر ان ہی کی طرف اپنے کو منسوب کرو، میں نے خود بھی ایسا ہی کیا تھا۔“

☆...... پختہ بات ہے کہ ابوحنیفہؒ کے متعلق جس ولاء کا ذکر آتا ہے، اس سے مراد ولاء الموالاۃ ہے، اس سے مراد نہ تو ولاءالاسلام ہے، اور نہ ہی ولا العتق۔ بلکہ ان کا دادا نعمان بن قیس بن المرزبانؒ تو نہروان کے دن حضرت علیؓ کا جھنڈا اٹھانے والے تھے۔ اسماعیل بن

حمادؒ تو وہ آدمی ہے جس کو محمد بن عبداللہ الانصاریؒ صحابہؓ کے بعد بصرہ کے تمام قاضیوں پر فضیلت دیتے تھے۔

تاریخ بغداد کے مطبوعہ تینوں نسخوں (دومصری اور ایک ہندی) اور مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان میں راوی کا نام اسماعیل بن عباسؒ لکھا ہے حالانکہ صحیح اسماعیل بن عیاشؒ ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔اس کی روایت اہل نقد کے ہاں شامیوں کے علاوہ دوسروں سے مردود ہے۔ ہشام بن عروہؒ مدنی ہے، اہل الشام میں سے نہیں ہے۔تو ان سے ابن عیاشؒ کی روایت لازماً مردود ہوگی۔پھر سند میں یعقوب بن سفیانؒ بھی ہے جس کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ کے بارہ میں طعن کیا کرتا تھا۔اس اثر کا ایک راوی محمد بن عوفؒ مجہول بھی ہے۔اس لیے کہ بے شک وہ ابوجعفر الطائی الحمصی الحافظؒ تو ہو نہیں سکتا کیونکہ اس کی ولادت اسماعیل بن عیاشؒ کی وفات کے بعد ہے۔ یہ بحث تو پہلی سند کے متعلق تھی۔

بہر حال دوسری سند تو اس میں الحمیدیؒ ہے۔اور وہ ابوحنیفہؒ اور اس کے اصحاب کے بارہ میں انتہائی تعصب کی وجہ سے ان لوگوں میں سے نہیں کہ ان کی تصدیق کی جا سکے۔جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔ابونعیمؒ اپنے شدید تعصب کی وجہ سے سنی اور نہ سنی ہوئی روایات کو ایک ہی طرز پر بیان کر دیتا ہے۔یہی دونوں خبروں کو رد کرنے میں کافی ہیں۔

پھر ابن عیینہؒ فتویٰ دینے میں انتہائی محتاط ہونے کی وجہ سے ان ائمہ کے خلاف اس انداز کی زبان درازی کیسے کر سکتے ہیں؟ اور نہ ہی وہ ان لوگوں میں سے تھے جو ان ائمہ کے مرتبہ سے ناواقف تھے۔اور نہ ہی وہ ان لوگوں میں سے تھے جو جاہلیت کی ان دفن شدہ عادات کو پھیلاتے، بعد اس کے کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک قدموں کے نیچے روند ڈالا تھا۔اور نہ ہی وہ ان لوگوں میں سے تھے جو اس بات سے ناواقف ہوں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد مسلمانوں کے شہروں میں علم کو اٹھانے والے اکثر آزاد کردہ غلام ہی تھے۔ پس حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ، مجاہدؒ، عطاءؒ، مکحولؒ، اوزاعیؒ، یزید بن ابی حبیبؒ، لیث بن سعدؒ،

طاؤسؒ وغیرہ بے شمار آزاد کردہ غلاموں میں سے تھے۔ یہاں تک کہ زہریؒ اور محمد بن اسحاقؒ کے نزدیک امام مالکؒ بھی ان میں سے تھے۔ یہاں تک کہ بعض اہل علم کے نزدیک امام شافعیؒ بھی ان میں سے تھے۔ پس خونی نسب کی وجہ سے اپنے آپ کو عزت والا سمجھنا علماء کی شان نہیں ہے۔

امام حاکمؒ معرفتِ علوم الحدیث میں لکھتے ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَافِظُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمنِ مُحَمَّد بن عَبْدِ اللہ الْبَبْرُونِيُّ قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مَطَرِ بْنِ الْعَلاءِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بن يُوسُفَ بن بَشِيرٍ الْقُرَشِيُّ، قَالَ: حدثني الْوَلِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُوَقِّرِيُّ قال: سَمِعْتُ مُحَمَّد بن مُسْلِمِ بْنِ شِهَابِ الزُّهْرِي يَقُولُ: قَدِمْتُ عَلَى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ فَقَالَ لِي: مِنْ أَيْنَ قَدِمْتَ يَا زُهْرِيُّ؟ قُلْتُ: من مكة قَالَ: فَمَن خَلَّفْتَ يَسُودُ أَهْلَهَا؟ قَالَ: قُلْتُ: عطاء بن أبى رباح. قَالَ: فَمِنَ الْعَرَبِ أَمْ مِنَ الْمَوَالِي؟ قَالَ: قُلْتُ: مِنَ الْمَوَالِي. قالَ: وَبِمَ سَادَهُمْ؟ قَالَ: قُلْتُ: بِالدِّيَانَةِ وَالرِّوَايَةِ قَالَ: إِنَّ أَهْلَ الدِّيَانَةِ وَالرِّوَايَةِ لَيَنْبَغِي أَنْ يَسُودُوا، فَمَنْ يَسُودُ أَهْلَ الْيَمَنِ؟ قَالَ: قلتُ: طَاوسُ بْنُ كَيْسَانَ، قَالَ: فَمِنَ الْعَرَبِ أَمْ مِنَ الْمَوَالِي؟ قَالَ: قلت: مِنَ الْمَوَالِي، قَالَ: وَبِمَ سَادَهُمْ، قَالَ: قُلْتُ: بِمَا سَادَهُم بِهِ عطاء قَالَ: إِنَّهُ لَيَنْبَغِي فَمَنْ يَسُودُ أَهْلَ مِصْرَ؟ قَالَ: قُلْتُ: يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ قَالَ: فَمِنَ الْعَرَبِ أَمْ مِنَ الْمَوَالِي؟ قَالَ: قُلْتُ: مِنَ الْمَوَالِي، قَالَ: فَمَنْ يَسُودُ أَهْلَ الشَّامِ قَالَ: قُلْتُ: مَكْحُول قَالَ: مِنَ الْعَرَبِ أَمْ مِنَ الْمَوَالِي قَالَ: قُلْتُ: مِنَ الْمَوَالِي عَبْدٌ نُوبِيٌّ أَعْتَقَتْهُ امْرَأَةٌ مِنْ هُذَيْلٍ قَالَ: فَمَنْ يَسُودُ أَهْلَ الْجَزِيرَةِ؟ قَالَ: قُلْتُ: مَيْمُونُ بْنُ مِهْرَانَ. قَالَ: فَمِنَ الْعَرَبِ أَمْ مِنَ الْمَوَالِي؟ قَالَ: قُلْتُ: من المَوَالِي. قَالَ: فَمَنْ يَسُودُ أَهْلَ

خُرَاسَانَ؟ قَالَ: قُلْتُ: الضَّحَاکُ بن مزاحم قَالَ: فَمِنَ الْعَرَبِ أَمْ مِنَ الْمَوَالِی قَالَ: قُلْتُ: من الموالی قَالَ: فَمَنْ یَسُودُ أَهْلَ الْبَصَرَةِ قُلْتُ: الْحَسَنُ بْن أَبی الحسن قَالَ: فَمِنَ الْعَرَبِ أَمْ مِنَ الْمَوَالِی؟ قَالَ: قُلْتُ: مِنَ الْمَوَالِی. قالَ: وَیْلَکَ فَمَنْ یَسُودُ أَهْلَ الْکُوفَةِ؟ قَالَ: قُلْتُ: إِبْرَاهِیمُ النخعی قال: فَمِنَ الْعَرَبِ أَمْ مِنَ الْمَوَالِی؟ قَالَ: قُلْتُ: مِنَ الْعَرَبِ قَالَ: وَیْلَکَ یَا زُهْرِی! فَرَّجْتَ عَلَی وَاللہ لَیَسُودَنَّ الْمَوَالِی عَلَی الْعَرَبِ حَتّٰی یخطب لها عَلَی الْمَنَابِرِ وَالْعَرَبُ تَحْتَهَا قَالَ: قُلْتُ: یَا أَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ إِنَّمَا هُوَ أَمْرُ اللهِ وَدِینُهُ مَنْ حَفِظَهُ سَادَ وَمَنْ ضَیَّعَهُ سَقَطَ.

(معرفت علوم الحدیث ص ۱۹۸، ۱۹۹. المؤلف: الحاکم أبو عبد الله محمد بن عبد الله النیسابوری (ت ۴۰۵هـ) الطبعة: الأولی ۱۳۵۶هـ . ۱۹۳۷م الناشر: جمعیة دائرة المعارف العثمانیة بحیدر آباد الدکن الهند)

ترجمہ: الولید بن محمد الموقریؒ نے کہا کہ میں نے محمد بن مسلم بن شہاب الزہریؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں عبدالملک بن مروان کے پاس حاضر ہوا۔تو اس نے مجھے کہا: اے زہری تو کہاں سے آیا ہے؟ تو میں نے کہا: مکہ سے۔ وہ کہنے لگا: تو پیچھے کس کو چھوڑ آیا ہے جو اس کے رہنے والوں کی سرداری کرے؟۔ زہری کہتے ہیں کہ میں نے کہا: عطاء بن ابی رباح کو۔تو وہ کہنے لگا: وہ عرب سے ہے یا موالی سے؟۔تو میں نے کہا: وہ موالی (آزادکردو غلاموں) میں سے ہے۔تو اس نے کہا: ''وہ ان کا سردار کیسے ہوسکتا ہے؟''۔ میں نے کہا: ''دیانت اور روایت میں۔'' تو وہ کہنے لگا: ''بے شک دیانت اور روایت والے ہی سردار ہو سکتے ہیں۔تو پھر اہل یمن کا سردار کون ہوگا؟۔'' تو میں نے کہا: ''طاؤس بن کیسانؒ۔'' تو وہ کہنے لگا: ''وہ عرب میں سے ہے یا موالی میں سے؟'' تو میں نے کہا: ''وہ موالی میں سے ہے۔'' تو وہ کہنے لگا: ''وہ کس بات میں ان کا سردار ہے؟'' میں نے کہا: ''جس وجہ سے ان کا سردار عطاءؒ

ہے۔'' تو وہ کہنے لگا: ''بے شک وہ یقیناً ہوسکتا ہے۔ تو اہل مصر کا سردار کون ہے؟'' تو میں نے کہا: ''یزید بن ابی حبیبؒ۔'' تو وہ کہنے لگا: ''وہ عرب میں سے ہے یا موالی میں سے۔'' تو میں نے کہا: ''وہ موالی میں سے ہے۔'' اس نے کہا: ''پھر اہل شام کا سردار کون ہے؟'' تو میں نے کہا: ''مکحول۔'' تو وہ کہنے لگا: ''وہ عرب میں میں سے یا موالی میں ہے؟'' تو میں نے کہا: ''وہ موالی میں سے ہے۔ وہ ریگستانی علاقہ کا غلام تھا۔ اس کو ہذیل قبیلہ کی ایک عورت نے آزاد کیا تھا۔'' اس نے کہا: ''اہلِ جزیرہ کا سردار کون ہے؟'' تو میں نے کہا: ''میمون بن مہران۔'' تو وہ کہنے لگا: ''وہ عرب میں سے ہے یا موالی میں ہے؟'' تو میں نے کہا: ''موالی میں سے ہے۔'' اس نے کہا: ''خراسان کا سردار کون ہے؟'' تو میں نے کہا: ''الضحاک بن مزاحم۔'' تو وہ کہنے لگا: ''وہ عرب میں میں سے ہے یا موالی میں سے ہے؟'' تو میں نے کہا: ''وہ موالی میں سے ہے۔'' اس نے کہا: ''اہل بصرہ کا سردار کون ہے؟'' تو میں نے کہا: ''الحسن بن ابی الحسن۔'' تو وہ کہنے لگا: ''وہ عرب میں سے ہے یا موالی میں ہے؟'' تو میں نے کہا: ''وہ موالی میں سے ہے۔'' اس نے کہا: ''تیرے لیے ہلاکت ہو! تو اہلِ کوفہ کا سردار کون ہے؟'' تو میں نے کہا: ''ابراہیم النخعیؒ'' تو وہ کہنے لگا: ''وہ عرب میں میں سے ہے یا موالی میں سے ہے۔'' تو میں نے کہا: ''وہ عرب میں سے ہے۔'' اس نے کہا: اے زہری! تیرے لیے ہلاکت ہو! تو نے میری پریشانی دور کر دی۔ اللہ کی قسم! البتہ ضرور بضرور عرب پر موالی سرداری کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیں گے اور عرب ان سے نیچے بیٹھے ہوں گے۔ زہریؒ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے امیر المومنین! پختہ بات ہے کہ یہ اللہ کا اور اس کے دین کا معاملہ ہے۔ جو اس کی حفاظت کرے گا وہ سردار ہوگا۔ اور جو اس کو ضائع کرے گا تو وہ رتبہ سے گر جائے گا۔''

ابو محمد الرامہرمزیؒ نے المحدث الفاصل میں بیان کیا ہے:

حدثنا بكر بن أحمد بن الفرج الزهري، حدثنا العباس بن الفرج

الـريـاشي، حدثنا عبد الملك بن قريب قال: دخل عبد الملك بن مروان الـمسـجـد الحرام، فرأى حلق العلم والذكر، فأعجب بها فأشار إلى حلقة فـقـال: لـمـن هـذه الـحلقة فقيل: لعطاء، ونظر إلى أخرى فقال: لمن هذه؟ فقيل: لسعيد بن جبير، ونظر إلى أخرى فقال: لمن هذه؟ فقيل: لميمون بن مهـران، ونـظر إلى أخرى فقال: لمن هذه فقيل: لمكحول ونظر إلى أخرى فـقـال: لـمـن هـذه؟ فـقيـل: لـمـجاهد، وكل هؤلاء من أبناء الفرس الذين بـاليمن، فرجع إلى منزله، وبعث إلى أحياء قريش فجمعهم، فقال: يا معشر قـريـش! كـنـا فيما قد علمتم، فمن الله علينا بمحمد صلى الله عليه وسلم وبهذا الدين فحقرتموه حتى غلبكم أبناء الفرس فلم يرد أحد منهم إلا على بـن الـحسيـن، فـإنــه قـال: ذلک فـضـل الـلـه يؤتيـه من يشاء ثم قال عبد الـمـلک: مـا رأيـت كـهـذا الـحـى مـن الـفـرس مَلَكُوا مِن أَوَّلِ الدهر فلم يحتاجوا إلينا، وملكناها فما استغنينا عنهم ساعةً.

(الـمحدث الفاصل بين الراوى والواعى ص ٢٣٩، ٢٤٠. رقم ١٣٩. الـمـؤلف: أبـو مـحـمد الحسن بن عبد الرحمن بن خلاد الرامهرمزى (ت ٣٦٠هـ)، تـحـقيـق: مـحـمـد مـحب الدين أبو زيد الناشر: دار الذخائر. الطبعة: الأولى ٢٠١٦م الصفحات: ٤٨٩)

ترجمہ: عبدالملک بن قریبؒ نے کہا کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان مسجد حرام میں داخل ہوا تو وہاں علم اور ذکر کی مجالس دیکھیں، تو ان پر تعجب کیا۔ پھر ایک مجلس کی طرف اشارہ کر کے کہا: ''یہ کس کی مجلس ہے؟'' تو اس کو بتایا گیا: ''یہ عطاءؒ کی مجلس ہے۔'' دوسری مجلس دیکھ کر کہا: یہ کس کی مجلس ہے؟'' تو اس کو بتایا گیا: ''سعید بن جبیرؒ کی۔'' ایک اور مجلس کو دیکھ کر کہا: ''یہ کس کی ہے؟'' تو بتایا گیا: ''میمون بن مہران کی۔'' ایک اور مجلس کی طرف دیکھ کر پوچھا: ''یہ کس کی

ہے؟'' تو بتایا گیا: ''مکحولؒ کی۔'' اور ایک اور مجلس کی طرف دیکھ کر پوچھا: ''یہ کس کی ہے؟'' تو بتایا گیا: مجاہدؒ کی۔'' اور یہ سارے کے سارے فارسی النسل تھے۔ تو وہ اپنی منزل کی طرف لوٹا اور قریش کے قبائل کی طرف پیغام بھیج کر ان کو جمع کیا۔ پھر کہا: ''اے قریش کے خاندان! ہم جس حالت میں تھے تم یقیناً اس کو جانتے ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے دین کی وجہ سے ہم پر احسان کیا۔ پس تم اس دین کو حقیر سمجھنے لگے یہاں تک کہ فارسی النسل تم پر غالب آ گئے۔ تو اس کو امام علی بن الحسینؒ (امام زین العابدینؒ) کے علاوہ کسی نے جواب نہ دیا۔ پس بے شک اس نے کہا: **ذٰلِکَ فَضْلُ اللہِ یُؤْتِیهِ مَنْ یشاء:** یہ تو اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ پھر عبدالملکؒ نے کہا: ''میں نے اس فارسی خاندان کی طرح کوئی نہیں دیکھا کہ وہ اول زمانہ ہی سے بادشاہی کرتے ہیں۔ پس وہ ہماری طرف محتاج نہیں ہیں اور ہم نے ان کو سردار بنایا۔ تو ہم ان سے ایک لمحہ بھی احتیاجی سے خالی نہیں ہیں۔''

اور اسی طرح رامہرمزیؒ نے مزید بیان کیا ہے:

حدثنا موسی بن زکریا أخبرنا عمرو بن الحصین، حدثنا ابن علاثة حدثنا حمید الطویل قال: قدم رجل من أهل البادیة البصرة فاستقبله خالد بن مهران، فقال له: یا عبد الله! أخبرنی عن سید أهل هذا المصر من هو؟ قال الحسن بن أبی الحسن. قال: اعربی أم مولی؟ قال: مولی، قال: مولی لمن؟ قال: للأنصار قال: فبم سادهم؟ قال: احتاجوا إلیه فی دینهم واستغنی هو عن دنیاهم. فقال البدوی: کفی بهذا سُودَدًا.

(المحدث الفاصل بین الراوی والواعی ص ۲۴۱. رقم ۱۴۱)

ترجمہ: حمید الطّویلؒ نے کہا کہ بصرہ میں ایک دیہاتی آیا۔ تو اس کا سامنا خالد بن مہرانؒ سے ہوا۔ تو اس نے اس سے کہا: ''اے اللہ کے بندے! مجھے اس شہر کے سردار کے بارہ میں بتا کہ وہ کون ہے؟ تو خالدؒ نے اس کو جواب دیا: ''وہ الحسن بن ابی الحسنؒ ہے۔'' اس نے پوچھا:

کیا وہ عربی ہے یا آزاد کردہ غلام ہے۔تو اس نے کہا: ''آزاد کردہ غلام ہے۔'' اس نے کہا: ''وہ کس کا غلام تھا؟'' تو اس نے کہا: ''انصار کا۔'' اس نے پوچھا: ''کس وجہ سے وہ ان کا سردار بن گیا؟'' تو اس نے کہا: ''وہ اپنے دین میں اس کے محتاج ہیں اور وہ ان کی دنیا سے بے نیاز ہے۔'' تو دیہاتی کہنے لگا: ''سرداری کے لیے یہی کافی ہے۔''

ابن عبدربہ نے العقد الفرید میں ذکر کیا ہے:

وقال ابن أبي ليلى: قال لي عيسى بن موسى وكان جائرا شديد العصبية: من كان فقيه البصرة؟ قلت: "الحسن بن أبي الحسن" قال: ثم من؟ قلت: "محمد بن سيرين" قال: "فما هما؟" قلت: "موليان" قال: "فمن كان فقيه مكة؟" قلت: عطاء بن أبي رباح ومجاهد بن جبر، وسعيد ابن جبير، وسليمان بن يسار." قال: "فما هؤلاء؟" قلت: "موالي." فتغير لونه، ثم قال: "فمن أفقه أهل قباء؟" قلت: "ربيعة الرأي، وابن أبي الزناد." قال: "فما كانا؟" قلت: "من الموالي." فاربد وجهه، ثم قال: "فمن كان فقيه اليمن؟" قلت: طاوس وابنه وهمام بن منبه." قال: "فما هؤلاء؟" قلت: "من الموالي." فانتفخت أوداجه فانتصب قاعدا، (ثم) قال: فمن كان فقيه خراسان؟" قلت: "عطاء بن عبد الله الخراساني." قال: "فما كان عطاء هذا؟" قلت: "مولى." فازداد وجهه تربدا واسود اسودادا حتى خفته ثم قال: "فمن كان فقيه الشام؟" قلت: "مكحول." قال: فما كان مكحول هذا؟" قلت: مولى فازداد تغيظا وحنقا، ثم قال: "فمن كان فقيه الجزيرة؟" قلت: "ميمون بن مهران." قال: "فما كان؟" قلت: "مولى." قال: فتنفس الصعداء، ثم قال: فمن كان فقيه الكوفة؟ قلت: "فو الله! لولا خوفه لقلت: "الحكم بن عيينة وعمار بن أبي سليمان، ولكن رأيت فيه

الشـر، فـقـلـت: "إبراهيم، والشعبى." قال: "فما كانا؟" قلت: "عربيان." قال: "الله أكبر وسكن جاشه."

(العقد الفريد، ج۳ ص ۳٦۳، ۳٦۴. المؤلف: أبو عمر، شهاب الدين أحـمـد بـن محمد بن عبد ربه ابن حبيب ابن حدير بن سالم المعروف بابن عبـد ربـه الأنـدلسـى (ت) ۸۲۸هـ) الناشر: دار الكتب العلمية. بيروت. الطبعة: الأولى ۱۴۰۴هـ، عدد الأجزاء: ۸)

ترجمہ: بے شک عیسیٰ بن موسیٰ العباسؒ نے محمد بن ابی لیلیٰؒ سے پوچھا: ''بصرہ کا فقیہ کون ہے؟'' تو اس نے کہا: ''الحسن بن ابی الحسنؒ۔'' (یعنی امام حسن بصریؒ) اس نے پوچھا: ''پھر اس کے بعد کون ہے؟'' تو اس نے کہا: ''محمد بن سیرینؒ۔'' اس نے پوچھا: ''وہ دونوں کون ہیں؟'' تو اس نے کہا: ''وہ دونوں موالی میں سے ہیں۔'' اس نے پوچھا: ''مکہ کا فقیہ کون ہے؟'' تو اس نے کہا: ''عطاء بن ابی رباحؒ، مجاہدؒ اور سعید بن جبیرؒ اور سلیمان بن یسارؒ ہیں۔ اس نے پوچھا: ''یہ کون ہیں؟'' تو اس نے کہا: ''یہ موالی میں سے ہیں۔'' اس نے پوچھا: ''مدینہ کے فقہاء کون ہیں؟'' تو اس نے کہا: ''زید بن اسلمؒ، محمد بن المنکدرؒ، نافعؒ اور ابن ابی نجیحؒ۔'' اس نے پوچھا: ''یہ کون ہیں؟'' تو اس نے کہا: ''موالی میں سے ہیں۔'' تو اس کی رنگت تبدیل ہو گئی۔ پھر پوچھا: ''قبا والوں میں سب سے فقیہ کون ہے؟'' تو اس نے کہا: ''ربیعہ الرائےؒ اور ابن ابی الزنادؒ۔'' اس نے پوچھا: ''یہ دونوں کون تھے؟'' تو اس نے کہا: ''موالی میں سے تھے۔'' پھر اس کا چہرہ غصہ کی وجہ سے خاکستری ہو گیا۔ پھر کہا: ''یمن کا فقیہ کون ہے؟'' تو اس نے کہا: ''طاؤسؒ اور اس کا بیٹا اور ھمام بن منبہؒ۔'' اس نے پوچھا: ''یہ کون ہیں؟'' محمد بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ''وہ موالی میں سے ہیں۔'' تو اس کی رگیں پھول گئیں اور اٹھ بیٹھا اور کہا: ''خراسان کا فقیہ کون ہے؟'' تو اس نے کہا: ''عطاء بن عبداللہ الخراسانیؒ۔'' تو اس نے کہا: ''عطاءؒ کون ہے؟'' تو اس نے کہا: ''وہ آزاد کردہ غلام

ہے۔'' تو اس کا چہرہ مزید خاکستری ہوگیا۔ پھر پوچھا: ''شام کا فقیہ کون ہے؟'' تو اس نے کہا: ''مکحولؒ ہے۔'' تو اس نے کہا: ''مکحولؒ کون ہے؟'' تو اس نے کہا: ''مولیٰ ہے۔'' پھر اس نے پوچھا: ''کوفہ کا فقیہ کون ہے؟'' تو اس نے کہا: ''اگر اس کا ڈر نہ ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ الحکم بن عتیبہؒ اور حماد بن ابی سلیمانؒ ہیں لیکن میں نے اس کی بری حالت دیکھی، تو کہا: ابراہیم نخعیؒ اور شعبیؒ ہیں۔'' اس نے کہا: ''وہ دونوں کون ہیں؟'' تو میں نے کہا: ''وہ دونوں عربی ہیں۔'' تو اس نے کہا: ''اللہ اکبر۔'' اور اس کا جوش ٹھنڈا ہوگیا۔

ابن الصلاح نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے:

عن عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، قَالَ: "لَمَّا مَاتَ الْعَبَادِلَةُ صَارَ الْفِقْهُ فى جميع الْبُلْدَانِ إِلَى الْمَوَالِي إِلَّا الْمَدِينَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ خَصَّهَا بِقُرَشِيٍّ فكَانَ فَقِيهُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ غَيْرَ مُدَافَع."

قلت: وفِي هٰذَا بَعْضُ الْمَيْلِ فَقَدْ كَانَ حِينَئِذٍ مِنَ الْعَرَبِ غَيْرَ ابْنِ الْمُسَيِّبِ فُقَهَاءُ أَئِمَّةٌ مَشَاهِيرُ مِنْهُمُ الشَّعْبِى وَالنَّخَعِيُّ وَجَمِيعُ الْفُقَهَاءِ السَّبْعَةِ الَّذِينَ مِنْهُمُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ عَرَبٌ إِلَّا سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ وَاللهُ أَعْلَمُ.

(معرفة أنواع علوم الحديث ويُعرف مقدمة ابن الصلاح ص ۴۰۴، المؤلف: عثمان بن عبد الرحمن أبو عمرو، تقى الدين المعروف بابن الصلاح (ت ۶۴۳هـ) المحقق: نور الدين عتر الناشر: دار الفكر، سوريا، دار الفكر المعاصر، بيروت.) سنة النشر: ۱۴۰۶هـ ـ ۱۹۸۶م)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن زید بن اسلمؒ نے ذکر کیا کہ عبادلہ کے بعد مدینہ کے علاوہ باقی تمام شہروں میں فقہ موالی میں منتقل ہوگئی (اور عبادلہ سے مراد عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، عبداللہ بن عمرؓ، اور عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن الزبیرؓ ہیں۔ اور احناف کے نزدیک عبداللہ بن مسعودؓ، اور عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ ہیں)۔ پس بے شک اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو قرشی

کے ساتھ خاص کیا تو وہ بالاتفاق سعید بن المسیبؒ ہیں۔

اس روایت میں ہے کہ بے شک النخعی ہیں اور الشعبیؒ دونوں عرب ہیں۔اور اہلِ مدینہ کے سات فقہاء میں سے سلیمان بن یسارؒ کے علاوہ سارے کے سارے عرب ہیں۔

☆......محمد بن المنکدرؒ کو موالی میں شمار کرنا غلط ہے جیسا کہ بعض روایات میں نخعیؒ کو ان میں سے شمار کیا گیا ہے جو کہ غلط ہے۔ابن المسیبؒ قریشی مخدومی تھے۔سبعہ قرأت کے ائمہ ساتوں چاند سوائے ابن عامرؒ اور ابن العلاءؒ کے موالی میں سے تھے۔اس کی طرف امام شاطبیؒ نے اشارہ کرتے ہوئے کہا:

أبـو عـمـرهِـمْ وَالْيَحْصَبِيُ ابْنُ عَامِرٍ
صـريـح وَبَـاقِيهِـمُ أَحَـاطَ بِـهِ الْوَلَا

(متن الشاطبية، حرز الأماني ووجه التهاني في القرأت السبع ص ۴، رقم الشعر ۴۱، المؤلف: القاسم بن فيره بن خلف بن أحمد الرعيني، أبومحمد الشاطبي (ت ۵۹۰هـ)، المحقق: محمد تميم الزعبي الناشر: مكتبة دار الهدى ودار الغوثاني للدراسات القرآنية الطبعة: الرابعة ۱۴۲۶هـ - ۲۰۰۵م، عدد الصفحات: ۹۴)

ان قراءِ سبعہ میں سے ابوعمرؒ اور ابن عامرؒ خالص عربی ہیں اور باقی کو غلامی نے گھیرا تھا۔

اگر ہم فقہ اور حدیث وتفسیر وعربیت اور دیگر علوم کے ائمہ میں سے جو موالی تھے، ان کے متعلق لکھنا شروع ہو جائیں تو کلام بہت لمبا ہو جائے گا۔ جو ہم نے ذکر کر دیا ہے یہی کافی ہے۔

خطیبؒ نے اس ضمن میں کچھ اور خبریں بھی نقل کی ہیں اور ان کی اسانید میں ابن رزقؒ اور ابوعمرو بن السماکؒ اور الحمیدیؒ ہیں اور ان کے بارہ میں کلام پہلے ہو چکا ہے۔پس ہم یہاں اس کا اعادہ نہیں کرتے اور بعض سندوں میں مجہول راوی ہیں ہم نے بے فائدہ طوالت سے

بچنے کی خاطر ان کے ذکر سے پہلو تہی کی ہے۔ بعد اس کے کہ حق واضح ہو چکا اور باطل مٹ گیا۔

اعتراض نمبر ٦، ٧:

حمدویہ کہتے ہیں میں نے محمد بن مسلمہ سے پوچھا کیا بات ہے کہ نعمان کی رائے تمام شہروں میں پہونچ گئی لیکن مدینہ میں نہیں پہنچی کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مدینہ میں دجال اور طاعون داخل نہ ہو سکے گا اور یہ بھی دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔ ایک مرتبہ اسی سوال کے جواب میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مدینہ شریف کے تمام راستوں پر خدا کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر ہے جو دجال کو وہاں داخل ہونے نہیں دیتا اور یہ کلام بھی دجالی کلام ہے اور اسی وجہ سے وہ مدینہ شریف میں داخل نہیں ہو سکا۔ واللہ اعلم۔

(امام محمدی ص ۷۷، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ٤٦، ٤٧)

جواب:

تاریخ بغداد کے مطبوعہ تینوں نسخوں (دو مصری اور ایک ہندی) اور مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان میں پہلی سند میں عبارت اس طرح ہے: "**أخبرنا ابن الفضل حدثنا علی بن إبراهيم بن شعيب الغازی حدثنا محمد ابن إسماعيل البخاری**"، لیکن تصور نہیں کیا جا سکتا کہ ایک ہی واسطہ کے ساتھ ابن الفضل کی سند بخاری تک پہنچ جائے۔ اس لیے کہ ابن الفضل کی وفات ٤١۵ھ اور بخاری کی وفات ٢۵٦ھ ہے۔ تو سند سے کئی نام ساقط ہیں اور درست وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے جیسا کہ خطیب کی تاریخ کے ص ٤٢٢ ج ١٣ سے معلوم ہوتا ہے۔ تو عبارت اس طرح ہوگی:

انبانا ابن الفضل حدثنا علی بن ابراهيم المستملی، حدثنا محمد بن ابراهيم بن شعيب الغازی، حدثنا محمد بن اسماعيل البخاری.

ڈاکٹر بشار عواد معروف کی تحقیق کے ساتھ دار الغرب الإسلامی، بیروت سے شائع شدہ تاریخ بغداد کے نسخہ میں سند اس طرح نقل کی گئی ہے:

أخبَـرَنَـا ابْـنُ الْـفَـضْـلِ قَـالَ: اخبرنا علی بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمُسْتَمْلِي وَأَخْبَرَنَا البـرقـانـی قَـالَ: أَخْبَرَنَا حمزة بن محمد بن علی بن هَاشِمٍ الْما مطيری بها، قَـالا: حَـدَّثَـنَـا مُـحَـمَّـدُ بْنَ إِبْرَاهِيمَ بْن شُعَيْبِ الْغَازِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بن إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِي.

امام بخاریؒ کا کہنا کہ ہمارا ایک ساتھی روایت کرتا تھا، تو یہ راویت مجہول سے ہے۔ اگر وہ ساتھی بخاریؒ کی شرط کے مطابق ہوتا جس سے وہ روایت کرتے ہیں تو اس کے نام کی صراحت ضرور کرتے تو یہ انداز اس پر دلالت کرتا ہے کہ روایت ایسی ہے جس پر اعتماد نہیں۔

محمد بن مسلمہ متعصب مسکین ہے۔ جو کوئی بھی ہو۔

نوٹ: تانیب الخطیب کے مصنف علامہ کوثریؒ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

محمد بن مسلمہؒ مجہول راوی ہے۔ یہ حارث بن مسکینؒ کے کاتب نہیں ہیں، اس لیے کہ وہ تو محمد بن سلمہؒ ہیں نہ کہ محمد بن مسلمہؒ۔ وہ تو مصری ہیں، نہ کہ مدنی۔ پھر اگر یہ راوی مخزوی ہے، تو اس کی ابن ابی حاتم سے توثیق ثابت ہے، لیکن اصحاب اصول ستہ اور امام احمدؒ نے اس سے احتراز کیا ہے۔ (حاشیہ: تانیب الکوثری ص۲۰۳)

بے شک اس کا درست ہونا اور اس کا جواب کمزور ہو کر ساقط ہو جاتا ہے۔ پس اس کے کلام کی مخالفت ظاہر ہو جانے کے بعد کسی اور چیز کی طرف ضرورت ہی نہیں رہتی کیونکہ یقینی طور پر اس نے اعتراف کیا ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ میں داخل ہو گیا تو وہ دجالوں میں سے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مدینہ منورہ کے شرف کو اور زیادہ کرے۔ بے شک امام ابوحنیفہؒ نے پچپن (55) کے قریب حج کیے، اور مدینہ منورہ میں بے شمار دفعہ داخل ہوئے۔ امام مالکؒ ان سے مسجد نبوی میں فقہ کا مذاکرہ کرتے تھے۔

امام صیمری نقل کرتے ہیں:

أخبرنا عبد الله بن محمد الحلوانی، قال: ثنا مكرم بن أحمد، قال: ثنا أبو جعفر أحمد ابن محمد بن سلامة الطحاوی فيما كتب به إلى قال: ثنا جبرون بن عيسى بن يزيد، قال: ثنا أيوب العراقی أبو هشام، قال: حدثنی محمد بن رشيد صاحب عبد الرحمن بن القاسم عن يوسف بن عمرو عن ابن الدراوردی قال: رأيت مالكا وأبا حنيفة فی مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد العشاء الآخرة، وهما يتذاكران ويتدارسان حتى إذا وقف أحدهما على القول الذی قال به وعمل عليه أمسک أحدهما عن صاحبه من غير تعسف ولا تخطئه لواحد منهما حتى يصليا الغداة فی مجلسهما ذلک.

(أخبار أبی حنيفة وأصحابه ص ۸۱، المؤلف: أبو عبد الله الحسين بن علی الصيمری الحنفی (ت ۴۳۶هـ) الناشر: عالم الكتب، بيروت الطبعة: الثانية ۱۴۰۵هـ ۱۹۸۵م، عدد الصفحات: ۱۷۳)

ترجمہ: عبدالعزیز الدراوردیؒ نے کہا: میں نے امام ابوحنیفہؒ اور امام مالک بن انسؒ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد دیکھا کہ وہ دونوں مذاکرہ اور دراستہ کرتے رہے، یہاں تک کہ جب ان دونوں میں سے کوئی کسی بات میں شک کرتا، جو اس کے صاحب نے کہی ہوتی۔ تو دوسرا ناک چڑھائے اور غصہ کیے بغیر اور خطا کا رقرار دیے بغیر دلیل پیش کرتا، یہاں تک کہ وہ دونوں صبح کی نماز اپنی اس جگہ میں ادا کرتے۔

اس کے قریب قریب ابن ابی العوامؒ کی عبارت ہے۔ امام مالکؒ نے بہت سے مسائل میں بلکہ اکثر مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ موافقت کی ہے، بلکہ ان کے پاس ابوحنیفہؒ سے حاصل کیے گئے مسائل میں سے ساٹھ ہزار (٦٠٠٠٠) مسائل تھے جیسا کہ الدراوردیؒ

نے ان سے روایت کی ہے اور پہلے گزر چکا ہے۔

امام شافعیؒ نے کتاب الام ص ۲۳۸ ج ۷ میں کہا

وقد سألت الدراوردی هل قال أحد بالمدينة لا يكون الصداق أقل من ربع دينار، فقال: لا والله ما علمت أحدا قاله قبل مالكؒ وقال الدراوردی: أراه أخذه عن أبی حنيفة.

(الأم ج ۷، ص ۲۸۲، المؤلف: أبو عبد الله محمد بن إدريس الشافعی (۱۵۰ - ۲۰۴هـ) الناشر: دار الفكر - بيروت الطبعة الثانية ۱۴۰۳هـ - ۱۹۸۳م. عدد الأجزاء: ۸)

ترجمہ: بے شک میں نے الدراوردیؒ سے پوچھا: کیا اہلِ مدینہ میں سے کوئی ہے جس نے یہ قول کیا ہو کہ ربع دینار سے کم مہر نہیں ہوتا۔ تو اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! یہ امام مالکؒ سے پہلے اس نظریہ کا کوئی آدمی نہیں جانتا۔'' الدراوردیؒ نے کہا: ''میرا خیال ہے یہ نظریہ امام مالکؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے لیا ہے۔''

امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب اور اصحاب کے اصحاب زمانہ در زمانہ مدینہ میں داخل ہوتے رہے، اور وہاں اپنی فقہ کی نشر و اشاعت کرتے رہے۔ تمام طبقات (علماء، قراء اور تاجر حضرات) میں حرمین کے اندر کتنے ہی اس کے اصحاب تھے اور مدینہ منورہ میں امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب جن کا ذکر صرف ابن ابی العوامؒ کی کتاب میں ہے، ان کی تعداد کوئی کم نہیں ہے۔ اسی طرح کا ہی معاملہ تمام طبقات میں رہا۔ تو کیا اس جیسے آدمی کو اور اس جیسے ساتھیوں کو کہا جا سکتا ہے کہ وہ دجال تھے؟ اس لیے وہ مدینہ میں داخل نہیں ہوئے۔ یہ تو چمکتے دن میں سورج کا انکار ہے۔ ہم آہستہ سے اس متعصب بیہودہ گو سے کان میں بات کر کے پوچھتے ہیں کہ اگر تو امام ابوحنیفہؒ کے کلام کو دجالوں کا کلام شمار کرتا ہے، تو تیری رائے اپنے امام کے بارہ میں کیا ہے جس نے امام ابوحنیفہؒ کے کلام کو بہت سی جگہوں میں لیا ہے، بلکہ اس کی فقہ کا تو دار و مدار

ہی امام ابوحنیفہؒ کی فقہ ہے۔ پس اگر تجھے اس سے انکار ہے تو تو یقیناً اختلافی کتابوں میں اس کی تفصیل پائے گا، اور اس کثرت سے اس پر دلائل ہیں کہ ہر جانب سے تجھ پر سانس لینا دشوار ہو جائے گا، اور تجھے ذلیل ہو کر اس کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ بے شک اس متعصب نے خود جو قاعدہ وضع کیا ہے اس کے مطابق اس نے اعتراف کر لیا کہ بے شک امام ابوحنیفہؒ اور اس کے اصحاب اور اس کے اصحاب کے اصحاب دجال نہیں ہیں۔ اس لیے کہ بے شک وہ مدینہ منورہ میں داخل ہوتے رہے ہیں، اور نہ ہی ان کی فقہ دجالوں کا وسوسہ ہے۔ اس لیے کہ وہ قدیم زمانہ سے اس کو اپنا وطن بنائے ہوئے ہیں۔ اور اس گھٹیا کلام کو زبان پر لانا اور اس کو کتابوں میں لکھنا جبکہ اس کا گھٹیا ہونا ثابت ہے تو یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ مخالف انتہائی گھٹیا آدمی ہے۔ بے شک قدریہ کے ایک گروہ نے مدینہ کو امام مالکؒ کے زمانہ میں اپنا وطن بنائے رکھا۔ ان میں سے ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی بھی ہے جس کے بارہ میں کتب جرح والوں نے ہر قسم کی مذمت کی ہے، اور وہ امام مالکؒ کے متعلق ہر قسم کی برائی کہتا تھا۔ بے شک اس کا علم وہاں پھیلا اور اس سے امام شافعیؒ نے علم حاصل کیا جیسا کہ انہوں نے امام مالکؒ سے حاصل کیا۔ اس کے باوجود صحیح نہیں کہ ان میں سے کسی کے بارہ میں کہا گیا ہو کہ بے شک وہ دجال ہے، بلکہ دجال وہ ہے جو اس نادانی اور بے وقوفی کے ساتھ دین کے اماموں کے بارہ میں کلام کرتا ہے۔

دوسری سند میں جو محمد بن الحسنؒ ہے وہ النقاش المفسر المقری ہے جو مشہور کذاب اور مشہور مجسم ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ماننے والے گروہ میں سے ہے)۔ ابورجاء المروزیؒ کی کلام منقطع ہے۔ اور اس نے ''مرو'' کی تاریخ میں منکر قسم کی عجیب باتیں درج کی ہیں۔

اعتراض نمبر ۸:

امام مالکؒ فرماتے ہیں اسلام میں کوئی بچہ اہل اسلام کو ابوحنیفہؒ سے زیادہ نقصان پہنچانے

والا پیدا نہیں ہوا۔ امام مالکؒ رائے قیاس کی مذمت کرتے تھے اور فرماتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض کئے گئے اور امر دین کامل ہو چکا اور پورا ہو گیا ہمیں صرف احادیث رسول پر اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم پر عمل کرنا چاہیے اگر رائے کی تابعداری کی گئی تو آج ایک شخص آیا ہم نے اس کی مانی کل دوسرا اس سے بھی زیادہ سمجھ بوجھ والا آیا اس کی ماننے لگیں گے تو پھر فرمائیے کہ یہ امر دین کب تمام ہوگا (یعنی یہ دین مکمل نہیں ہوگا)

(امام محمدی ص ۷۷، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۷)

جواب:

عبداللہ بن جعفرؒ وہی ہے کہ جب اس کو کوئی چیز دی جاتی تو وہ نہ سنی ہوئی روایات بھی بیان کر دیتا تھا۔ الحسن بن الصباحؒ امام نسائیؒ کے ہاں قوی نہیں ہے۔ اسحاق بن ابراہیم الحنینیؒ کو ابن الجوزیؒ نے ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ ذہبیؒ نے کہا ہے: وہ عجیب عجیب حدیثیں بیان کرنے والا ہے۔ بخاریؒ نے کہا: ''اس کی حدیث میں نظر ہے۔'' اور یہ کلمہ امام بخاریؒ کے نزدیک بہت سخت جرح کا کلمہ ہے۔ حاکمؒ نے کہا: ''ابو احمدؒ کی نظر بند ہو گئی تھی اور اس کی حدیث میں اضطراب ہوتا تھا۔ ابوحاتمؒ نے کہا: ''اس کو احمد بن صالحؒ پسند نہ کرتے تھے۔'' نسائیؒ نے کہا: ''ثقہ نہیں ہے۔''

پس چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے وہ آدمی جو اس سند کے ساتھ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ائمہ ایک دوسرے کے خلاف باتیں کرتے تھے۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ بے شک ابن جریرؒ نے تھذیب الآثار میں الحسن بن الصباح کی اعیائیؒ سے یہ خبر ان الفاظ سے روایت کی ہے:

وَذَكَرَ الطبری كِتَابِ تهذیب الْآثَارِ لَهُ: مَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَاحِ الْبزارُ قال: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحُنَيْنِيُ، قَالَ: قَالَ مَالِكٌ قُبِضَ رسُولُ اللـه صلى الله عليه وسلم وَقَدْ تَمَّ هَذَا الْأَمْرُ وَاسْتَكْملَ فَإِنَّمَا يَنْبَغِي أَنْ تُتَّبَعَ

آثَارُ رَسُولِ الله صلى الله عليه وسلم، وَلَا يُتَّبَعُ الرأى فَإِنَّهُ متى اتَّبَعَ الرَّأسُ جَاءَ رَجُلٌ آخَرُ أَقْوَى فِي الرَّأيِ مِنْكَ فَاتَّبَعْتَهُ فانت كُلَّمَا جَاءَ رَجُلٌ غَلبكَ اتَّبَعْتَهُ أَرَى هَذَا لَا يتم.

(جامع بيان العلم وفضله (ابن عبد البر) ج٢ ص ١٠٦٨، رقم ٢٩٧٢، ج٢ ص ١٠٨٥، ١٠٨٦، رقم ٢١١٧؛ أعلام الموقعين عن رب العالمين، ط عطاء ات العلم (ابن القيم) ج١ ص ١٦٩؛ الاعتصام للشاطبى ت الهلالى (الشاطبى الأصولى النحوى) ج ١ ص ١٤٠، ج٢ ص ٦٦٠؛ إيقاظ همه أولى الأبصار للاقتداء بسيد المهاجرين والأنصار (الفلانى) ص ١٨؛ القول المفيد فى أدلة الاجتهاد والتقليد (الشوكانى) ص ٧٦؛ الفتح الربانى من فتاوى الإمام الشوكانى ج٥ ص ٢٢٢١)

ترجمہ: بے شک امام مالکؒ نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، اس حال میں کہ دین کا امر مکمل ہو چکا تھا۔ پس پختہ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار ہی کی پیروی کی جائے۔ اور رائے کے پیچھے نہ چلا جائے۔ اور بے شک جب تو رائے کے پیچھے چلے گا تو کوئی اور آدمی آ جائے گا جو تجھ سے زیادہ مضبوط ہوگا، پھر تو اس کی پیروی کرے گا۔ پس تیری حالت یہ ہوگی کہ جب کبھی کوئی آدمی آ کر تجھ پر غالب ہوگا تو تُو اس کی پیروی کرے گا اور یہ سمجھے گا کہ دین کا امر تام (مکمل) نہیں ہوا۔

ان کی روایت میں امام ابوحنیفہؒ کا بالکل ذکر نہیں ہے۔ پس ابن درستویہ الدراہمیؒ ہی ہو سکتا ہے جس نے مرضی کے مطابق خبر کی ابتدا میں زیادتی کر دی ہے۔ امام مالکؒ تو رائے میں عظیم الشان پیالے والے تھے (یعنی انہوں نے فقہ کے جام خوب بھر بھر کر پیئے)، اور ان کے ساتھی جو فقہ میں مشہور ہیں وہ اہل الرائے میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کی آراء الموطا میں ظاہر ہیں جو نسخہ اللیثیؒ کی روایت سے ہے۔ وہ احادیث جن کو خود انہوں نے صحیح سندوں سے

الموطا میں روایت کیا، اور ان کو رد کیا اور ان کے مطابق عمل نہ کیا، وہ ستر (۷۰) سے زائد ہیں۔

وَقَدْ ذَكَرَ يَحْيَى بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَانِمٍ فِي مجلس إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْأَغْلَبِ يُحَدِّثِ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ قَالَ: أَحْصَيْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ سَبْعِينَ مَسْأَلَةً كُلُّهَا مُخَالِفَةٌ لِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم مما قال فيها برأيِهِ قَالَ: وَلَقَدْ كَتَبْتُ إِلَيْهِ أَعِظُهُ فِي ذلك.

(جامع بيان العلم وفضله (ابن عبد البر ج ۲ ص ۱۰۸۰، رقم ۲۱۰۵)

ترجمہ: بے شک یحییٰ بن سلام نے کہا کہ ابراہیم بن الاغلبؒ کی مجلس میں میں نے عبداللہ بن غانمؒ سے سنا، وہ لیث بن سعدؒ سے بیان کر رہے تھے کہ بے شک اس نے کہا: ''میں نے امام مالک بن انسؒ کے ستر (۷۰) مسائل ایسے شمار کیے جو سارے کے سارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف تھے، اور ان میں امام مالکؒ نے اپنی رائے کے مطابق عمل کیا۔'' اس نے کہا: ''میں نے اس بارہ میں اس کی طرف لکھا۔''

بلکہ ابن حزمؒ نے اس بارہ میں پوری ایک جز لکھی ہے۔ اسد بن الفراتؒ کے سوالوں کے جوابات جو ابن القاسمؒ نے دیئے ہیں، وہ تو رائے کا اعلان کرتے ہیں، بلکہ وہی امام مالکؒ کے مذہب کی بنیاد ہے۔ جو ابوالعباس محمد بن اسحاق السراج الثقفیؒ نے ان کے مسائل مدون کیے ہیں وہ ستر ہزار (۷۰۰۰۰) تک پہنچنے والے ہیں جیسا کہ امام ذہبیؒ کے طبقات الحفاظ (تذکرۃ الحفاظ) ج۲ص ۹۶۹ میں ہے۔ اور یہ چیزیں صراحت ہیں اس بات کی کہ وہ خود اہل الرائے میں سے تھے۔ اور امام مالکؒ کے وہ ساتھی جو اندلس میں تھے وہ سارے کے سارے رائے میں باقی تمام لوگوں سے زیادہ سخت تھے۔

بقی بن مخلدؒ جب اندلس میں مصنف بن ابی شیبہؒ لے کر آئے تھے، تو اس کے ساتھ جو انہوں نے سلوک کیا تھا، وہ مشہور ہے۔ یہاں تک کہ الحافظ ابوالولید بن الفرضیؒ نے ابوالقاسم

اصبغ بن خلیل القرطبیؒ سے روایت کی، جن کا فتویٰ اندلس میں پچاس (۵۰) سال تک امام مالکؒ کے مذہب کے مطابق چلتا رہا، اور اس نے ۲۷۳ھ میں وفات پائی۔ بے شک اس نے کہا: ''اگر میرے تابوت میں خنزیر کا سر رکھ دیا جائے، تو وہ مجھے پسند ہوگا بہ نسبت اس کے کہ اس میں مسند ابن ابی شیبہ رکھی جائے۔'' یہ تو رائے میں انتہائی غلو ہے۔

ابن قتیبہؒ نے ''المعارف'' میں امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کو اہل الرائے کے زمرہ میں شمار کیا ہے۔ اگر رائے نہ ہوتی تو امام مالکؒ کو فقہ میں امامت ہی نہ ملتی، اور نہ ہی ان کی یہ شان ہوتی۔ اور اگر امام مالکؒ کے شیخ ربیعہ الرائے نہ ہوتے، تو امام مالکؒ فقہ کا ذکر ہی نہ کرتے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ میں سے جو مجتہد تھے وہ رائے کے مطابق قول کرتے تھے، اور اسی طرح تابعین فقہاءؒ کا طریق تھا۔

خطیبؒ جلدی ہی بھول گئے ہیں اس کو جو اس نے **الفقیہ والمتفقہ** میں سندوں کے ساتھ رائے کے اثبات میں لکھا ہے۔ اور یقینی بات ہے کہ دین کا معاملہ مکمل ہو گیا تھا لیکن اس کا نام اور کامل ہونا پیش آنے والے مسائل میں رائے اور افتاء سے نہیں روکتا، بلکہ یہ تمام اور کمال کا حصہ ہی ہے کیونکہ پیش آنے والے غیر منصوص تمام مسائل کا کتاب وسنت میں ہونا محال ہے بلکہ پیش آنے والے مسائل تو جہان ختم ہونے تک پیش آتے رہیں گے، اور ان کے حل کے لیے اہل استنباط اور رائے کی جانب احتیاجی ہوگی۔

رائے مطلقاً مذموم نہیں ہے بلکہ صرف وہ رائے مذموم ہے جو کتاب وسنت ودلالتِ لغت سے مدد لیے بغیر خواہشاتِ نفسانیہ کی وجہ سے ہو۔ اور جن ائمہ کی اتباع کی جاتی ہے ان میں یہ حالت کہاں پائی جاتی ہے؟ اور امام مالکؒ ہی تو امام ابوحنیفہؒ کے بارہ میں لیث بن سعدؒ کو جواب دینے والے تھے جبکہ اس نے کہا تھا:

''اَرَاکَ تَـعْـرَقُ:''۔ کہ میرا خیال ہے کہ آپ پسینے پسینے ہو گئے ہیں۔ تو انہوں نے جواب میں کہا: ''اے مصری! میں ابوحنیفہؒ کے ساتھ مناظرہ میں پسینے پسینے ہو گیا تھا۔ بے شک

وہ یقیناً فقیہ ہے۔'' جیسا کہ اس کو قاضی عیاضؒ نے المدارک کی ابتداء میں روایت کیا ہے۔

قاضی عیاضؒ کی کتاب: ''ترتیب المدارک وتقریب المسالک'' کے الفاظ یوں ہیں:

قال الليث: لقيت مالكًا بالمدينة، فقلت له: إلى أراك تمسح العرق عن جبينك قال: عرفت مع أبى حنيفة، إنه لفقيه يا مصرى، ثم لقيت أبا حنيفة قلت: ما أحسن قول ذلك الرجل فيك فقال: والله! ما رأيت أسرع منه بجواب صادق و ونقد تام.

(ترتيب المدارك وتقريب المسألك ج ١ ص ١٥٢، المؤلف: أبو الفضل القاضى عياض بن موسى اليحصى (ت ٥٤٤هـ) الناشر: مطبعة فضالة. المحمدية المغرب الطبعة: الأولى عدد الأجزاء: ٨)

وہی امام مالکؒ جن کے پاس صرف امام ابوحنیفہؒ سے حاصل کردہ ساٹھ ہزار (٦٠٠٠٠) کے قریب مسائل تھے، جیسا کہ اس کو طحاویؒ نے اپنی سند کے ساتھ عبدالعزیز الدراوردیؒ سے روایت کیا ہے۔ اس کو مسعود بن شیبہؒ نے ''کتاب التعلیم'' میں نقل کیا ہے۔ اور وہ امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں سے استفادہ کرتے تھے، جیسا کہ اس کا ذکر ابوالعباس بن ابی العوامؒ نے اپنی سند کے ساتھ اس میں کیا ہے جو اس نے اپنے دادا کی کتاب میں اضافہ کیا ہے، اور وہ کتاب ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب کے فضائل میں ہے۔ اور کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔ (اب یہ کتاب مکتبہ امدادیہ، مکہ مکرمہ سے طبع ہوگئی ہے۔) جب بھی امام ابوحنیفہؒ مدینہ میں آتے تو امام مالکؒ ان سے مسجد نبوی میں رات گئے تک علم کا مذاکرہ کیا کرتے تھے، جیسا کہ اس کا ذکر الموفقؒ، الخوارزمیؒ وغیرہ نے کیا ہے۔ تو اس جیسا آدمی اس جیسی بات اس جیسے آدمی کے متعلق کیسے کہہ سکتا ہے؟ پس ایسی روایت سے اللہ کی پناہ ہے۔ اور بے شک الباجیؒ نے شرح الموطا میں اس جیسی فضول باتوں سے امام مالکؒ کو بالکل بری الذمہ قرار دیا ہے۔ وہ

امام مالکؒ اوران کے اقوال کو باقی لوگوں کی بہ نسبت زیادہ جانتے تھے۔ جوشخص یہ تصور کرتا ہے کہ امام مالکؒ نے فقیہ الملت امام ابوحنیفہؒ جیسی شخصیت کے بارہ میں تو درکنار کسی عام شخص کے بارہ میں یہ کہا ہوگا کہ اسلام میں اہلِ اسلام پراس سے زیادہ مضرکوئی بچہ پیدانہیں ہوا۔تو یہ تصور یقیناً بے تکی بات کرنااور بن دیکھے تیر مارنا ہے۔

اعتراض نمبر۹:

حضرت امام مالک بن انسؒ فرماتے ہیں کہ دو باتوں میں ابوحنیفہؒ کا فتنہ ابلیس کے فتنہ سے بھی زیادہ ضرر والا ہوا، ایک تو مرجیہ پن میں دوسرے سنت واحادیث کی وقعت گھٹانے میں۔(امام محمدی ص ۷۷،امام ابوحنیفہؒ کا مقام محدثین کی نظر میں ص ۴۷)

جواب:

علامہ کوثری لکھتے ہیں:

خطیبؒ نے یہ خبر ایک اور سند سے نقل کی ہے جو ابن رزقؒ، ابن سلم الابارؒ، ابوالازہر النیسابوریؒ، حبیب کاتب مالکؒ، مالکؒ کی سند سے ہے جس میں ہے کہ امام مالکؒ نے کہا: ''اس امت پرامام ابوحنیفہؒ کا فتنہ ابلیس کے فتنہ سے بھی دولحاظ سے زیادہ مضر ہے۔ایک ارجاء کے لحاظ سے اور دوسرا اس لحاظ سے جو اس نے سنتوں کو توڑنے کے لیے قوانین وضع کیے ہیں۔'' یہ تعصب کے سلسلہ کے طریق کا ایک اور بہتان ہے۔اس کی سند میں ابن رزقؒ، ابن سلمؒ اور الابارؒ ہیں اوران پر حبیب بن رزیقؒ کا اضافہ ہے جو کہ امام مالکؒ کا کاتب تھا۔اس کے بارہ میں ابوداوٗدؒ کہتے تھے کہ یہ أکذب الناس (انسانوں میں سب سے بڑا جھوٹا) ہے۔ابن عدیؒ نے کہا:''اس کی ساری حدیثیں من گھڑت ہیں۔امام احمدؒ نے کہا: ''یہ ثقہ نہیں ہے۔'' ابن حبانؒ نے کہا:''یہ ثقہ راویوں کا نام لے کر موضوع روایات روایت کرتا تھا۔'' جیسا کہ میزان الاعتدال میں ہے۔اوراس کا راوی ابوالازھرؒ ہے اوراس کے آخر میں ''یاء'' نہیں ہے اور تینوں مطبوعہ نسخوں میں یاء کا اضافہ کر کے ابوالازہری لکھا ہوا ہے تو یہ

غلط ہے۔اور بے شک پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ ابوحنیفہؒ کی طرف جس ارجاء کی نسبت کی جاتی ہے اور وہ جس معنی میں اس کا نظریہ رکھتے ہیں وہی خالص سنت ہے۔اور اس کے خلاف یا تو خوارج کی طرف میلان ہوگا، یا معتزلہ کی طرف۔ بہر حال سنتوں کو توڑنا تو یہ ائمہ متبوعین کی شان نہیں ہے، اگر چہ ان کے بارہ میں بعض ایسے لوگوں نے من گھڑت یہ بات منسوب کی ہے جن کا فہم تنگ ہے، اور ان کی طبیعت جامد ہے، اور ان کے ذہن مفہوموں کی باریکی سے دور ہیں تو وہ ان کے بارہ میں بے شک ہر وہ چیز کہتے رہیں جو ان پر ان کا جہل املاء کروائے۔

اعتراض نمبر۱۰:

حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں میرے علم میں دجال کے فتنہ کے بعد کوئی فتنہ ابوحنیفہؒ کی رائے قیاس کے فتنہ سے بڑھ کر نہیں۔

(امام محمدی ص ۷۷، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۷، ۴۸)

جواب:

اس اثر میں راوی جو الازہریؒ ہے وہ ابوالقاسم عبیداللہ بن احمد السوادیؒ ہے۔اس کا شیخ ابو المفضل محمد بن عبد اللہ الشیبانیؒ ہے، جس کی وفات ۳۸۷ھ میں ہوئی۔ لوگ ان سے احادیث لکھتے رہے، پھر اس کا جھوٹ ظاہر ہو گیا، تو انہوں نے اس کی حدیث کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، جیسا کہ تاریخ الخطیب ج ۵ ص ۴۶۷ میں ہے، اور وہ وہاں کہتا ہے کہ **حدثنی عنه ابو القاسم الازهری** یہ دلیل ہے اس بات کی کہ خطیبؒ کمزور دین والا تھا۔اس لیے کہ ایک جگہ اپنی تاریخ میں ایک آدمی کو بدترین قسم کا جھوٹا قرار دیتا ہے، اور پھر اس کے واسطہ سے اس شر انگیز قصہ کو ناقلین کے ہاں محفوظ کے زمرہ میں روایت کرتا ہے۔خطیبؒ کی امانت اس طرح کی ہے۔ ابوالمفضل الشیبانیؒ کو جھوٹا قرار دینا تو اہلِ نقد کے ہاں اتفاقی مقام ہے۔اور اسماعیل بن بشرؒ قدری ہے، اور وہ تقدیر ماننے والوں سے دشمنی رکھتا تھا۔تو جس سند

میں اس جیسا آدمی ہو، وہ روایت ثابت نہیں ہوتی۔ ابوالمفضلؒ جیسا آدمی اس قول کو ابن مہدیؒ کی طرف منسوب کرتا ہے۔تو یہ اسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا جس طرح وہ قول ثابت نہیں ہوسکتا جو ابونعیمؒ نے الحلیہ میں رستۃؒ کی سند سے منسوب کیا ہے۔اور رستۃؒ کے بارہ میں بحث آگے آرہی ہے۔

اعتراض نمبر ۱۱:

حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کسی شخص نے اسلام میں وہ برائی نہیں پیدا کی جو ابوحنیفہؒ نے پیدا کی ہے مگر فلاں شخص نے جسے سولی پر چڑھادیا گیا۔

(امام محمدی ص ۷۷، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۸)

جواب:

نعیم بن حمادؒ کو بہت سے ثقہ متکلمین نے مجسمہ میں شمار کیا ہے، اور اس کی الجہمیہ کے رد میں تیرہ کتابیں تھیں، اور اس نے ان کی طرف العجلیؒ کو دعوت دی، تو اس نے ان سے اعراض کیا، جیسا کہ اس کے بیٹے کے سوالات میں ہے۔ ہمیں کوئی شک نہیں کہ بے شک وہ حدیثیں گھڑنے والا، طعن کرنے والا تھا جیسا کہ ابوالفتح الازدیؒ اور ابو بشر الدولابیؒ وغیرہ نے کہا ہے۔نعیمؒ نے اپنی منکر روایات کی وجہ سے اہل نقد کو جس قدر تھکایا ہے، اور سند عالی کرنے کی خاطر بڑے بڑے حضرات اس سے روایت کرنے والے پائے جاتے ہیں۔ اگر راوی کی شان گھٹیا نہ ہو، تو تب بھی یہ (بڑے لوگوں کا سند عالی کرنے کے لیے اس سے روایت لینا) اس کی حالت کو بلند نہیں کرتا۔ (تو جب راوی ہی مجروح ہو، تو یہ چیز اس کو کیسے فائدہ دے سکتی ہے؟) اور جو شخص اس کا دفاع کرنے کا ارادہ کرے گا تو اس کے سامنے بڑے بڑے صحراء ہوں گے۔

سند میں جو احمد بن یونسؒ ہے وہ الیربوعی ہے۔ ابن درستویہ الدراہمیؒ ہے۔ بے شک اس کے بارہ میں بات پہلے گزر چکی ہے۔ سفیان بن عیینہؒ تو نیک آدمی تھا۔ خدا کی پناہ کہ اس نے

یہ بے تکی بات کی ہو، اور امام ابوحنیفہؒ کے بارہ میں اس جیسی بات کہی ہو۔ ان کا امام ابوحنیفہؒ کی تعریف کرنا اور اس کے بارہ میں اچھے کلمات کہنا دونوں باتیں مشہور ہیں، بلکہ خود خطیبؒ سے ص ۳۳۶، ص ۳۴۷ اور ص ۳۵۳ میں اس کی تعریف کے بارہ میں جو روایات گزر چکی ہیں، وہ اس جیسی کمزور سند کے ساتھ نہیں ہیں، لیکن اس کے مطاعن کے زمرہ میں یہ روایت یہاں ذکر کرنے پر خواہش نے ہی اس کو ابھارا ہے۔ یہ بات اس سے کوئی عجیب نہیں ہے بعد اس کے کہ آپ اس کو دیکھیں گے کہ وہ ابوحنیفہؒ کے سب سے خاص ساتھیوں ابو یوسفؒ، ابن المبارکؒ اور وکیعؒ جیسے حضرات کی زبانی مختلف خبریں نقل کرتا ہے۔ سبط ابن الجوزیؒ کی ''**الانتصار و الترجیح** ''میں ابونعیم الاصبہانیؒ تک سند کے ساتھ ہے کہ اس نے القاضی محمد بن عمرؒ، ابراہیم بن محمد بن داوٗدؒ، اسحاق بن بہلولؒ کی سند نقل کر کے کہا کہ اسحاقؒ نے کہا کہ میں نے سفیان بن عیینہؒ کو کہتے ہوئے سنا: ''میری آنکھوں نے امام ابوحنیفہؒ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔'' مصنف (سبط ابن الجوزیؒ) کہتا ہے: ''حالانکہ بے شک سفیانؒ نے امام شافعی اور امام احمدؒ کو دیکھا تھا۔''

میں (علامہ کوثریؒ) کہتا ہوں: ''بلکہ انھوں نے اوزاعیؒ، ثوریؒ اور امام مالکؒ کو بھی دیکھا تھا جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

وَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ غَسَّانَ: سَمِعْتُ إِسْحَاقَ بْنَ أَبِي إِسْرَائِيلَ، يَقُولُ: ذَكَرَ قَوْمٌ أَبَا حَنِيفَةَ عِنْدَ ابْنِ عُيَيْنَةَ فَتَنَقَّصَهُ بَعْضُهُمْ، فَقَالَ سُفْيَانُ: مَهْ! كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ أَكْثَرَ النَّاسِ صَلاةً، وَأَعْظَمَهُمْ أَمَانَةً، وَأَحْسَنَهُمْ مروءةً.

(مناقب الإمام أبى حنيفة وصاحبيه (شمس الدين الذهبى) ص ۱۷)

بے شک ابن ابی العوامؒ نے ابراہیم بن احمد بن سہل الترمذیؒ، القاسم بن غسانؒ، اسحاق بن ابی اسرائیلؒ کی سند ذکر کر کے کہا کہ اسحاقؒ نے کہا کہ ایک دن ایک جماعت نے امام ابو حنیفہؒ کا ذکر سفیان بن عیینہؒ کے سامنے کیا۔ تو ان میں سے کسی نے ان کی توہین کی۔ تو سفیانؒ

نے کہا: ''خبردار! امام ابوحنیفہؒ لوگوں میں زیادہ نماز پڑھنے والے تھے، اوران میں امانت کے لحاظ سے اعظم اور مروت کے لحاظ سے سب سے اچھے تھے۔''

ابن ابی العوامؒ نے ہی محمد بن احمد بن حمادؒ، محمد بن سعدانؒ، سوید بن سعیدؒ۔ سفیان بن عیینہؒ کی سند نقل کر کے کہا کہ سفیانؒ نے کہا: مجھے سب سے پہلے حدیث کے لیے امام ابوحنیفہؒ نے بٹھایا۔ میں کوفہ میں آیا تو امام ابوحنیفہؒ نے لوگوں سے کہا: ''بے شک یہ شخص عمرو بن دینارؒ کی احادیث کو دیگر لوگوں کی بہ نسبت زیادہ جاننے والا ہے۔'' تو لوگ میرے پاس جمع ہو گئے۔ تو میں نے ان سے حدیثیں بیان کیں۔''

پھر ابن ابی عوامؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی تعریف پر مشتمل اور بھی آثار ان (سفیانؒ) سے سندوں کے ساتھ نقل کیے ہیں۔ اور ابن عبدالبرؒ نے بھی الانتقاء ص ۱۲۸ میں امام ابوحنیفہؒ کی تعریف پر مشتمل آثار ابن عیینہؒ سے نقل کیے ہیں۔ لیکن خواہشات اندھا اور بہرہ کر دیتی ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۲:

شریک کا قول ہے کہ اگر ہر ہر قبیلے میں ایک ایک شرابی ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ ان میں ابوحنیفہؒ کے خیال کا کوئی آدمی ہو۔

(امام محمدی ص ۷۷، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۸)

اعتراض نمبر ۱۳:

شریک بن عبداللہ کہتے ہیں کہ کوفے کی ہر ہر حویلی میں اگر ایک پیٹھے والا ہو جو شراب بیچتا ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہاں ابوحنیفہؒ کے خیال کا کوئی آدمی ہو۔

(امام محمدی ص ۷۷، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۸)

جواب:

دونوں اعتراضوں کا اکھٹا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

اس کے اس بارہ میں اور الفاظ بھی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اس نے کہا: ''اگر کوفہ کا ایک چوتھائی حصہ شراب فروش ہو، جو شراب بیچے۔ تو یہ بہتر ہے اس سے کہ اس میں کوئی ایک ایسا آدمی ہو جو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق نظریہ رکھتا ہو۔'' اس کی سند میں ابن دوماؒ اور اس کے شرکاء ہیں۔

پہلی سند میں کئی مجہول راوی ہیں۔ اور اگر ہم فرض کر لیں کہ بے شک شریکؒ نے یہ الفاظ کہے ہیں۔ تو اس نے اس کلام کے ساتھ صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچایا ہے جو معمولی وزن سے بھی خارج ہے۔ اس لیے کہ معروف قول کے مطابق ابوحنیفہؒ اور اس کے اصحاب لوگوں کو خمر کے علاوہ باقی اشربہ کے پینے سے بھی روکتے تھے، اور شریکؒ کا نظریہ اس کے خلاف تھا، اور ان کا قول اشربہ کے بارہ میں صرف اس لیے تھا تا کہ بعض صحابہؓ کو فاسق قرار دینا لازم نہ آئے۔ جیسا کہ اپنے مقام میں اس کی تشریح موجود ہے۔ تو شریکؒ کو نبیذ کا گھونٹ بھرنے سے ابوحنیفہؒ کے اصحاب کا منع کرنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے تمنا ظاہر کی کہ ہر قبیلہ میں شراب فروش ہو، تا کہ وہ جیسے چاہے نشہ کرے۔ نبیذ کے بارہ میں اس کے قول کی تفصیل ابومحمد الرامہرمزیؒ کی کتاب ''**المحدث الفاصل**'' میں دیکھیں۔ اور ''انتقاد المغنی'' میں منقول ہے، اور شریکؒ ان لوگوں میں سے ہے جو زبان درازی میں مشہور ہیں، اور امام ابوحنیفہؒ کے بارہ میں اس کے اقوال مطرود ہیں۔ مدح بھی ثابت ہے اور مذمت بھی ہے۔ اور اہلِ نقد کا اس کے بارہ میں قول مشہور ہے۔ اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

اعتراض نمبر۱۴:

ایوب نے ایک مرتبہ ابوحنیفہؒ کا ذکر کیا تو کہا ان کا ارادہ ہے کہ اپنے منہ کی پھونک سے خدا کے نور کو بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ نہیں مانے گا جب تک کہ اپنا نور پورا نہ کر لے۔

(امام محمدی ص ۷۸)

اعتراض نمبر ۱۵،۱۶:

ایک مرتبہ ایوب مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ابوحنیفہؒ ان کی طرف آنے لگے انھوں نے کہا اٹھو کہیں اس کا وبال ہم پر نہ پڑے، چنانچہ لوگ اٹھ کر چل دیئے۔

شریک کہتے ہیں ابوحنیفہؒ میں سوائے خواہ مخواہ کی جرأت کے اور کیا تھا؟

(امام محمدی ص ۸۷، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۸)

جواب:

تینوں اعتراضوں کا اکھٹا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

اس کی سند میں سعید بن عامرؒ ہے اور اس کی حدیث میں کچھ غلطیاں ہوتی تھیں، جیسا کہ ابن ابی حاتمؒ نے ذکر کیا ہے۔ سلام بن ابی مطیعؒ کے بارہ میں ابن حبانؒ نے کہا: ''جب یہ روایت میں اکیلا ہو، تو اس کو دلیل بنانا جائز نہیں ہے۔'' حاکمؒ نے کہا: ''غفلت اور کمزور حافظہ کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے۔'' اس جیسا آدمی اس روایت کے معارضہ کی قوت نہیں رکھتا جو خطیبؒ نے ص ۳۴۱ میں پہلے بیان کی ہے، اور نہ ہی یہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہے جو ابن عبد البرؒ نے ص ۱۲۵ میں حماد بن زیدؒ تک اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حمادؒ نے کہا: ''ایوب السختیانیؒ نے کہا: ''مجھے خبر ملی ہے کہ بے شک اہلِ کوفہ کے فقیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پس جب تو اس سے ملے، تو اس کو میری طرف سے سلام کہنا۔''

یہ روایت اس روایت کے بھی خلاف ہے جو ابن عبد البرؒ نے ص ۱۳۰ میں حماد بن زیدؒ سے نقل کی ہے: ''اللہ کی قسم! بے شک میں امام ابوحنیفہؒ سے اس لیے محبت رکھتا ہوں کہ ایوبؒ کو ان سے محبت ہے۔ حماد بن زیدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔''

اگر سند میں ذرا سی بھی قوت ہوتی تو کچھ بات ہوتی۔ اور ایوبؒ ان لوگوں میں سے تھے

جن کی طبیعت میں مزاح اور لطیفے ہوتے تھے۔تو ہم کہیں گے کہ بے شک انہوں نے ان بعض لوگوں سے مزاح کیا ہوگا جو ابوحنیفہؒ کے بارہ میں اپنی زبان کی حفاظت نہ کرتے تھے اور اس کے بارہ میں کہا کہ وہ خارش کی ایسی بیماری ہے جو متعدی ہوتی ہے، اور دوسروں کو لگ جاتی ہے جیسا کہ خطیبؒ نے اس کے بعد شریکؒ سے نقل کیا ہے۔ایوبؒ کی مراد اس سے یہ تھی کہ وہ اپنی رائے کی طرف بکثرت لوگوں کو کھینچ لاتے تھے، اور جو خبر خطیبؒ نے شریکؒ کی طرف منسوب کی ہے، اس کی سند میں ابن درستویہؒ ہے اور آپ اس کا حال جانتے ہی ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۷:

امام اوزاعیؒ اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے، ابوحنیفہؒ نے اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔
(امام محمدی ص ۸۷، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۸)

اعتراض نمبر ۱۸:

امام اوزاعیؒ کا دوسرا قول

ابوحنیفہؒ کی موت کی خبر جب انہیں پہنچی تو کہا اللہ کا شکر ہے آج وہ مر گیا جو اسلام کے شیرازے کو بکھیر رہا تھا۔(امام محمدی ص ۸۷، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۸)

جواب:

خطیبؒ نے اس کے ہم معنی ایک اور خبر بھی نقل کی ہے:

وأخبرنا ابن رزق قَالَ: أَخبرنا ابن سلم، قَالَ: حَدَّقنا الأبار، قَالَ: حدثنا الحسن بن على قَالَ: حَدَّثنا أبو توبة، قَالَ: حَدَّثنا سلمة بن كلثوم، وكان من العابدين ولم يكن فى أصحاب الأوزاعى أهيا منه قال: قال الأوزاعى لما مات أبو حنيفة: الحمد لله إن كان لينقض الإسلام عروة عروة.

ترجمہ:

سلمہ بن کلثومؒ نے کہا کہ جب امام ابوحنیفہؒ کی وفات ہوئی، تو امام اوزاعیؒ نے کہا: ''اللہ کا شکر ہے۔ بے شک یہ آدمی اسلام کا ایک ایک حلقہ توڑ تا تھا۔''

اس کا راوی محمد بن جعفرؒ ہے۔ اس میں کچھ خرابی تھی جیسا کہ خطیبؒ نے کہا ہے۔ اور جعفر بن شاکرؒ نوے سال کی عمر کو پہنچا، اور اس کی یادداشت میں گڑبڑ پیدا ہوگئی تھی۔ سلیمان بن الحسانؒ کے بارہ میں ابوحاتمؒ نے کہا: ''میں نے اس کے بارہ میں ابن ابی غالبؒ سے پوچھا تو اس نے کہا: ''میں اس کو نہیں جانتا۔ اور نہ ہی میں نے دیکھا ہے کہ بغداد والوں نے اس سے روایت کی ہو۔''

دوسری سند میں تین ساتھی (ابن رزقؒ، ابن سلمؒ اور الابارؒ) اور الحلوانیؒ ہیں۔ اس کو امام احمدؒ اچھا نہ سمجھتے تھے جیسا کہ خطیبؒ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ سلمہ بن کلثومؒ کے بارہ میں دارقطنیؒ نے کہا: ''یہ کثیر الوہم تھا۔''

امام اوزاعیؒ کی شان بہت بلند ہے۔ اس بات سے کہ وہ مسلمانوں کے ائمہ میں سے کسی امام کے بارہ میں بے تکی بات کہیں اور ایسی جرح کریں جو مفسر نہیں ہے، اور اس کی وضاحت بھی نہ کریں، یعنی اسلام کے کڑے کڑے کو ابوحنیفہؒ نے توڑا ہے۔ بے شک صحیح روایات میں تو اوزاعیؒ سے ابوحنیفہؒ کی تعریف کرنا ثابت ہے، جیسا کہ خطیبؒ نے اپنی سند کے ساتھ ص ۳۳۸ میں لکھا ہے۔ لیکن یہاں خطیبؒ کو خواہش نے رسوا کر دیا۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ اس کا اس کے قائل سے ثبوت ہے تو یہ صرف غلطی ہے جس کے قائل پر مواخذہ کیا جا سکتا ہے، اور کلام کی ایسی لغزش ہے جس سے توبہ کرنا واجب ہے۔

اسی کے مثل ابن شہاب الزہریؒ کا قول ہے:

حَدَّثنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثنَا ابن أبى ذئب عَنِ الزُّهْرِى، قَالَ: ما

رأيت قوما أنقض لعرى الإسلام من أهل مكة، ولا رأيت قوما أشبه بالنصارى من السائبة. يعني: الرافضة.

(التاريخ الكبير لابن أبي خيثمة. السفر الثالث. ط الفاروق (ابن أبي خيثمة) ج۲ ص ۲۵۳ رقم ۲۷۴۷؛ قبول الأخبار ومعرفة الرجال (الكعبی) ج۲ ص ۱۶۷؛ جامع بيان العلم و فضله (ابن عبد البر) ج۲ ص ۱۰۹۸ رقم ۲۱۴۱؛ الاتجاهات الفقهية عند أصحاب الحديث فی القرن الثالث الهجری (عبد المجيد محمود) ص ۱۵۷)

ترجمہ: زہریؒ نے کہا: ''میں نے کوئی قوم نہیں دیکھی جو اہل مکہ سے بڑھ کر اسلام کے کڑے کو توڑنے والی ہو۔ میں نے کوئی قوم ایسی نہیں دیکھی جو نصاریٰ اور رافضیوں سے مشابہ ہو۔''

ابن عبد البرؒ نے کہا: ''حقیقت تو اللہ ہی جانتا ہے، میرا خیال ہے کہ انھوں نے یہ قول ان کے بارہ میں بیعِ صرف اور عورتوں کے متعہ کی وجہ سے کیا ہے۔''

عجیب بات ہے کہ جب کسی موضوع میں کسی عالم سے جلد بازی میں کوئی کلام نکلتی ہے، تو اس کے بعد بہت سے لوگ اس کلمہ کو عقلمندی کا کلمہ سمجھتے ہوئے اس کی لغزش والی کلام کو بلا تکلف کرتے جاتے ہیں لیکن بعض دفعہ وہ اس کو نتھنوں کے بل آگ میں اوندھا ڈال دیتی ہے۔ جبکہ وہ کھلم کھلا بہتان ہو جیسا کہ یہاں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی چاہتے ہیں۔

اعتراض نمبر۱۹:

سفیان کے پاس جب ان کے انتقال کی خبر پہنچی تو کہا کہ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مسلمانوں کو اس سے راحت پہنچائی جو اسلام کے ٹکڑے کر رہا تھا، مسلمانوں میں کوئی شخص اس سے زیادہ اسلام کے لئے بدشگون پیدا نہیں ہوا۔

(امام محمدی ص ۸۷، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۸)

اعتراض نمبر۲۰:

وأخبرنا ابن حسنويه قال: أخبرنا الخشاب، قال: حدثنا أحمد بن مهدى قال: حدثنا أحمد بن إبراهيم، قال: حدثنى سليمان بن عبد الله قال: حدثنا جرير عن ثعلبة، قال: سمعت سفيان الثورى يقول: ما ولد فى الإسلام مولود أشأم على أهل الإسلام منه.

(تاریخ بغداد۔ط العلمیۃ الخطیب البغدادی، ج ۱۳،ص ۳۹۸،رقم: ۲۰)

☆......ثعلبہؒ نے کہا کہ میں نے سفیان ثوریؒ کو کہتے ہوئے سنا: ''اہل اسلام پر اس سے زیادہ منحوس کوئی بچہ اسلام میں پیدا نہیں ہوا۔''

جواب:

اگر اس کی سند میں صرف نعیم بن حمادؒ ہی ہوتا، اور کوئی نہ ہوتا تو خبر کو رد کرنے کے لیے یہی کافی تھا۔ کیونکہ وہ ابو حنیفہؒ کے بارہ میں مطاعن گھڑنے والا تھا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

دوسری سند میں ثعلبہ بن سہیل القاضیؒ ہے جو کہ ضعیف ہے، اور جریر بن عبد الحمیدؒ مضطرب الحدیث ہے۔ وہ سلیمان بن حربؒ کے نزدیک سوائے بکریاں چرانے کے کسی اور کام کا نہیں۔ اور وہ کمزور حافظہ والا تھا۔ اور الاخرس والی موضوع روایت بیان کرنے میں منفرد ہے۔ اور اس کے بارہ میں کلام طویل ہے۔ اور وہ اس لائق نہیں کہ اس کی خبر کو ان روایات کے زمرہ میں نقل کیا جائے جو ناقلین کے ہاں محفوظ روایات ہیں، سوائے خطیبؒ کے مذہب کے کہ وہ اس کو محفوظ روایات میں شمار کرتا ہے۔ سلیمان بن عبد اللہؒ جو ہے وہ ابو الولید الرقیؒ ہے۔ ابن معینؒ نے کہا: وہ **لیس بشیئ** ہے۔

امام ثوریؒ کا مرتبہ بہت بلند ہے، اس سے کہ وہ اس جیسی بے تکی بات کریں۔ اگر چہ ان کے اور ابو حنیفہؒ کے درمیان کچھ شکر رنجی تھی جو عموماً ہم عصر لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ بلکہ ثوریؒ

تو اختلافی مسائل میں ابوحنیفہؒ کی آراء کی باقی لوگوں کی بہ نسبت زیادہ اتباع کرنے والے تھے جیسا کہ اختلافِ مذاہب پر لکھی جانے والی کتب سے ظاہر ہے۔ یہاں تک کہ جب ابو یوسفؒ کو خبر پہنچی کہ ثوریؒ امام ابوحنیفہؒ کے بارہ میں کلام کرتے ہیں۔تو انہوں نے کہا: ''وہ تو مجھ سے زیادہ امام ابوحنیفہؒ کی اتباع کرنے والے ہیں۔''

خطیبؒ کی اپنی عبارت میں ص ۳۴۱ کے حوالہ سے پہلے بیان ہو چکا کہ ثوریؒ کس قدر امام ابوحنیفہؒ کی تعظیم کرتے تھے۔اور ابن عبدالبرؒ نے ''الانتقاء'' ص ۱۲۷ میں بہت سی خبریں نقل کی ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ ثوریؒ کے ہاں امام ابوحنیفہؒ کا مرتبہ کتنا بلند تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ بے شک ثوریؒ ان دونوں بے تکی باتوں سے بالکل بری الذمہ ہیں۔اللہ تعالیٰ اس شخص کی زبان کاٹے جو ان پر بہتان باندھتا ہے۔

اعتراض نمبر ۲۱:

اوزاعیؒ کا قول ہے کہ مسلمانوں میں سے کسی نے اسلام کو ابوحنیفہؒ سے زیادہ نقصان نہیں پہنچایا۔(امام محمدی ص ۷۸)

جواب:

اس کی سند میں محمد بن کثیر المصیصیؒ ہے جس کو امام احمدؒ نے بہت ضعیف کہا ہے۔ابو حاتمؒ نے کہا: ''وہ میرے نزدیک ثقہ نہیں ہے۔'' علی بن صدقہؒ بہت زیادہ غریب روایات لانے والا ہے۔علی بن زید الفرائضیؒ کے بارہ میں محدثین نے کلام کیا ہے۔اللہ ہی جانتا ہے اس کے حال کو جس کے بارہ میں اس سے زیادہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ أرمیة میں صاحب الخان تھا۔یعنی اس کا حال مکانِ علم سے بعید ہے۔لہٰذا وہ مجہول الصفت ہے)۔تو ان وجوہات کی بنا پر اس روایت کا سقوط ظاہر ہو گیا۔

اعتراض نمبر ۲۲:

اوزاعی اور سفیان کہتے ہیں مسلمانوں پر ابوحنیفہؒ سے زیادہ کوئی بدشگون پیدا نہیں ہوا، امام

شافعیؒ فرماتے ہیں مسلمانوں پر کوئی شخص برائی لانے میں ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر نہیں ہوا۔
(امام محمدی ص ۸۷، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۹)

جواب:

اس واقعہ میں شافعیؒ سے مراد محمد بن عبداللہؒ ہے جو سند میں مذکور ہے۔ النرسیؒ کا شیخ ہے۔ خطیبؒ پر واجب تھا کہ اس کا نام ذکر کرتا تا کہ وہم نہ رہتا کہ اس سے مراد امام شافعیؒ نہیں کیونکہ ان دونوں میں نام کے لحاظ سے مناسبت ہے۔ شاید خطیبؒ کا مقصد وہم ڈالنا ہی تھا۔ اس کی سند میں ابن کاملؒ ہے جو ضبط میں کچھ نہ تھا۔ اس کے ساتھ وہ مسائل بھی تھا جیسا کہ پہلے کئی مرتبہ بیان ہو چکا ہے۔ اور محمد بن عبداللہ الشافعیؒ جو ہے وہ ابوبکر البز ازؒ ہے۔ اس سے مصنف نے ابوحنیفہؒ پر مطاعن والی روایات بکثرت بیان کی ہیں۔ یہ اس بات کو پسند کرتا تھا کہ اس کو الشافعی کہہ کر پکارا جائے، اور مذہب الشافعی میں اس کا عمل مجہول قسم کے راویوں سے روایت لے کر فقیہ الملتؒ پر طعن کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔ اسی طرح اس نے خود بھی اس کے مطاعن بیان کیے۔ اس کا اپنے آپ کو شافعی مذہب کی طرف منسوب کرنا اس لیے نہ تھا کہ اس مذہب کو پورا کرے (یعنی اس کی خدمت کرے) بلکہ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ ابوحنیفہؒ کے مطاعن والی من گھڑت روایات کو بیان کرنے کا موقع مل جائے۔ تو ہم اس کی طرف توجہ کرتے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ اہل نقد میں سے بہت سے حضرات لوگوں کا ایک دوسرے کے بارہ میں کلام قبول نہیں کرتے، جبکہ ان کا آپس میں مذہب کا اختلاف ہو۔ خواہ وہ اختلاف فروع میں ہو یا اصول میں، بالخصوص جبکہ اس سے تعصب ظاہر ہو۔ یہاں تک کہ امام شافعی ہی نے کتـــــاب الاُم میں لکھا ہے کہ متعصب کی شہادت ہی قبول نہ کی جائے گی، جیسا کہ ان کی عبارت پہلے نقل کی جا چکی ہے۔

وَرَوَى مُقَاتِلُ بْنُ حَيَّانَ، وَعَطَاءُ الْخَرَاسَانِي عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خُذُوا الْعِلْمَ حَيْثُ وَجَدْتُمْ وَلَا تَقْبَلُوا قَوْلَ الْفُقَهَاءِ بَعْضِهِمْ

فِی بَعْضٍ، فَإِنَّهُمْ يَتَغَايَرُونَ تَغَافِرَ الشَّيوس فی الزربية.

(جامع بیان العلم وفضلہ (ابن عبدالبر) ج۲ص۱۰۹۱، رقم ۲۱۲۵)

ترجمہ: بے شک ابن عبدالبرؒ نے سعید بن المسیبؒ کے واسطہ سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے: ''علم تمہیں جہاں سے بھی ملے حاصل کرو، اور فقہاء کے آپس میں ایک دوسرے کے بارہ میں جو اقوال ہیں، ان کو قبول نہ کرو۔ پس بے شک وہ ایک دوسرے پر غیرت کھاتے ہیں جیسے بکرے باڑہ میں غیرت کھاتے ہیں۔'' خطیبؒ نے ''الکفایہ'' میں سند کے ساتھ شعبہؒ سے روایت کی ہے:

ثنا شُعْبَةُ، قَالَ: احْذَرُوا غَيْرَةً أَصْحَابِ الْحَدِيثِ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ، فَلَهُمْ أَشَدُّ غَيْرَةً مِنَ التُّيُوس. (الکفایۃ فی علم الروایۃ للخطیب البغدادی ص۱۰۹)

ترجمہ: بے شک شعبہؒ نے کہا: ''محدثین نے آپس میں ایک دوسرے پر جو غیرت کھائی ہے، اس سے بچو۔ پس ان کی غیرت بکروں کی غیرت سے بھی زیادہ سخت ہے۔''

اس کا راوی احمد بن الفضلؒ ثقہ نہیں ہے۔ محمد بن اسماعیل الترمذیؒ کے بارہ میں ابو حاتمؒ نے کلام کیا ہے۔ الفز اریؒ کا حال تعصب میں وہ ہے جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ہم نے پہلے بیان کر دیا کہ یہ دونوں (اوزاعیؒ اور سفیانؒ) امام اس قسم کی گھٹیا کام سے بالکل بری الذمہ ہیں۔ اس جیسے کلام سے صرف اس کے کہنے والا ہی مرتبہ میں گرتا ہے کیونکہ یہ کلام بے سوچے سمجھے کلام کرنے کو متضمن ہے۔ پس حدیث میں جن تین چیزوں (عورت، مکان اور گھوڑا) میں نحوست پائے جانے کا ذکر ہے کیا، ان کے علاوہ بھی کسی چیز میں نحوست ہو سکتی ہے؟ اگر بالفرض پائی جا سکتی ہے تو منحوس کو پہنچانے کا کیا طریقہ ہے؟ اور اگر یہ بھی فرض کر لیں کہ معلوم ہو سکتا ہے تو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ ہمارے امام منحوسوں کے اعلیٰ درجہ میں ہیں؟ تو کیا وحی کے علاوہ اس کو جاننے کا کوئی اور طریقہ ہے؟ اور وحی تو بند ہو چکی ہے۔ البتہ شیطانی وحی جاری ہے۔ بے شک ان افسانہ نویسوں نے بڑی بے باکی کے ساتھ اس جیسی

نازیبا کلام قریب قریب الفاظ کے ساتھ بہت سے ائمہ بلکہ چوٹی کے ائمہ سے روایت کی ہیں، حالانکہ وہ سارے کے سارے اس سے بری الذمہ ہیں۔ ان ائمہ تک پہنچنے والے راویوں کی سندیں ہی ان کے من گھڑت ہونے کا اعلان کرتی ہیں جیسا کہ آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔اسی طرح متن سے بھی ان کا من گھڑت ہونا ظاہر ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہی ان روایات کو گھڑنے والوں سے حساب لینے والا ہے۔

خطیبؒ اس جیسی ایک روایت حماد بن سلمہؒ سے کر کے بڑا خوش ہوا، حالانکہ اس کی سند میں تین ساتھی (ابن رزق ؒ ، ابن سلمؒ اور الا بارؒ) اور ایوب بن محمد الضبیؒ اور یحییٰ بن السکنؒ ہیں۔اس یحییٰ کو صالح بن جزرہؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

خطیبؒ نے ابن عیینہؒ سے بھی اس جیسی روایت کی ہے۔اس کی سند میں بھی ابن رزقؒ اور اس کے ساتھی ہیں۔ابوعمرو بن السماکؒ یا ابونعیم الاصبہانیؒ اور الحمیدیؒ ہیں۔الحمیدیؒ کے بارہ میں محمد بن عبدالحکمؒ نے کہا: ''یہ حدیث میں تو نہیں مگر جب لوگوں کے بارہ میں کلام کرے تو جھوٹا ہے۔''

خطیبؒ نے ابن عونؒ سے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے۔اس میں الحسن بن ابی بکرؒ ہے جس کے بارہ میں خود خطیبؒ نے کہا ہے: ''وہ نبیذ پیتا تھا۔'' مومل بن اسماعیلؒ ہے، اور وہ بخاریؒ کے ہاں متروک ہے۔

یہ روایت اس روایت کے ساتھ معارض ہے جو صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔

أخبرنا أحمد بن محمد الصيرفی قال ثنا محمد بن أحمد المسكی قال ثنا محمد بن علی النخعی قال ثنا محمد بن سعدان قال ثنا أبو سليمان الجوزجانی قال ثنا خارجة بن مصعب قال سمعت عبد الله بن عون وذكر أبا حنيفة فقال ذاک صاحب ليل وعبادة قال فقال بعض جلسائه إنه يقول اليوم قولا ثم يرجع غدا فقال ابن عون فهذا دليل على الورع لا يرجع من

قول إلى قول إلا صاحب دين ولولا ذلک لنصر خطأة ودافع عنه.

(أخبار أبی حنیفة واصحابه (الصیمری) ص ۷۹)

ترجمہ: خارجہؒ نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عونؒ سے سنا جبکہ وہ ابوحنیفہؒ کا ذکر کر رہے تھے۔ تو اس نے کہا: ''وہ رات بھر عبادت کرنے والے اور بکثرت عبادت میں مشغول رہنے والے تھے۔'' خارجہؒ کہتے ہیں کہ اس کے ہم مجلس لوگوں میں سے کسی نے کہا: ''بے شک وہ آج کوئی بات کہتا ہے اور پھر اگلے دن اس سے رجوع کر لیتا ہے؟'' تو ابن عونؒ نے کہا: ''یہی تو پرہیزگاری کی دلیل ہے۔ اس لیے کہ دیندار آدمی ہی اپنی بات سے دوسری بات کی طرف رجوع کرتا ہے، اور اگر یہ بات نہ ہو، تو اس کی خطا میں غالب آتی رہیں گی اور اس کو راہِ راست سے ہٹاتی رہیں گی۔''

پھر اگر یہ کلام ان ائمہ سے ثابت ہو جائے تو خطیبؒ پہلے زمانہ کے علماء اور امت کے پیشواؤں کے بارہ میں اس بات کی تشہیر کرنا چاہتا ہے کہ وہ اپنے سینوں کا غصہ آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دے کر اور لعنتیں بھیج کر ٹھنڈا کرتے تھے جس کا اکثر بازاری لوگ بھی انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ علماء کی شان تو یہ ہے کہ وہ اپنے مقاصد میں صرف دلیل کا جواب دلیل سے دیں۔

بے شک جو بحث ہوئی اس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ اس عار سے بری الذمہ ہیں۔ پس ہائے اللہ کی شان کہ ان راویوں کا دین کتنا کمزور ہے یہاں تک کہ انہوں نے ان ردی عیب والے کلمات کی نسبت انتہائی کمزور سندوں کے ساتھ اوزاعیؒ، مالکؒ، ثوریؒ، ابن عیینہؒ اور ابن عونؒ جیسے حضرات کی طرف کر دی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب حضرات ابوحنیفہؒ کی اس کی شان کے لائق تعریف کرنے والے تھے۔ ہم نے ابن عبد البرؒ کی کتاب اور خود خطیبؒ کی تاریخ اور ابن ابی العوامؒ کی کتاب وغیرہ کتب کے حوالہ سے کئی جگہ ابوحنیفہؒ کے بارہ میں ان حضرات کے تعریفی کلمات کا اشارہ کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں اتنا ہی کافی ہے۔

اعتراض نمبر۲۳:

حماد (بن سلمہؒ) کہتے ہیں اسلام کو ابو حنیفہؒ سے زیادہ کسی مسلمان آدمی سے نقصان نہیں پہونچا ہے۔ (امام محمدی ص ۷۸)

جواب:

اس کا جواب صفحہ نمبر ۲۱۶، سطر نمبر ۶، ۷، ۸ میں گزر چکا ہے۔

اعتراض نمبر۲۴:

سفیانؒ کا قول ہے کہ اسلام کو ابو حنیفہؒ کے ہاتھوں جو ضرر پہنچا ہے اس سے زیادہ کسی مسلمان بچے کے ہاتھوں نہیں پہنچا۔ (امام محمدی ص ۷۸)

جواب:

اس قول کی سند میں حمیدی ہیں اور حمیدی کا امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں تعصب مشہور ہے اور جو جرح تعصب پر مبنی ہو وہ نا قابلِ قبول ہوتی ہے۔ پھر حمیدی کہتے ہیں کہ میں نے سفیان سے سنا، سفیان کی طرف اس جرح کو منسوب کرنا درست نہیں کیونکہ وہ تو امام ابو حنیفہؒ کے زبردست مداحین میں سے ہیں۔

علامہ ابن عبدالبر نے الانتقاء ص ۱۹۳ تا ۲۲۹ پر ۶۷ محدثین کے نام تحریر کیے ہیں۔ جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ کی تعریف کی ہے اور آپ کو ثقہ کہا ہے ان میں جناب سفیان ثوری کا نام بھی شامل ہے اور خود خطیب نے بھی تاریخ بغداد ہی میں کئی جگہ سفیان سے امام ابو حنیفہؒ کی تعریف نقل کی ہے۔

پھر اس کی سند میں دوسرا راوی ابن رزق ہے۔ تیسرا راوی عثمان بن احمد الدقائق ہے۔ اُن کے متعلق بحث پہلے گزر چکی ہے۔ چوتھا راوی ابو نعیم الحافظ ہے یہ بھی درست نہیں اس کے متعلق تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۸۰ حاشیہ نمبر ۷ دیکھیں۔

اعتراض نمبر۲۵،۲۶،۲۷:

ابن عون کہتے ہیں اسلام میں ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی برا آدمی پیدانہیں ہوا اس نے اسلام کا شیرازہ بالکل بکھیر دیا۔(امام محمدی ص۷۸)

جواب،اعتراض نمبر۲۵:

اس کی سند میں مؤمل بن اسماعیل ہے، یہ درست نہیں ہے۔

ابن عون یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اسلام میں کوئی بچہ ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر بدشگون پیدانہیں ہوا۔

جواب،اعتراض نمبر۲۶:

اس کی سند میں بھی مؤمل بن اسماعیل واقع ہے۔

ابن عون نے ایک مرتبہ حماد بن زید سے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے تم میں کچھ لوگ خدا کی راہ سے لوگوں کو روکنے والے ہیں۔(امام محمدی ص۷۸)

سلیمان بن حرب نے کہا: یہ ابوحنیفہؒ اور ان کے ہم خیال لوگ ہیں جو خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔(امام محمدی ص۷۹)

جواب،اعتراض نمبر۲۷:

میں (کوثریؒ) ابن درستویہ الدارہمیؒ کا ذکر کرکر کے اکتا گیا ہوں، مگر خطیبؒ نہیں اکتایا۔ وہ اس کی سند سے جو چاہتا ہے نقل کرتا جاتا ہے۔ پس ہائے اللہ کی شان کہ امام ابوحنیفہؒ اور اس کے اصحاب کب اللہ کے راستہ سے روکتے تھے؟ کیا جب انہوں نے جہاد اور سیر کے احکام پر مشتمل کتابیں لکھیں، تو کیا ان سے پہلے وہ احکام موجود نہ تھے؟ اگر قائل کی مراد سبیل اللہ سے وہ معنی ہے جو جلدی ذہن میں آنے والا شرعی معنی ہے۔ تو وہ کب اس سے روکتے تھے؟ اگر اس کی مراد اس کے علاوہ ہے، تو اس کی وضاحت چاہیے تا کہ اس کو جواب سے پاش پاش کیا جائے، اور اس کو نیند سے بیدار کرے۔ اور منہ سے نکلی ہوئی ہر بات کو اس حالت میں

نہیں چھوڑتا مگر وہی آدمی جو خواہش کے پیچھے چلنے والا ہو۔

قَالَ: نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ قَالَ: سَمِعْتُ شُعْبَةَ يَقُولُ: إِنَّ هَذَا الْحَدِيثُ يَصُدُّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ.

(جامع بيان العلم و فضله (ابن عبد البر) ج٢ ص ١٠٢٩، رقم ١٩٦٩)

ترجمہ: یحیٰی بن سعید القطانؒ نے شعبہؒ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: ''بے شک یہ حدیث تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے۔ پس کیا تم باز آنے والے ہو؟''

تو جب ایسے لوگ ہو سکتے ہیں جو حدیث کو اللہ کے ذکر سے روکنے والا شمار کریں، تو کوئی مانع نہیں ہے کہ ایسے لوگ ہوں جو فقہ کو اس طرح شمار کریں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی درخواست کرتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۲۸:

ابو حنیفہؒ کا ذکر ایک مرتبہ البتی کے پاس ہوا تو کہنے لگے اس شخص نے دین کے بڑے حصہ میں خطا کی اس کا کیا حال ہوگا۔ (امام محمدی ص ۷۹)

جواب:

اس کی سند میں ابان بن سفیانؒ ہے۔ ابن حیانؒ نے کہا: ''یہ ثقہ راویوں کے نام لے کر موضوع روایات بیان کرتا تھا۔'' دار قطنیؒ نے کہا: ''یہ متروک ہے۔''

پھر یہ روایت منقطع بھی ہے۔ (اس لیے کہ نہ تو حمادؒ نے کہا ہے کہ میں نے البتیؒ سے خود سنا ہے، اور نہ یہ کہا کہ میں موجود تھا۔ تو اس تک یہ روایت جس واسطہ سے پہنچی اس کا ذکر نہیں ہے)۔

عثمان بن مسلم البتیؒ بصرہ کے فقیہ ہیں، جن کی وفات ۱۴۳ھ میں ہوئی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ ان کے اور امام ابو حنیفہؒ کے درمیان خط و کتابت رہتی تھی۔ اور اس کی طرف امام

ابوحنیفہؒ نے اپنا مشہور رسالہ بھیجا جو ''ارجاء'' کے مسئلہ میں تھا۔ یوسف بن خالد السمتیؒ جب امام ابوحنیفہؒ سے فقہ حاصل کر کے بصرہ واپس لوٹے تو اس نے البتیؒ اور اس کے اصحاب کو ان کے اقوال میں سخت انداز میں جواب دینے شروع کر دیئے، اور اپنے استاد کی نصیحت کو فراموش کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے، اور عوام الناس کی نظروں سے اس کو مختلف ذریعوں سے گرانے کی کوشش کرنے لگے، جو اس کی مخالفت کا بدلہ تھا۔ اس نے فقہ کی جانب دعوت میں حکمت کو اختیار نہ کیا تھا۔ لیکن جب امام زفرؒ بصرہ میں آئے، تو انہوں نے ان کے ساتھ مناظروں میں حکمت سے کام لیا، یہاں تک کہ ان کی طرف امام ابوحنیفہؒ کی فقہ محبوب ہوگئی، اور یہ زیادتی کی حالت دور ہوگئی۔ البتیؒ کا مذہب آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ اب وہ صرف ہمارے اصحاب کی اختلافِ مذاہب پر لکھی گئی کتابوں کے اندر ہی زندہ ہے جیسا کہ معروف ہے۔

اعتراض نمبر۲۹:

سفیان کہتے ہیں سوار سے کہا گیا اگر آپ ابوحنیفہؒ اور ان کے فیصلوں کو دیکھتے تو اچھا ہوتا کہا میں اس شخص کی باتوں کو دیکھ کر کیا کروں؟ جسے نرمی اور ملائمیت سے محروم رکھا گیا تھا۔

(امام محمدی ص ۷۹)

جواب:

سوار بن عبداللہ القاضی العنبری البصریؒ اہلِ کوفہ کے بارہ میں انتہائی متعصب اور زبان دراز تھا تو آپ اس کو چھوڑ دیں کیونکہ وہ ایسی باتیں بھی کہتا پھرتا تھا جن سے بعد میں توبہ کرتا تھا۔ جب اس کے سامنے درست بات واضح ہوجاتی تو اس کی طرف رجوع کر لیتا تھا۔

اعتراض نمبر۳۰:

امام مالکؒ کا قول

حضرت امام مالکؒ سے سوال ہوتا ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول کے کیا

معنی ہیں جو وہ فرماتے ہیں کہ ''**فی العراق بها الداء العضال**'' کہا اس کا مطلب یہ ہے کہا وہاں عراق میں دین میں ہلاکت والی بیماری ہے اور ابوحنیفہؒ بھی وہی ہلاکت والی بیماری ہے۔ (امام محمدی ص ۷۹)

جواب:

امام مالکؒ کی طرف اس کی نسبت درست نہیں کیونکہ آپ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مداحین میں سے ہیں۔ دیکھئے امام ابن عبدالبر کی کتاب الانتقاء

پھر اس قول کی سند بھی مجروح ہے سند میں واقع راوی محمد بن احمد الحکیمی ہے، اس کے متعلق حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳ص ۴۲۰ پر ہے کہ قال البرقانی لہ مناکیر، اس کی روایات منکر ہیں، علامہ ابن نجارؒ فرماتے ہیں، کہ خطیب نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا کہ میں نے (امام) برقانی سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا ہے تو ثقہ لیکن منکر روایات روایت کرتا ہے۔

(کتاب الرد علی الخطیب لابن نجار ص ۱۲۷)

سند میں دوسرا راوی مطرف ابومصعب الاصم بھی ہے، ابن نجار اس کے متعلق امام ابن عدی سے نقل کرتے ہیں کہ ابواحمد ابن عدی نے کہا یہ معطرف، ابن ابی ذئب اور امام مالک اور ان کے غیر سے بھی منکر روایات بیان کرتا ہے۔ (کتاب الرد علی الخطیب لابن نجار ص ۱۲۷)

امام مالکؒ کی جرح کا تفصیلی جواب

خطیب نے ایک اور خبر امام مالکؒ سے ابن رزق کے طریق سے نقل کی ہے کہ ابومعمر نے ولید بن مسلم سے روایت کی ہے کہ مجھے امام مالکؒ نے کہا: ''کیا تمہارے اندر کوئی ایسا آدمی ہے جو ابوحنیفہؒ کے نظریہ کے مطابق کلام کرتا ہو؟'' تو میں نے کہا: ''ہاں''۔ تو انھوں نے کہا: ''تمہارے شہر میں رہنا ہی مناسب نہیں ہے۔''

پھر خطیبؒ نے الصوافؒ، عبداللہ بن احمدؒ، ابومعمرؒ۔ ولید بن مسلمؒ کی سند سے اس جیسی ایک اور خبر نقل کی ہے۔

پہلی سند میں محمد بن احمد الحکیمیؒ ہے۔ البرقانیؒ نے کہا: ''اس کی احادیث میں منکر باتیں ہوتی تھیں۔'' اس کا راوی ابومصعب مطرف الاصمؒ کے بارہ میں ابن عدیؒ نے کہا: ''وہ ابن ابی ذئبؒ اور امام مالکؒ سے منکر روایات بیان کرتا تھا۔'' اسی لیے ابوالولید الباجیؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

دوسری سند میں ابن رزقؒ اور ابومعمر اسماعیل بن ابراہیم الہذلی الہرویؒ ہے اور یہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے آزمائش کے دور میں حکومتی نظریہ قبول کرلیا تھا۔ اور کہا: **کفرنا و خرجنا** کہ ''ہم نے کفر اختیار کیا اور بچ نکلے۔'' اور کہا جاتا ہے کہ ابن معینؒ نے کہا: یہ الہذلیؒ رقہ کی طرف چلا گیا تھا اور اس نے پانچ ہزار حدیثیں بیان کیں، تو ان میں سے تین ہزار میں غلطیاں کیں۔'' اس کا راوی ولید بن مسلمؒ جو ہے اس کے بارہ میں ابن عدیؒ نے کہا: ''یہ تدلیس فاحش کیا کرتا تھا۔''

تیسری خبر میں عبداللہ بن احمدؒ ان دونوں (ابومعمرؒ اور ولید بن مسلمؒ) کے ساتھ ہے۔ تو یہ سندیں ہی بانگِ دہل کہہ رہی ہیں کہ بے شک یہ خبر امام مالکؒ سے ثابت ہی نہیں ہے۔

امام مالکؒ سے منسوب ایک بیان کی وضاحت:

مگر افسوس کہ بعض لوگ حضرت امام مالکؒ کو امام ابوحنیفہؒ کے مخالفین کی فہرست میں دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وقت کا اتنا بڑا امام بھی آپؒ کا مخالف تھا۔ (استغفراللہ) اور اس پر امام مالکؒ کا ایک بیان نقل کرتے ہیں۔ آیئے اس بیان پر غور کریں۔ امام شعرانیؒ لکھتے ہیں:

ولید بن مسلمؒ کا یہ قول کہ مجھ سے ایک مرتبہ امام مالکؒ نے دریافت کیا کہ کیا تمہارے شہروں میں امام ابوحنیفہؒ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ میں نے کہا: ''ہاں۔'' آپؒ نے فرمایا: ''تب تو تمہارے شہروں میں نہیں رہنا چاہیے۔'' (میزان کبریٰ)

اس سے بعض کج فہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ حضرت ابوحنیفہؒ کو (معاذ

اللہ) اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔

جواب:

یہ نتیجہ بالکل غلط ہے کیونکہ اس بات کے قوی شواہد موجود ہیں:

(۱) حضرت امام مالکؒ نہ صرف یہ کہ آپؒ کی قوت استدلال اور جلالت علمی کے قائل تھے بلکہ آپؒ امام صاحبؒ کی کتابوں سے بھی استفادہ کرتے تھے (جیسا کہ ابھی گزرا) تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپؒ کسی سے کچھ کہیں اور کسی سے کچھ۔ جب ایک عام مؤمن کی یہ شان نہیں ہوسکتی، تو اتنے بڑے امام کے بارے میں یہ تاثر دینا کس طرح درست ہوسکتا ہے۔

(۲) جہاں تک ولید بن مسلمؒ کے اس قول کا تعلق ہے، علماء نے اس روایت کو نا قابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔ امام شعرانیؒ نے حضرت امام مزنیؒ کا ارشا نقل کیا ہے۔

یہ شخص: ولید بن مسلمؒ ضعیف اور غیر معتبر ہے۔ (میزان ص ۱۷۱)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب غیر مقلدین کو امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں کوئی مذموم پروپیگنڈہ کرنا ہو، تو وہ ضعیف سے ضعیف تر راوی سے بھی روایت لے لیتے ہیں۔

(۳) اگر کسی درجے میں امام مالکؒ کی یہ بات ثابت بھی ہو، تو اس کا یہ مطلب کہاں سے نکل آیا کہ آپؒ امام ابوحنیفہؒ کو ناپسند رکھتے تھے، اور ان کے مخالفین میں سے تھے۔ امام شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ اس قول کے ثابت ہونے کی صورت میں بھی اس کا وہ معنی کرنا چاہیے جس سے دونوں ائمہ عظام کی بزرگی اور ان کی جلالت پر حرف نہ آنے پائے۔ امام شعرانیؒ قرآن کریم کی اس آیت کو سامنے رکھے ہوئے ہیں:

آیت ا: **فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولئکَ الَّذِينَ هَدٰهُمُ اللَّهُ وَأُولَئِکَ هُمْ أُولُوا الْأَلْبَابِ** (الزمر: ۱۷، ۱۸)

ترجمہ: پس (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) بشارت دے دو۔ میرے ان بندوں کو جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو

اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی دانش مند ہیں۔

امام شعرانی نے حضرت امام مالکؒ کے اس مذکورہ بیان سے جو اچھا پہلو نکالا ہے، اسے بھی ملاحظہ کریں، اور دیکھیں کہ محدثین کس طرح قرآن وسنت کے سایہ میں چلا کرتے ہیں، اور اپنے اسلاف پر کیچڑ اچھالنے کے بجائے ان پر پھینکے جانے والے کیچڑ صاف کرتے ہیں۔آپ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اگر امام مالکؒ سے اس قول کا ثبوت بھی ہو جائے تو ہم یہ کہیں گے کہ ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر تمہارے شہروں میں امام ابوحنیفہؒ کا تعظیم اور وقعت کے ساتھ نام لیا جاتا ہو، تو پھر کسی عالم کو وہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔اس لئے کہ امام ابوحنیفہ کا علم ان سب کے لئے کافی ہے، اور تمہارے شہروں کے لوگوں کو دینی امور کے سلسلے میں کسی اور شخص سے پوچھنے کی کوئی ضرورت ہے۔اور کوئی عالم ان شہروں سے کسی شہر میں سکونت اختیار کرے، تو اس کا علم عدمِ تعلیم سے معطل ہو جائے۔اس لئے اس کو مناسب ہے کہ وہ وہاں سے نکل کر کسی ایسے شہر میں چلا جائے جس کے باشندے اس علم کے محتاج ہوں تاکہ وہاں اس کا علم پھیلے، اور تعلیم کا ملکہ باقی رہے اور لوگوں کو اس کے علم سے نفع حاصل ہو۔

ہمارے نزدیک امام مالکؒ جیسے بڑے شخص کا امام ابوحنیفہؒ کے حق میں اس کلام کو اسی معنی پر محمول کرنا چاہیے، بشرطیکہ ان کی یہ بات ثابت بھی ہو۔اس لئے کہ تمام ائمہ کرام آپس میں حقد وحسد سے بری اور پاک ہیں، اور جس نے بھی امام مالکؒ کے قول کو اس کے ظاہری معنی پر رکھا، اس کو خدا تعالیٰ کے آگے توبہ کرنا چاہیے، اور اپنی بات سے رجوع کرنا چاہیے کیونکہ امام مالکؒ سے جب امام ابوحنیفہؒ کی قوت مناظرہ اور دلائل کی قوت کے بارے میں اچھا قول ثابت ہے، جو گزر چکا تو پھر ان کی شان سے بہت بعید ہے کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کی تحقیر اور تنقیص کا کلام اپنی زبان پر لائیں۔(میزان کبریٰ ص۱۷۲)

امام شعرانی کے اس بیان کا حاصل یہ ہے کہ اگر امام مالکؒ کا یہ قول ثابت ہو، تو اس کا معنی

یہ ہوگا کہ جس شہر میں حضرت امام ابوحنیفہؒ تشریف رکھتے ہوں۔ وہاں کسی دوسرے عالم کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ آپ اکیلے ہزاروں پر بھاری ہیں۔ اگر کوئی وہاں ہے تو اسے چاہیے کہ وہ کسی دوسرے شہر میں چلا جائے تا کہ وہاں کے لوگوں کو اس کے علم سے فائدہ حاصل کرنے کے مواقع ملیں۔

سو حضرت امام مالکؒ کا یہ بیان امام ابوحنیفہ کی منقبت ہے، ہرگز مذمت نہیں اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے دل میں امام ابوحنیفہ کی بہت عقیدت وعظمت تھی۔ اگر خدانخواستہ بات وہی ہوتی جسے غیر مقلدوں کے جہلاء لئے لئے پھرتے ہیں، تو آپ ہی بتائیں کہ پھر مالکی علماء امام ابوحنیفہؒ کی مدح ومنقبت کیوں کرتے اور کیوں آپ کی عقیدت وعظمت کے جھنڈے بلند کرتے ہیں؟ جو لوگ امام مالکؒ کے مذکورہ بیان سے امام ابوحنیفہؒ کی تنقیص کا پہلو تلاش کرتے ہیں، انہیں بقول امام شعرانی اللہ کے حضور توبہ کرنی چاہیے۔

نوٹ: خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں جن لوگوں کے حوالہ سے امام ابوحنیفہؒ کو بدنام کرنے کی کوشش کی، ان میں امام مالکؒ سے بھی دو تین روایتیں نقل کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے معروف محقق علامہ محمد زاہد الکوثریؒ (۱۳۷۱ھ) کو جنہوں نے ان روایتوں کی تحقیق کی اور بتایا کہ خطیب بغدادیؒ نے جن لوگوں کے حوالے سے یہ روایتیں نقل کی ہیں وہ کسی طرح اعتبار کے قابل نہیں ہیں۔ اور محدثین نے ان پر سخت جرحیں کی ہیں۔ آپؒ اس روایت کی سند پر کلام کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فتلک الاسانید تنادی بأن الخبر لا یثبت عن مالک.

(تانیب الخطیب ص۲۴۴)

ترجمہ: یہ سندیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ بلا شک وشبہ یہ روایت امام مالکؒ سے ثابت ہی نہیں ہے۔

آپؒ ایک بحث میں مالکی المذہب محدث علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجیؒ

(۴۹۴ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

وقد برأ الباجی مالگا من أمثال هذه السفاسف غاية التبرئة فی شرح المؤطا كما سبق، وهو من أعرف الناس بمالک وأقواله.

(تانیب الخطیب ص۲۰۹)

ترجمہ: بے شک علامہ باجی مالکیؒ نے موطا امام مالکؒ کی شرح میں اس جیسی لغو اور فضول باتوں سے امام مالکؒ کو بری الذمہ بتایا ہے۔ علامہ باجیؒ امام مالکؒ اور ان کے اقوال کو دوسرے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ اچھی طرح جانتے ہیں۔

آپؒ ایک اور اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

الثالث: قول أبی الوليد الباجی فتراه ينفی فی المنتقی شرح الموطأ ثبوت ذلک عن مالکؒ بشدة ويقول: لم يتكلم مالکؒ فی الفقهاء اصلا وأنما تكلم فی بعض الرواة من جهة الضبط. ثم يذكر مبلغ إجلال مالکؒ لابن المبارک الذی هو من أخص اصحاب أبی حنيفة.

(تانیب الخطیب ص۲۳۰)

ترجمہ: اس سلسلے میں تیسرا قول علامہ ابوالولید باجیؒ کا ہے۔ آپؒ موطا کی شرح **المنتقی** دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے امام مالکؒ کے متعلق اس قسم کی روایات کے ثبوت کا سختی سے انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امام مالکؒ نے فقہاء کے بارے میں کچھ بھی کلام نہیں کیا۔ البتہ انہوں نے صرف بعض راویوں کے جہت ضبط کے متعلق کلام کیا ہے۔ پھر اس نے یہ بھی کہا کہ امام مالکؒ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی بڑی تعظیم کرتے تھے جو کہ امام ابوحنیفہؒ کے خاص ساتھیوں میں سے تھے۔

(۲) ''الدَّاءُ الْعُضَالُ'' کے بارے میں علامہ باجیؒ کی تحقیق:

معترض امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں امام مالکؒ سے مروی طعن والی روایات کو نقل کرتے

ہیں۔ان میں سے زیادہ اہم یہ قول ہے:''کـاد الـدین ''یعنی ابوحنیفہؒ نے دین کودھوکا دیا۔ (معاذ اللہ)

یہ قول عبداللہ بن احمد کی طرف من گھڑت منسوب کتاب السنہ،امام احمدؒ کی کتاب العلل، ابن نعیم کی حلیۃ الاولیاءاور تاریخ بغداد سے منقول ہے۔

امام مالکؒ کا دوسرا قول ابن عدی کی''الکامل'' سے منقول ہے:

قـال مـالکؒ الـداء الـعـضـال الهـلاک فی الدین، وأبو حنیفة من الداء العضال (الکامل فی ضعفاء الرجال (ابن عدی) ج۸ ص ۲۳۷)

ترجمہ:لاعلاج بیماری دین میں ہلاکت ہےاورابوحنیفہؒ لاعلاج بیماری ہے۔(معاذ اللہ)

جواب:

ان روایات کا جواب امـام **أبـو الـولیـد سـلیـمان بن خلف بن سعد بن أیوب بن وارث التجیبی القرطبی الباجی الأندلسی** (ت ۴۷۴ھ) نے المنتقی شرح المؤطا کے کتاب الاستئذان میں''**باب: مَا جَاءَ فِي الْمَشْرِق** ''میں دیا ہے۔چنانچہ وہ کہتے ہیں:

وَقَوْلُهُ: وَبِهَا الدَّاءُ الْعُضَالُ: يُرِيدُ الَّذِي يُعْيِي الْأَطِبَّاءَ أَمْرُهُ، وَهٰذَا أَصْلُهُ ثُمَّ اسْتُعْمِلَ فِي كُلِّ أَمْرٍ يَتَعَذَّرُ مُحَاوَلَتُهُ مِنْ أَمْرِ دِينٍ أَوْ دُنْيَا.

وَرَوَى ابْنُ الْقَاسِمِ وَمُطَرِّفٌ وَغَيْرُهُمَا عَنْ مَالِكٍ الدَّاءُ الْعُضَالُ الْهَلَاكُ فِـي الـدِّيـنِ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْأَعْشَى وَغَيْرُهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَقُولُ: هِيَ الْبِـدَعُ فِـي الْإِسْلَامِ وَمَـعْـنَـى هٰـذَا إِنْ صـحَ فِي وَقْتٍ دُونَ وَقْتٍ، وَقَدْ سَكَنَ الْـكُـوفَةَ أَفَـاضِـلُ الـصَّحَابَةِ وَمِنَ الْعَشَرَةِ كَعَلِي بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَجَمَاعَةٍ مِنَ الْبَدْرِيينَ وَغَيْرِهِمْ رضی الله عنهم أَجْـمَعِينَ وَلَوْ كَانَ هٰذَا عَلَى ظَاهِرِهِ وَمَنْعِ كَعْبٍ لِعُمَرَ بْنِ الخطاب من التوجه إلـى الْـعِرَاقِ لَأَخْلاهَا عُمَرُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَلَأَشْفَقَ علَى تَغَيرِ أَدْيَانِهِمْ، وَلكِن

عـمـر رضـى الـله عنه إِنْ كَانَ صح قَوْلُ كَعْبٍ لَّهُ فقد تأَوَّلَهُ عَلَى وَجْهِهِ أَوْرَدَّ عَلَيْهِ قَوْلَهُ.

وَقَـدْ رَوَى عَبْـدُ الْمَلِكِ بْن حَبِيبٍ أَخْبَرَنِي مُطَرِفٌ أَنَّهُمْ سَأَلُوا مَالِكًا عَنْ تـفسيـر الـدَّاءِ الْعُضَالِ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: أَبُو حَنِيفَةَ وَأَصْحَابُهُ وَذٰلِكَ أَنَّهُ ضَلَّلَ النَّاسَ بِوَجْهَيْنِ بِالارْجَاءِ وَبِنَقْضِ السُّنَنِ بِالرأى.

وَقَـالَ أَبُـو جَـعْفَرٍ الدَّاوُدِى: هٰذَا الَّذِى ذَكَرَهُ ابْنُ حَبِيبٍ إِنْ كَانَ سَلِمَ مِنَ الْـغَـلَـطِ وَثَبَـتَ فَـقَدْ يَكُونُ ذٰلِكَ مِنْ مَالِكٍ فِي وَقْتِ حَرَجٍ اضْطَرَهُ لِشَيْءٍ ذُكِـرَ لَـهُ عَـنْـهُ مِـمَّـا أَنْـكَرَهُ فَضَاقَ بِهِ صَدْرُهُ فَقَالَ ذٰلِكَ وَالْعَالِمُ قَدْ يَحْضُرُهُ ضِيقُ صَدْرٍ فَيَتَقَوَّلُ مَا يَسْتَغْفِرُ اللهُ عَنْهُ بَعْدَ وقت إِذَا زَالَ غَضَبُهُ.

قـال الـقـاضـى أبـو الـولـيـد رضـى الـله عنه وَعِنْدِى أَنَّ هٰذِهِ الرِّوَايَةَ غَيْرُ صـحـيـحة عـن مَـالِكٍ، لِأَنَّ مَـالِـكًـا رضـى الله عنه عَلَى مَا يُعْرَفُ مِنْ عَقْلِهِ وَعلمهِ وَفَضْلِهِ وَدِينِهِ وَإِمْسَاكِهِ عَنِ الْقَوْلِ فِي النَّاسِ إِلَّا بِمَا يَصِحُ عِنْدَهُ وَثبتَ لَـمْ يَـكُـن لِيُـطـلِـقَ عَلَى أَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ مَا لَمْ يَتَحَقَّقَهُ وَمِنْ أَصْحَابِ أَبِى حَـنِيـفَةَ عَبْـدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَقَدْ شُهِرَ إِكْرَامُ مَالِكٍ لَهُ وَتَفْضِيلُهُ إِيَّاهُ وَقَدْ عُـلِـمَ أَنَّ مَالِكًا ذَكَرَ أَبَا حَنِيفَةَ بِالْعِلْمِ بِالْمَسَائِلِ وَأَخَذَ أَبُو حَنِيفَةَ عَنْهُ أَحَادِيثَ وَأَخَذَ عَنْهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمُوطَأَ وَهُوَ ما أَرْوِيهِ عَنْ أَبِى ذَرٍ عَبْدِ بْنِ أَحْمَد رَضى الله عنه، وَقَدْ شَهِرَ تَنَاهِى أَبِى حنيفة فِي الْعِبَادَةِ وَزُهْدُهُ فِي الدُّنْيَا، وَقَدْ أَمْتَحِنَ وَضُرِبَ بِالسَّوْطِ عَلَى أَنْ يَلِى الْقَضَاء فَامْتَنَعَ وَمَا كَانَ مَالِكَ لِيَتَكَلَّمَ فِـى مِثْـلِهِ إِلَّا بِمَا يَلِيقُ بِفَضْلِهِ وَلَا تَعْلَمُ أَنَّ مَالِكًا تَكَلَّمَ فِى أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الرَّأْيِ وَإِنَّـمَا تَكَلَّمَ فِي قَوْمٍ مِنْ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ مِنْ جِهَةِ النَّقْلِ، وَقَدْ رُوِىَ عَنْهُ أَنَّهُ قَـالَ: أَدْرَكْـتُ بِـالْـمَدِينَةِ قَوْمًا لَمْ تَكُنْ لَهُمْ عُيُوبٌ فَبَحَثُوا عَنْ عُيُوبِ النَّاسِ

فَذَكَرَ النَّاسُ لَهُمْ عُيُوبًا وَأَدْرَكْتَ بِهَا قَوْمًا كَانَتْ لَهُمْ عُيُوبٌ سَكَتُوا عَنْ عُيُوبِ النَّاسِ فَسَكَتَ النَّاسُ عَنْ عُيُوبِهِمْ فَمَالِكَ يزهد النَّاسَ عَنِ الْعُيُوبِ وَمِنْ أَيْنَ يَبْحَثُ فِي عُيُوبِ النَّاسِ وَكَيْفَ يَذْكُرُ الْأَئِمَّةَ بِمَا لا يَلِيقُ بِفَضْلِهِ، وَقَد ذَكَرْت فِي كِتَابِ فِرَقِ الْفُقَهَاءِ مَا نُقِلَ عَنْهُ مِنْ ذلك وَبَيَّنْتُ وُجُوهَهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَأَحْكَمُ

(المنتقى شرح الموطا، ج ۷ ص ۲۹۹، ۳۰۰، المؤلف: أبو الوليد سليمان بن خلف بن سعد بن أيوب بن وارث التجيبي القرطبي الباجي الأندلسي (ت ۴۷۴هـ) الناشر: مطبعة السعادة بجوار محافظة مصر الطبعة: الأولى ۱۳۳۲ هـ، دار الكتاب الإسلامي القاهرة عدد الأجزاء:۷)

ترجمہ:قول''الداء الْعُضَالُ ''سے مراد وہ معاملہ ہے جسے اطباء مراد لیتے ہیں،اور یہ اس کی اصل ہے۔ پھر یہ ہر دینی یا دنیاوی متعذر کام کے لیے استعمال کیا گیا۔اور ابن قاسمؒ، مطرفؒ وغیرہ نے بھی امام مالکؒ سے یہ روایت بیان کی:''الداء الْعُضَالُ الْهَلَاكُ فی الدین''اور محمد بن عیسی الاعشیؒ اور دیگر اہلِ علم نے کہا:''اس سے مراد اسلام میں کوئی نئی چیز ایجاد کرنا ہے۔''اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت میں یہ درست ہے نہ کہ دوسرے میں،اور اس وقت کوفہ میں عشرہ مبشرہؓ میں سے صحابہ کرامؓ رہتے تھے جیسے حضرت علی بن ابی طالبؓ، سعد بن ابی وقاصؓ،حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دوسرے بدری صحابہؓ کی ایک جماعت بھی تھی اور اگر یہ اپنے ظاہر پر ہو کہ کعبؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو عراق جانے سے منع کیا(الداءُ الْعُضَالُ)اور حضرت عمرؓ نے اس کو مسلمانوں سے خالی کر دیا تھا اور ان کے دین بدلنے پر ان پر نرمی نہیں کی۔لیکن اگر کعبؒ کا یہ قول حضرت عمرؓ کے لیے درست تھا،تو آپؓ نے کسی بنا پر اس کی تاویل کی یا اس کو رد کر دیا۔

عبدالملک بن حبیبؒ سے روایت ہے (ان کے بارے میں ابن حجرؒ تقریب میں کہتے

ہیں کہ وہ ضعیف الحفظ اور کثیر الغلط تھے) کہ مجھے مطرفؒ نے خبر دی کہ انہوں نے امام مالکؒ سے اس حدیث میں ''**الداء العضال**'' کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا، جو کعب الاحبارؒ سے مروی ہے کہ بے شک عراق میں ''**الداء العضال**'' ہے۔ تو انہوں نے کہا: ''اس سے مراد ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب ہیں''، اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ابو حنیفہؒ نے دو وجھوں یعنی ارجاء اور رائے کے ذریعے سنتوں کو توڑنے سے لوگوں کو گمراہ کیا۔ ابو جعفر داؤدیؒ کہتے ہیں: اس کو ابن حبیبؒ نے ذکر کیا کہ اگر اس غلط بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے اور امام مالکؒ سے یہ ثابت بھی ہو جائے تو یہ امام مالکؒ نے کسی ضرورت میں بطور اضطرار کہی ہو گی، جب کسی ناپسند چیز کا ذکر کیا گیا ہوگا۔ پس اس کی وجہ آپؒ کا سینہ تنگ ہو گیا، تو آپؒ نے یہ بات کہی ہو گی اور عالم جب غصہ میں ایسی بات کر دے تو غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے۔ قاضی ابو ولیدؒ نے کہا کہ میرے نزدیک امام مالکؒ سے یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ امام مالکؒ کو علم، عقل، فضل اور دین کے حوالے سے جس طرح جانا گیا ہے کہ آپؒ صرف لوگوں کے متعلق وہی بات کرتے ہیں جو آپؒ کے نزدیک ثابت اور صحیح ہو کسی مسلمان پر غیر متحقق شے کا اطلاق نہیں کرتے، اور امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب میں سے عبداللہ بن مبارکؒ امام مالکؒ کے ہاں عزت اور فضیلت کے اعتبار سے مشہور ہیں۔

یہ بھی معلوم ہے کہ امام مالکؒ امام ابو حنیفہؒ کو مسائل کا علم رکھنے کی وجہ سے یاد کرتے اور امام مالکؒ سے امام ابو حنیفہؒ نے چند احادیث حاصل کیں۔ اسی طرح محمد بن حسنؒ نے بھی آپؒ سے موطا میں احادیث لیں اور وہ روایات ان میں سے ہیں جنہیں میں ابوذر عبد بن احمد ہرویؒ سے روایت کرتا ہوں، اور امام ابو حنیفہؒ عبادت اور دنیا سے بے رغبتی میں مشہور ہیں اور آپؒ آزمائش میں ڈالے گئے کہ آپؒ کو عہدہ وقضا کی پیشکش کی گئی لیکن آپؒ نے لینے سے انکار کر دیا تو آپؒ کو کوڑے مروائے گئے۔

امام مالکؒ کی شان کے لائق نہیں کہ وہ اس طرح کی باتیں کریں مگر وہی بات کرتے جو

آپؒ کی شان کے لائق ہوتی اور ہمیں علم نہیں کہ امام مالکؒ نے کسی اہل رائے کے متعلق بات کی ہو، مگر کسی محدث کے بارے میں احادیث نقل کرنے کے اعتبار سے کلام کیا اور آپؒ سے مروی ہے کہ آپ (امام مالک بن انسؒ) نے فرمایا:

''میں نے مدینہ منورہ میں ایسے لوگوں کو پایا جن میں عیب نہیں تھے مگر وہ لوگوں میں عیب تلاش کرنے لگ گئے، تو لوگوں نے ان کے عیب بیان کیے اور وہاں ایسے لوگ بھی تھے جن میں عیب تھے مگر وہ لوگوں کے عیب بیان کرنے سے خاموش رہے، تو لوگ بھی ان کے عیوب بیان کرنے سے خاموش رہے۔''

پس امام مالکؒ لوگوں کو عیب بیان کرنے سے دور کرتے ہیں۔ تو آپؒ کہاں سے لوگوں کے عیوب کے متعلق بحث کریں گے؟ اور کیسے یاد کریں گے جو آپؒ کی فضیلت کے لائق نہیں؟ اور میں نے اس بارے میں امام مالکؒ سے منقول کلام کو کتاب ''**فِــرَقُ الْـفُقَهَـاءِ**'' میں ذکر کیا اور اس کی وجوہات بھی بیان کیں اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا اور غالب ہے۔

پس امام اعظمؒ کے متعلق جلیل القدر محدثین کی وضاحت کے بعد امام مالکؒ سے اس قول کی نفی ہوگئی اور آپؒ کی طرف سے دل مطمئن ہوتا ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

امام مالکؒ نے جو امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تعریف کی وہ بہت زیادہ مشہور ہے۔ اس کو اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ خطیبؒ نے بھی نقل کیا کہ امام مالکؒ سے سوال کیا گیا:

هل رأيت أبا حنيفة قال: "نعم رأيت رجلا لو كلمك فى هذه السارية أن يجعلها ذهبا القام بحجته." (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۸)

ترجمہ: کیا آپؒ نے ابوحنیفہؒ کو دیکھا؟ تو فرمایا: جی ہاں، میں نے ایسے شخص کو دیکھا اگر وہ تم سے اس ستون کے بارے میں کلام کرتے کہ یہ سونے کا ہے، تو وہ اپنے دلائل سے

(سونے کا) ثابت کر دیتے۔

اسی جیسا کلام ابن عبد البرؒ نے الانتقاء میں نقل کیا ہے۔

امام مالکؒ کا امام ابوحنیفہؒ کی شان میں مروی قول اور اس میں تحریف

أَخْبَرَنَا أحمد بن محمد العتيقي والحسين بن جعفر السلماسي والحسن بن علي الجوهري قالوا: أخبرنا علي بن عبد العزيز البرذعي، قَالَ: أَخْبَرَنا أبو محمد عبد الرحمن بن أبي حاتم الرازي قَالَ: حَدَّثَنَا أبي قَالَ: حدثنا ابن أبي سريج قال: سمعت الشافعي، يقول: سمعت مالك بن أنس، وقيل له: تعرف أبا حنيفة فقال: نعم، ما ظنكم برجل لو قال: هذه السارية من ذهب لقام دونها حتى يجعلها من ذهب، وهي من خشب أو حجارة قال أبو محمد: يعني: أنه كان يثبت على الخطأ ويحتج دونه، ولا يرجع إلى الصواب إذا بأن له.

(تاریخ بغداد۔ ت بشار الخطیب البغدادی) ج ۱۵ص ۵۵۱؛ تاریخ بغداد۔ ط العلمیۃ (الخطیب البغدادی) ج۱۳ص۴۰۱ رقم ۳۳)

ترجمہ: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک بن انسؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا جب کہ اُن سے پوچھا گیا: ''کیا آپ امام ابوحنیفہؒ کو جانتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں تمہارا اس شخص کے بارہ میں کیا خیال ہے کہ اگر وہ اس ستون کو سونے کا کہے اور اس کو ثابت کرنے پر آمادہ ہو جائے، تو اس کو سونے کا کر دکھائے گا، اگرچہ وہ ستون لکڑی کا ہو، یا پتھر کا۔ ابو محمدؒ نے کہا کہ ان کی مراد یہ تھی: ''بے شک وہ غلطی پر ڈٹے رہتے تھے اور اس پر دلیلیں دیتے رہتے تھے اور صحیح بات ان کے سامنے ظاہر بھی ہو جاتی، تو اس کی طرف نہ لوٹتے تھے۔

جواب:

ابن ابی حاتمؒ نے متن کے الفاظ تبدیل کرنے کے بعد از خود ہی اس کی تفسیر کی ہے۔

پہلے خطیبؒ نے ہی نقل کیا کہ امام مالکؒ سے سوال کیا گیا:

هـل رأيـت أبـا حنيفة قال: نعم رأيت رجلا لو كلمك في هذه السارية أن يجعلها ذهبا لقام بحجته. (تاریخ بغداد ج ۱۳ص ۳۳۸)

ترجمہ: کیا آپؒ نے ابوحنیفہؒ کو دیکھا؟ تو فرمایا: جی ہاں، میں نے ایسے شخص کو دیکھا اگر وہ تم سے اس ستون کے بارے میں کلام کرتے کہ یہ سونے کا ہے، تو وہ اپنے دلائل سے (سونے کا) ثابت کردیتے۔

اسی جیسا کلام ابن عبدالبرؒ نے الانتقاء میں نقل کیا ہے۔ ابن ابی سریجؒ نے مالکؒ تک اپنی سند کے ساتھ جو الفاظ نقل کیے ہیں جس کو ابومحمد حیانؒ نے ابوالعباس الجمالؒ سے روایت کیا ہے وہ الفاظ یہ ہیں:

حـدثنا أبو محمد بن حيان فيما قرى عَلَيْهِ ثَنَا أَبُو الْعَبَّاس الحمال حدثني أحـمـد بن أبي سريح يقول: سمعت الشَّافِعِي يَقُول: سَأَلَ مالك بن أنس: هل رأيت أبا حنيفة وناظرته؟ قال: نعم رأيت رجلا لو نظر في هذه السارية، وهي من الحِجَارَة فَقَال: إنها من ذهب لقام بحجته.

(مسـنـد أبـي حنيفة رواية أبي نعيم (أبو نعيم الأصبهاني) من ۳۰ منازل الأئـمة الأربـعة أبـي حـنـيـفة ومالك والشافعي وأحمد (يحيى بن إبراهيم السلماسي) ص ۱۷۳)

ترجمہ: امام شافعیؒ فرماتے ہیں: انھوں نے امام مالک بن انسؒ سے سوال کیا: ''کیا آپؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا ہے اور ان سے مناظرہ کیا ہے؟'' تو انھوں نے فرمایا: ''ہاں میں نے ایسے آدمی کو دیکھا ہے کہ اگر وہ اس ستون کو دیکھے حالانکہ وہ پتھر کا ہے تو وہ کہے کہ بے شک وہ سونے کا ہے تو وہ اپنی دلیل کے ساتھ اس کو ثابت کر دکھائے گا۔''

اسی کے مثل ابواسحاق الشیرازیؒ کی طبقات الفقہاء میں ہے۔

(طبقات الفقهاء (أبو إسحاق الشيرازي) ص ۸٦)

ابن الجوزیؒ نے المنتظم میں کہا ہے:

قال مؤلف الكتاب رحمه الله: لا يختلف الناس فی فهم أبی حنيفة وفقهه كان سفيان الثوری وابن المبارک يقولان: أبو حنيفة أفقه الناس، وقيل لمالک: هل رأيت أبا حنيفة فقال: رأيت رجلا لو كلمک فی هذه السارية أن يجعلها ذهبا لقام بحجته قال الشافعی رحمة الله عليه: الناس عيال على أبی حنيفة فی الفقه.

(المنتظم فی تاريخ الأمم والملوک ج ۸ ص ۱۳۱. المؤلف: جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی (ت ۵۹۷هـ) الناشر: دار الكتب العلمية بيروت الطبعة: الأولى ۱۴۱۲هـ، ۱۹۹۲م. عدد الأجزاء: ۱۹)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ کی ذہانت اور اس کی فقاہت کے بارہ میں لوگوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سفیان ثوریؒ اور ابن المبارکؒ دونوں کہا کرتے تھے: ''امام ابوحنیفہؒ افقہ الناس ہیں۔'' اور امام مالکؒ سے پوچھا گیا: ''کیا آپ نے امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا ہے؟'' تو انہوں نے کہا: ''میں نے ایسے آدمی کو دیکھا ہے کہ اگر وہ تیرے ساتھ اس ستون کے متعلق کلام کرے کہ وہ سونے کا ہے، تو وہ اپنی دلیل سے ثابت کر دکھائے گا۔'' امام شافعیؒ نے کہا: ''سارے لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے محتاج ہیں۔''

پس آپ دیکھیں گے کہ ابن الجوزیؒ باوجودیکہ امام ابوحنیفہؒ اور اس کے اصحاب سے کنارہ کش تھے، وہ امام مالکؒ کے کلام کو امام ابوحنیفہؒ کی فقاہت اور ذہانت پر دلیل کے ضمن میں نقل کر رہے ہیں۔ اسی طرح سبط ابن الجوزیؒ کی کتاب ''الانتصار و الترجیح'' میں ہے۔

ابن عبدالبرؒ نے ''الانتقاء'' ص۱۴۶ میں اس طرح نقل کیا ہے:

نَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: مَا أَحْمَدُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ: نَا مُحَمَّدُ بن جرير،

قَالَ: نَا احمد بن خلد الخلال، قَالَ: سَمِعْتُ الشَّافِعِي يَقُولُ: سُئِلَ مَالِکَ يَوْمًا عَنْ عُثْمَانَ الْبَتِي قَالَ: كَانَ رَجُلًا مُقَارِبًا وَسُئِلَ عَنِ ابْنِ شُبرُمَة فَقَالَ: كَانَ رَجُلًا مُقَارِبًا قِيلَ: فَأَبُو حَنِيفَةَ؟ قَالَ: لَوْ جَاءَ إِلى أَسَاطِيئِكُمْ هُذِهِ يَعْنِى السَّوَارِى فَقَايَسَكُمْ عَلَى أَنَّهَا خَشَبٌ لَظَنَنْتُمْ أَنها خشب.

(الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء (ابن عبد البر) ص ۱۴۶، ۱۴۷)

ترجمہ: امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ایک دن امام مالکؒ سے عثمان البتیؒ کے بارہ میں پوچھا گیا توانہوں نے کہا: ''وہ درمیانہ درجہ کا آدمی تھا۔'' اوران سے ابن شبرمہؒ کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا: ''وہ درمیانہ درجہ کا آدمی تھا۔'' تو ان سے پوچھا گیا: ''پس امام ابوحنیفہؒ کیسے ہیں؟'' تو انہوں نے کہا: ''اگر وہ تمہارے ان ستونوں کے پاس آئے، پھر وہ تمہیں قیاس سے قائل کرنے لگے کہ بے شک وہ ستون لکڑی کے ہیں (حالانکہ وہ لکڑی کے نہ ہوں)، تو تم یقین کر لو گے کہ بے شک وہ لکڑی کے ہیں۔''

یہ ساری خبریں اس بات پر دلالت کے لیے نقل کی گئی ہیں جواللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہؒ کو عمدہ رائے اور معانی کی تہہ تک پہنچنے اور علم میں وسعت کی قوت دے رکھی تھی۔ عداوت کی وجہ سے اس میں عیب پر دلالت کے لیے نہیں نقل کی گئی۔ جس طرح امام مالکؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی تعریف کی ہے، اس جیسی تعریف بعض حضرات نے امام شافعیؒ کی بھی مدح کرتے ہوئے کی ہے، نہ کہ اس میں عیب بتانے کے لیے۔ لیکن روایت میں راوی ابن ابی حاتمؒ المسکین جس کے بارہ میں کہا جاتا تھا کہ بائیں جانب والے کاتب نے اس کے خلاف کچھ نہیں لکھا۔ (یعنی وہ بہت زیادہ پرہیز گار تھا)۔ پھر اس کو حرب بن اسماعیل السیر جانیؒ نے اعتقاد میں برباد کر دیا یہاں تک کہ وہ اہل حق متکلمین کے خلاف کمر بستہ ہوگیا، اور کہنے لگا: ''بے شک یہ کہنا کہ قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں، تو یہ بھی کفر ہے۔ اس طرح کہنے والا ملت سے نکل جاتا ہے۔

كتاب الرد على الجهمية میں وہ چیزیں ذکر کی گئی ہیں جو اس کی عقل کی خرابی پر دلالت کرتی ہیں، اور وہ بے پناہ دشمنی چھپاتا تھا، ان لوگوں کے بارہ میں جو قرآن کریم کے الفاظ کو مخلوق کہتے تھے۔ پس عقلیں تقسیم کرنے والی ذات بڑی پاک ذات ہے۔ پس آپ دیکھیں گے کہ وہ اسی وجہ سے امت کے حفاظ کے شیخ بخاریؒ کے بارہ میں بھی کلام کرنے سے نہ بچتا تھا۔ اس کو ابوزرعہؒ اور ابوحاتمؒ نے ترک کر دیا تھا۔ پس جب اس کی یہ حالت حدیث کی روایت کرنے والوں کے بارہ میں ہے، تو پھر اس کی رائے اہلِ فقہ اور روایت کے بارہ میں کیا ہوگی؟ اور اس نے خود اعتراف کیا کہ وہ علم کلام سے ناواقف ہے۔ جیسا کہ کتاب الاسماء والصفات ص ۲۹۹ میں ہے مگر اس کے باوجود آپ دیکھیں گے کہ وہ علم اصول الدین کی تنگ جگہوں میں داخل ہوتا ہے۔ تفویض (متشابہات کے ظاہر پر ایمان رکھنا اور مفہوم کو اللہ کی طرف سونپ دینا) اور تنزیہہ (جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے لیے لائق نہیں ان سے اس کو منزہ ماننا) کے نظریہ سے دور ہٹنے والا تھا۔ تو اس کے قدم پھسل گئے۔ اس کی حالت یہ تھی کہ جو کام اس نے کیا ہوتا اس کے متعلق گمان کرتا کہ اس نے نہیں کیا۔ اور وہ روایت بالمعنیٰ نقل کرتا تو اس کو بالکل ہی بدل دیتا۔ اور یہی وہ شخص ہے جس کے میں بارہ میں بے تکی باتیں کہنے والے کہتے تھے کہ بے شک کاتب شمال وہ چیز پاتا ہی نہیں ہے، جو اس کے خلاف لکھے (یعنی انہوں نے اس کو اتنا پارسا مشہور کر رکھا تھا۔)

بے شک کتاب الجرح والتعدیل میں اس نے کہا کہ ابراہیم بن یعقوب الجوزجانیؒ نے میری طرف ابوعبدالرحمٰن المقری سے جو روایت لکھ کر بھیجی، اس میں لکھا کہ ابوعبدالرحمٰن المقری نے کہا: امام ابوحنیفہؒ نے ہمارے سامنے حدیثیں بیان کیں۔ پھر جب حدیث سے فارغ ہوئے تو کہا: یہ سب جو کچھ تم نے سنا ہے وہ سب ہوا اور بے اصل ہیں۔ پھر کہا کہ ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی نے مجھے لکھ کر بھیجا کہ مجھے اسحاق بن راہویہؒ نے بیان کیا کہ میں نے جریر کو کہتے ہوئے سنا کہ محمد بن جابر الیمامیؒ نے کہا: ''ابوحنیفہؒ نے مجھ سے حماد کی

کتابیں چوری کیں۔'' پھر کہا کہ ہمیں احمد بن منصور المروزیؒ نے بتلایا کہ میں نے سلمہ بن سلمانؒ سے سنا، وہ کہتا تھا کہ عبداللہ یعنی ابن المبارکؒ نے کہا: ''بے شک میرے ساتھی ابوحنیفہؒ سے روایت کرنے کے بارہ میں مجھے ملامت کرتے ہیں۔اور یہ اس لیے کہ بے شک اس نے محمد بن جابر کی کتاب لی جس میں اس نے حماد بن ابی سلیمانؒ سے مروی روایات لکھی ہوئی تھیں۔پھر وہ روایات حمادؒ سے کرنے لگے حالانکہ انہوں نے وہ روایات اُن سے نہیں سنی تھیں۔ابن ابی حاتمؒ باقی لوگوں کی بہ نسبت زیادہ جانتے ہیں کہ بے شک الجوزجانی اہل کوفہ سے کنارہ کش تھے۔یہاں تک کہ اہل نقد کی اس کے بارہ میں رائے پختہ ہوگئی کہ اہل کوفہ کے بارہ میں اس کی بات قابل قبول نہیں ہے۔اور وہ ناصبی خبیث حریزی مذہب کا تھا۔اس کی ایک لونڈی نے چوزہ لیا تاکہ اس کو ذبح کرائے۔تو اس نے اس کو ذبح کرنے والا کوئی نہ پایا۔تو یہ کہنے لگا: سبحان اللہ! ایک چوزے کو ذبح کرنے والا نہیں ملتا اور حضرت علیؓ ایک صبح میں بیس ہزار (۲۰۰۰۰) سے اوپر مسلمانوں کو ذبح کر دیتا تھا۔(حضرت علیؓ کے بارہ میں اس کا ایسا نظریہ تھا، معاذ اللہ)

پس اس جیسے خبیث آدمی کی بات کی تصدیق کیا ابوحنیفہؒ کے بارہ میں کوئی متقی پرہیزگار کر سکتا ہے؟ پھر اس روایت میں محمد بن جابر الیمامی الاعمیٰ ہے جس کے بارہ میں امام احمد نے کہا: اس سے صرف وہی آدمی حدیث بیان کرے گا جو اس سے بھی زیادہ شریر ہوگا۔ابن معین اور نسائی نے اس کو ضعیف کہا۔پس ابن ابی حاتم اس جیسے آدمی کی سند سے ابوحنیفہؒ کو (علم و عمل سے) خالی کر دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔یہاں تک کہ اپنی ان روایات میں پائی جانے والی باتوں سے بھی خالی کرنا چاہتا ہے جو اس نے اپنے ایسے شیخ سے بیان کی ہیں جس کا ساتھ اس کو عرصہ دراز تک حاصل رہا، اور اس کی وجہ سے وہ روایات فقہ میں پیش کی جاتی ہیں۔لیکن تعصب اسی طرح دن کو رات بنا تا رہتا ہے۔علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق تو راوی کے اپنے خط کا بھروسہ نہیں ہوتا جب تک وہ اس کا ذکر نہ کرے

جس سے روایت کی گئی ہے۔تو محمد بن جابر الاعمیٰ کی کتاب پر کیسے بھروسہ ہوسکتا ہے جس کے بارہ میں معلوم ہی نہیں کہ اس کی کتاب کس نے لکھی۔

اگر ہم اس چیز سے پردے ہٹانے شروع کریں جو ابن ابی حاتم نے ردّی قسم کے اعتقاد چھپا رکھے تھے، اور جن کو اہل حق کے مقابلہ میں اٹھائے پھرتا تھا، تو کلام طویل ہو جائے گا۔ پس اس اشارہ پر اکتفا کرتے ہیں تا کہ معلوم کیا جا سکے کہ اس سے اس کے فن کی صرف وہی بات کی جا سکتی ہے جس میں اس کا تعصب بھڑکا ہوا نہ ہو۔ پس جو شخص یہ کہتا ہے کہ بے شک فلاں آدمی کا کاتب شمال اس کے خلاف کچھ نہیں لکھتا تو اس قول کی وجہ سے تو جرأت کے ساتھ غیوب پر جا پڑتا ہے (یعنی اس کو غیب کا علم ہے جس سے اس نے معلوم کیا کہ اس کا بائیں جانب کا فرشتہ اس کے خلاف کچھ نہیں لکھتا)۔ نیز یہ تو تعریف میں مبالغہ کرنا ہے اور ان دونوں چیزوں کا ہر دیندار آدمی انکار کرتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی درخواست کرتے ہیں۔

امام مالکؒ کی طرف منسوب اقوال کا بطلان

أنبأنا علي بن محمد المعدل قال: أخبرنا أبو علي ابن الصواف قال: أخبرنا عبد الله بن أحمد بن حنبل قال: حدثنا منصور بن أبي مزاحم قال: سمعت مالک بن أنس، وذكر أبا حنيفة، فقال: كاد الدين كاد الدين.

أخبرنا ابن رزق قال: أخبرنا أبوبكر الشافعي قال: حدثنا جعفر بن محمد بن الحسن القاضي قال: سمعت منصور بن أبي مزاحم يقول: سمعت مالكا يقول: إن أبا حنيفة كاد الدين، ومن كاد الدين فليس له دين.

وقال جعفر: حدثنا الحسن بن علي الحلوالي، قال: سمعت مطرفا، يقول: سمعت مالكا يقول: الداء العضال: الهلاک في الدين وأبو حنيفة من الداء العضال.

أخبرني أبو الفرج الطناجيرى قَالَ: حَدَّثَنَا عمر بن أحمد الواعظ قال: حدثنا محمد بن زكريا العسكرى، قَالَ: حَدَّثَنَا على بن زيد الفرائضى قال: حدثنا الحنينى، قال: سمعت مالكا، يقول: ما ولد فى الإسلام مولود أشأم من أبى حنيفة.

(تاريخ بغداد – ت بشار (الخطيب البغدادى) ج۱۵ ص ۵۵۲ تاريخ بغداد – ط العلمية (الخطيب البغدادى) ج۱۳ ص ۴۰۱ رقم ۳۴ـ۳۷)

ترجمہ: منصور بن ابی مزاحمؒ نے کہا کہ میں نے مالک بن انسؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا جبکہ ابوحنیفہؒ کا ذکر ہورہا تھا کہ وہ **کادالدین** ہے، **کادالدین** ہے۔

☆......منصور بن ابی مزاحمؒ نے کہا کہ میں نے امام مالکؒ کو کہتے ہوئے سنا: ''بے شک ابوحنیفہؒ **کاد الدین** ہے اور جو **کادالدین** ہو۔اس کا کوئی دین نہیں ہوتا۔''

مطرفؒ نے کہا کہ میں نے مالکؒ کو کہتے ہوئے سنا: ''**الداء العضال** سے مراد دین میں ہلاکت ہے اور ابوحنیفہؒ ''**الداء العضال**'' میں سے ہے۔''

☆......الحنینیؒ نے کہا کہ میں نے مالکؒ کو کہتے ہوئے سنا: ''اسلام میں ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی منحوس بچہ پیدا نہیں ہوا۔''

جواب:

پہلی سند میں عبداللہ بن احمدؒ ہے جو ان افسانوں کا راوی ہے جو اس نے اس کتاب میں نقل کی ہیں جس کا نام اس نے ''السنۃ'' رکھا ہے۔ جو شخص اس پر اطلاع پانا چاہتا ہو، اس کو وہ کتاب دستیاب ہوسکتی ہے۔ جو شخص اس کے مندرجات کے مطابق اعتقاد رکھتا ہے اور اس کی طرف دعوت دیتا ہے، تو ہم امام ابوحنیفہؒ کے بارہ میں اس کی تصدیق نہیں کر سکتے۔ یقیناً اس کی وجہ سے وہ فتنہ میں پڑا ہوا ہوگا۔ اس کا راوی منصور بن ابی مزاحم الترکیؒ، جو بہادر تیز رفتار تھا، وہ اس (علمی) میدان کے آدمیوں میں سے نہیں ہے۔

دوسری سند میں ابن رزقؒ اور ابوبکر الشافعیؒ ہیں اور تیسری سند میں ان دونوں کے بعد الحلوانیؒ اور مطرفؒ ہیں اور چوتھی سند میں علی بن زید الفرائضیؒ اور الحنینیؒ ہیں اور ان تمام کے بارہ میں پہلے کلام ہو چکا ہے۔

جن لوگوں نے اس (ابوحنیفہؒ) کی طرف **کاد الدین** ہونے کی نسبت کی ہے تو میں نہیں جان سکا کہ انہوں نے یہ نسبت کیوں کی ہے؟ باوجودیکہ وہ نہ تو طہارت کے بارہ میں سستی برتنے والے تھے، اور ان سے جتنی روایات بھی مروی ہیں، ان میں سے کسی ایک روایت میں بھی وہ **مسح علی الخفین** سے بھی انکاری نہ تھے، اور نہ ہی وہ جمعہ اور عیدین چھوڑنے والے تھے۔ اور نہ ہی کتوں کا گوشت حلال کہنے والے تھے۔ اور نہ ہی اثفار کو مباح کہنے والے تھے، اور نہ ہی رائے کی وجہ سے سدِ ذرائع میں وسعت رکھنے والے تھے، اور نہ ہی بَيِّــنَةٌ (گواہی) کے بغیر سزاؤں میں سے کسی کو سزا دینے کی جرأت کرنے والے تھے اور نہ ہی وہ ان روایات کو معطل کرنے والے تھے جو مَقِيْلِهٖ (مناسب قول) کی جگہ نہ ہو، (یعنی جو روایات اپنے اپنے مقام پر فٹ ہوں ان کو معطل کرنے والے نہ تھے) اور نہ ہی مصلحۃ مرسلہ کا نظریہ رکھنے والے تھے، بلکہ وہ وہیں ٹھہرتے جہاں کتاب وسنت واجماع اور قیاس ٹھہرتے۔ پھر دلیل ظاہر ہو جاتی اور راستہ واضح ہو جاتا۔

جو کلمات روایت کیے گئے ہیں، ان کے بارہ میں قدیم مالکیہ میں بڑے بڑے حضرات سے ان کلمات کے بارہ میں تین رائے پائی جاتی ہیں:

پہلی رائے امام ابوجعفر احمد بن نصر الداودیؒ کی ہے جو کہ الموطا پر شرح ''النامی'' لکھنے والے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جو ذکر کیا گیا ہے۔ اگر وہ غلطی سے محفوظ ہے اور امام مالکؒ سے ثابت ہے۔ تو پھر ہو سکتا ہے کہ امام مالکؒ کے سامنے امام ابوحنیفہؒ کے بارہ میں کوئی ایسی چیز ذکر کی گئی ہو، جس کو وہ اچھا نہ سمجھتے ہوں، تو اس وقت ان کے بارہ میں سینہ تنگ ہو گیا ہو، تو انہوں نے یہ بات کہہ دی ہو۔ اور عالم آدمی پر کبھی تنگ دلی کی حالت آ جاتی ہے۔ پھر وہ ایسی

بات کہہ دیتا ہے جس سے غصہ دور ہو جانے کے بعد استغفار کرتا ہے۔

۲......دوسری رائے ابن عبدالبرؒ کا قول ہے جو کہ ''الانتقاء'' ص ۱۵۰ میں ہے۔

وَرُوی عَـنـهُ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِ عُمَرَ بِالْعِرَاقِ وَبِهَا الدَّاء الْعُضَالُ، فَقَالَ أبو حنيفة وروى ذلك كله عن مَالِكٍ أَهْلُ الحديث وأَما اصحاب مالك من أهل الرأى فلا يروون من ذلك شَيْئًا عن مالك.

(الانتقاء فى فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء (ابن عبد البر) ص ١٥٠ ، ١٥١)

ترجمہ: اس کو امام مالکؒ سے حدیث بیان کرنے والے تقریباً تمام حضرات نے روایت کیا ہے۔ بہرحال امام مالکؒ کے وہ اصحاب جو اہل الرائے ہیں تو وہ امام مالکؒ سے اس قسم کی باتیں روایت نہیں کرتے۔

تو فقہاء کے علاوہ اس کے راوی منفرد ہیں، اور ان کے انفراد کی طرف نظر موڑنا کافی ہے۔ اور فقہاء تو مالکؒ کے راز دان تھے۔

۳......تیسری رائے ابوالولید الباجیؒ کا قول ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ الموطا کی شرح ''المنتقی'' میں اس جیسی روایات کا امام مالکؒ سے ثبوت کا ہی سختی سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام مالکؒ نے فقہاء کے بارہ میں قطعاً کچھ نہیں کہا۔ انہوں نے تو صرف بعض راویوں کے بارہ میں قاعدہ کے مطابق کلام کیا ہے۔

پھر اس نے ذکر کیا کہ امام مالکؒ ابن المبارکؒ کی کس قدر تعظیم کیا کرتے تھے جو کہ ابوحنیفہؒ کے خاص ساتھیوں میں سے تھے۔ جیسا کہ محمد بن الحسنؒ نے امام مالکؒ سے جو الموطا روایت کی ہے اس میں مذکور ہے۔ علامہ الباجیؒ کو اس کی روایت سے الموطا ابوذر الہرویؒ کی سند سے پہنچا۔ اس کے آخر تک جو اس نے وہاں ذکر کیا ہے۔

تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ بے شک یہ اقوال بالفرض اگر ثابت بھی ہو جائیں، تو ان کا قائل ہی مجرم ہے۔ تو مجرم کی تقلید اس کے جرم میں کیونکر کی جا سکتی ہے؟ اور اگر یہ روایات من

گھڑت ہیں تو ان روایات کی کمزوری بیان کیے بغیر ان کو روایت کرنے والا گناہ میں گھڑنے والے کے ساتھ شریک ہوگا۔ اگرچہ ان کے گھڑنے میں شریک نہیں ہے۔ پس ایسے آدمی کے راستہ پر نہیں چلنا چاہیے جس کے پیشوا گناہ گار ہوں۔

اعتراض نمبر ۳۱،۳۲:

امام مالکؒ کا قول

امام مالکؒ نے ایک مرتبہ ولید بن مسلمؒ سے پوچھا کہ کیا تمہاری طرف بھی ابوحنیفہؒ کی رائے کہی سنی جاتی ہے؟ میں نے کہا ہاں، فرمایا تمہارے شہر رہنے کے قابل نہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ امام مالکؒ نے پوچھا کہ کیا ابوحنیفہؒ کا چرچا تمہاری طرف بھی ہے اور میرے ہاں کہنے پر فرمایا پھر تمہارے شہروں میں نہیں رہنا چاہیے۔

(امام محمدی ص ۹۷، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۹)

جواب:

اس کی سند میں ولید بن مسلم ہے جو متکلم فیہ ہے، امام ابن عدیؒ کہتے ہیں کہ یہ ولید بن مسلم ضعیف شیوخ سے حدیث روایت کرتا تھا پھر ضعیف راویوں کے نام گرا کر روایات کو امام اوزاعیؒ سے بیان کرنا شروع کر دیتا تھا، لہٰذا یہ جرح بھی ساقط ہے۔

(حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۱)

امام ابن نجارؒ نے بھی امام ابن عدیؒ کے حوالے سے مذکورہ بالا روایت درج کی ہے اور ساتھ اسی طرح کی روایت امام دارقطنیؒ سے بھی بیان کی ہے۔

(کتاب الرد علی الخطیب لابن نجارؒ ص ۱۲۷)

دوسرا جواب:

اس کی سند میں وہی ولید بن مسلم ہے جس کے متعلق اعتراض نمبر ۳۱ کے جواب میں ذکر

ہو چکا ہے۔

اعتراض نمبر۳۳:

امام مالکؒ کا قول

امام شافعیؒ کا بیان ہے کہ حضرت امام مالک بن انسؒ سے سوال ہوا کہ کیا آپ ابوحنیفہؒ کو پہچانتے ہیں کہا ہاں کہا تم اس شخص کو کیا جانتے ہو؟ جو کسی لکڑی یا پتھر کے ستون کو سونے کا کہہ دے تو بھی نہ کھڑا ہو جب تک اس کا سونے کا ہونا ثابت نہ کر دے۔ ابو محمدؒ کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی خطا پر بھی جم جاتا ہے اور حجت بازی کئے جاتا ہے اور باوجود حق ظاہر ہو جانے کے اپنی بات کی پیچ کو نہیں چھوڑتا۔ (امام محمدی ص۷۹)

اعتراض نمبر۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷:

امام مالکؒ کا قول

امام مالکؒ ابوحنیفہؒ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے یہ دین سے مکر اور دھوکہ کرتا ہے۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ دین سے مکر کرنے والا دین دار نہیں ہوتا۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں ہلاکت والی بیماری جو دین کو ہلاک کر دے اس میں ابوحنیفہؒ بھی ہیں۔

امام مالکؒ کا فرمان ہے کہ اسلام میں کوئی شخص ابوحنیفہؒ سے زیادہ منحوس نہیں پیدا ہوا۔

(امام محمدی ص۷۹، ۸۰، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص۴۹)

جواب:

نمبر۳۳ تا ۳۷ کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔

اعتراض نمبر۳۸:

ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ میں، شریک، ابراہیم بن ابو یحییٰ اور حفص بن غیاث ہارون کے

پاس بیٹھے تھے کہ ہارون نے ایک مسئلہ پوچھا ابراہیم بن ابو یحییٰ نے **حدثنا صالح مولی التؤمة عن ابی هريرة قال قال رسول الله** کہا اور شریک نے **حدثنا ابو اسحاق عن عمرو بن ميمون قال قال عمر بن الخطاب** کہا اور حفص نے **حدثنا الاعمش عن ابراهيم من علقمة قال قال عبد الله** کہا۔ ہارون نے مجھ سے کہا تم کیا کہتے ہو میں نے کہا **قال ابو حنيفة** ہارون نے اس کے جواب میں کہا تیرے سر پر خاک پڑے۔ (امام محمدی ص ۸۰)

جواب:

اس قول کی سند میں ابو ہلال اشعری ہے جس کو دار قطنیؒ نے ضعیف کہا ہے۔

(حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۳)

پھر روایت میں جس مسئلہ کا اشارہ کیا گیا ہے، وہ مسئلہ تو راوی نے بیان نہیں کیا اگر بیان ہوتا تو پھر امام اعظم ابو حنیفہؒ کے ادلہ کی طرف اشارہ کر دیا جاتا۔

اعتراض نمبر ۳۹:

ابو عوانہ کہتے ہیں میں ابو حنیفہؒ کے پاس آتا جاتا تھا یہاں تک کہ ان کے کلام میں ماہر ہو گیا اب میں حج کے لئے گیا واپس آ کر پھر ان کی مجلس میں پہنچا تو ان کے شاگردوں وغیرہ نے مجھ سے مسائل پوچھنے شروع کئے جو مجھے اچھی طرح معلوم تھے میں نے جواب دیے لیکن انہوں نے میرے جواب میں اختلاف کیا میں نے کہا واہ میں نے یہ مسائل امام ابو حنیفہؒ سے ہی سنے ہیں اور وہی جواب میں نے دیئے ہیں میں نے امام صاحبؒ کو دیکھا تو میں نے ان سے وہ مسائل پھر دریافت کئے انہوں نے پہلے جوابات کے خلاف اب کی مرتبہ جواب دیئے، میں نے کہا یہ کیا ہوا کہا میری سمجھ میں اس وقت وہ اچھے جواب تھے اب یہ ان سے اچھے جواب ہیں تو میں نے سب اگلے مسائل اور فتوؤں سے رجوع کر لیا، میں نے کہا سبحان اللہ پھر تو دین کا ہر وقت ہیر پھیر ہی ہوتا رہے گا مجھے آپ کی کوئی حاجت نہیں، چنانچہ میں

کپڑے جھاڑ کر وہاں سے اٹھ کھڑا ہوااور پھر کبھی وہاں نہیں گیا۔(امام محمدی ص۸۰)

جواب:

اس قول کی سند میں ابوعوانہ متکلم فیہ ہے اس کے متعلق گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔

اعتراض نمبر۴۰:

نصر بن محمد کہتے ہیں ہم امام ابوحنیفہؒ کے پاس آتے جاتے تھے ہمارے ساتھ ایک شامی بھی تھا جب شامی نے اپنے وطن جانے کا ارادہ کیا تو آپ اسے رخصت کرنے آئے اور کہنے لگے اے شامی کیا تم ان فتوؤں کو شام لے جاؤ گے اس نے کہا ہاں، کہا تم بڑی برائی اپنے ساتھ لے جاؤ گے۔(امام محمدی ص۸۰)

جواب:

اس قول کی سند میں نصر بن محمد ضعیف ہے جیسا کہ امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں ذکر فرمایا ہے کہ ضعفہ البخاری والازدی کہ امام بخاریؒ اور ازدیؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

(حاشیہ تاریخ بغداد ج۱۳ص۴۲۳)

اعتراض نمبر۴۱:

مزاہم بن زفر نے ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ سے کہا امام صاحب یہ جو آپ فتوے دیتے ہیں اور اپنی کتاب میں رکھتے ہیں کیا آپ کے نزدیک وہ سراسر حق ہیں فرمایا اللہ کی قسم مجھ کو معلوم نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ سراسر باطل ہی ہوں۔(امام محمدی ص۸۰،۸۱)

جواب:

اس قول کی سند میں ابن درستور یہ ہے جس کا حال گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ (یعنی یہ متکلم فیہ ہے)

اعتراض نمبر۴۲:

امام زفرؒ کہتے ہیں ہم امام صاحبؒ کے پاس آتے جاتے تھے اور ہمارے ساتھ ابو یوسفؒ اور محمد بن حسنؒ بھی تھے ہم ان کی باتیں لکھ لیا کرتے تھے ایک روز امام صاحبؒ نے ابو یوسف سے کہا اے یعقوب! تجھ پر افسوس ہے تو مجھ سے جو کچھ سن اسے لکھا نہ کر، میں تو آج کی بات کل چھوڑ دیتا ہوں اور کل کی بات پرسوں چھوڑ دیتا ہوں۔

(امام محمدی ص ۸۱، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۴۹، ۵۰)

جواب:

اس میں کوئی عیب کی بات نہیں ہے بلکہ اس میں تو امام ابوحنیفہؒ کا حق کی طرف رجوع کرنا بیان ہوا ہے اور یہ کہ آپ جس مسئلہ کو صحیح نہیں سمجھتے تھے اس سے رجوع کر لیتے تھے، یہی اہل حق کا شیوہ ہے۔

اعتراض نمبر۴۳:

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ نے قاضی ابو یوسفؒ اپنے شاگرد سے فرمایا میری باتیں لوگوں کو نہ پہنچاؤ خدا کی قسم مجھے تو خود نہیں معلوم کہ میں غلط مسئلہ بیان کرتا ہوں یا صحیح۔(امام محمدی ص ۸۱)

جواب:

اس میں بھی امام ابوحنیفہؒ کی شان وعظمت ہے اور حق کی جستجو کی کوشش باقی آپ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے یا کہ نہیں تو اس کیے لیے آپ کی مسند جو کہ ''کتاب الآثار ابو یوسف'' کے نام سے ہے وہ گواہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے بکثرت روایات بیان کی ہیں۔

اعتراض نمبر۴۴:

حفص بن غیاث کہتے ہیں میں ابوحنیفہؒ کے پاس آتا جاتا تھا میں سنتا تھا ایک ایک مسئلہ

میں ایک ہی دن میں پانچ پانچ جداگانہ فتویٰ دیتے تھے آخر یہ دیکھ کر میں نے وہاں کا آنا جانا ترک کر دیا اور علم حدیث کی طرف متوجہ ہوا۔

(امام محمدی ص ۸۱، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۵۰)

جواب:

اس قول کی سند میں حفص بن غیاث ہے جو کہ متکلم فیہ ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے

(میزان الاعتدال لذہبی)

اعتراض نمبر ۴۵:

ابن مقریؒ کا قول

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت عطا سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا اور میں تو جو تم سے کہتا ہوں وہ اکثر غلط ہوتا ہے۔ (امام محمدی ص ۸۱)

اعتراض نمبر ۴۶، ۴۷:

ابن مقری کہتے ہیں میں نے بھی امام صاحب کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرے فتوے عموماً غلط ہوا کرتے ہیں امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں میں نے عطاء سے سنا ہے اگر سنا ہو تو۔

(امام محمدی ص ۸۱)

جواب: اعتراض نمبر ۴۵، ۴۶، ۴۷:

کسی روایت کا جس طرح روایۃً صحیح ہونا ضروری ہوتا ہے اسی طرح درایۃً بھی ضروری ہے۔ بھلا ایسا امام جس کا دین میں مجتہد ہونا، ثقہ صدوق ہونا، حجت ہونا مُسلّم ہو جو تقویٰ و پرہیز گاری میں آئیڈیل ہو، عابد و زاہد ہو جس، کی زندگی دین اسلام کی خدمت کرتے گزر گئی ہو، بھلا وہ اس طرح کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میں تمہیں غلط روایات بیان کرتا ہوں۔ (معاذ اللہ) اس روایت کا تو درایۃً صحیح نہ ہونا واضح ہے سند پر بحث کی ضرورت ہی نہیں۔

اعتراض نمبر ۴۷ کا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے عطا سے روایت لی ہے اور آپ کی کتاب الآثار ومسانید میں حضرت عطاء سے کافی روایات موجود ہیں۔

اعتراض نمبر ۴۸:

محمد میں حمادؒ کہتے ہیں میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے یہ تو فرمائیے کہ میں ابوحنیفہؒ اور ان کے ساتھیوں کے کلام کو دیکھوں اور اس پر عمل کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، نہیں، نہیں، تین مرتبہ منع فرمایا میں نے پھر کر پوچھا کہ حضور آپ کی حدیثوں اور آپ کے صحابہ کی حدیثوں کو دیکھوں اور ان پر عمل کروں فرمایا ہاں، ہاں، ہاں، تین مرتبہ اجازت دی پھر میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی دعا سکھائیے جو میں مانگا کروں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا سکھائی اور تین ہی مرتبہ اسے بھی بتایا لیکن جب میں جاگا تو اس دعا کو بھول گیا۔
(امام محمدی ص ۸۱، ۸۲)

جواب:

شرعی طور پر ہمارے خواب حجت نہیں ہیں لہٰذا اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے تا ہم خوابوں کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بشارات کا سلسلہ بڑا طویل ہے۔

اعتراض نمبر ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲:

ابن مبارکؒ کا قول

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں جو ابوحنیفہؒ کی کتاب الحیل کو دیکھے گا وہ یقیناً خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دے گا۔

نضر بن شمیل کہتے ہیں اس کتاب میں بہت سے مسائل بالکل کفریہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں جس کے پاس ابوحنیفہؒ کی کتاب الحیل ہو یعنی جس میں حیلے سکھائے گئے ہیں اور وہ اس پر عمل کرائے یا فتوی دے تو اس کا حج باطل ہو جائے گا۔

اوراس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔ابن المبارکؒ کے مولی نے کہا میں تو جانتا ہوں کہ کتاب الحیل کوکسی شیطان نے بنائی ہے۔ابن المبارکؒ کہنے لگے جس نے حیلوں کی کتاب بنائی ہے وہ شیطان سے بھی زیادہ برا ہے۔

ابن المبارکؒ فرماتے ہیں جس کے گھر میں یہ حیلوں کی کتاب ہواوراس کے مطابق فتویٰ دیتا ہو یا عمل کرتا ہووہ کافر ہے اس کی عورت پر طلاق پڑ جاتی ہے اس کا حج باطل ہو جاتا ہے ان سے کہا گیا کہ اس کتاب میں ایک حیلہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب عورت اپنے خاوند سے خلع کرانا چاہے تو اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے، مرتد ہو جانے کے بعد جب شوہر سے الگ ہوجائے پھراسلام قبول کرلے۔عبداللہ فرمانے لگے اس کتاب کا لکھنے والا کافر ہے اس کی بیوی اس سے الگ ہے اس کا حج باطل ہے خاقان مؤذن نے (یہ سن کر) فرمایا اسے کسی ابلیس نے لکھی ہوگئی حضرت عبداللہ نے فرمایا اس کا مصنف میرے نزدیک ابلیس سے بھی خطرناک ابلیس ہے۔(امام محمدی ص۸۲)

جواب:

یہ سب کچھ حضرت امام عبداللہ بن مبارک کی طرف غلط منسوب ہے کیونکہ آپ جناب حضرت عبداللہ بن مبارک نہ صرف امام ابوحنیفہ کے مداحین سے ہیں بلکہ آپ کا دفاع کرنے والے بھی ہیں۔امام ابن عبدالبر نے حضرت عبداللہ بن مبارک کو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مداحین سے شمار کیا ہے۔(کتاب الانتقاء ص......)اور خود خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو بھی آپؒ کے مداحین میں سے شمار کیا ہے۔

(دیکھئے تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۵۵)

پھراس قول کی سند بھی محفوظ نہیں ہے اس سند میں محمد بن اسماعیل السلمی ہے اس کے متعلق امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہا کہ ''**قال ابن ابی حاتم تکلموا فیه**''ابن ابی حاتمؒ نے کہا کہ انہوں نے (یعنی محدثین نے) اس میں کلام کیا۔(یعنی اس پر جرح کی ہے، پھر

اس میں ابوتوبہ ربیع بن نافع بھی متکلم فیہ ہے۔

جواب:

اعتراض نمبر ۵۰، ۵۱، ۵۲ میں کتاب الحیل کی نسبت امام ابوحنیفہ کی طرف کی گئی ہے جب کہ اس کی نسبت حضرت امام ابوحنیفہؒ کی طرف درست نہیں ہے۔ پھر اعتراض نمبر ۵۰ میں نضر بن شمیل ہے، جس کو امام ابن عبدالبر نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مداحین سے شمار کیا ہے۔
(کتاب الانتقاء ص ۱۹۳ تا ۲۲۹)

جبکہ امام عقیلی نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے اور ابراہیم بن شماس نے کہا کہ میں نے اس کے متعلق وکیع سے پوچھا تو ان کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ (میزان الاعتدال)

اور اعتراض نمبر ۵۱ میں محمد بن عباس الخراز ہے، اس کے متعلق گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے اور سند میں دوسرا راوی زکریا بن سہل ہے جو کہ غیر معروف ہے اور تیسرا راوی اس سند میں اسحاق طالقانی ہے خود خطیب نے اس کے بارے میں کہا کہ یہ ارجاء کا قائل ہے (یعنی مرجی ہے)

اعتراض نمبر ۵۲ کی سند میں ابراہیم بن عمر برمکی ہے اور خود خطیب نے اس کے متعلق کہا ہے کہ اس کی بعض حدیثیں منکر ہیں اور اس قول کی سند میں دوسرا راوی عمر بن محمد جوہری ہے، خود خطیب نے اس کے متعلق کہا ہے کہ اس کی بھی بعض حدیثیں منکر ہیں۔
(حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۸)

اعتراض نمبر ۵۳:

حضرت حسین بن عبداللہ نیسا پوری قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ مجھ سے امام عبداللہ بن مبارک نے فرمایا اے حسین میں نے ابوحنیفہؒ سے جو کچھ روایتیں لیں تھیں ان سب کو چھوڑتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرتا ہوں۔ (امام محمدی ص ۸۲)

جواب:

اس قول کی سند میں خطیب نے زکریا سے اپنا سماع ذکر نہیں کیا لہٰذا یہ سند منقطع ہے۔

اعتراض نمبر ۵۴،۵۵:

ابن المبارک فرماتے ہیں اگر تم حضرت سفیان کی مجلس میں جاتے اور کتاب اللہ سننا چاہتے تو سن سکتے تھے، اگر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سننا چاہتے تو سن سکتے تھے۔ اگر زہد وتقویٰ کی باتیں سننی چاہتے تو سن سکتے تھے لیکن ایسی مجلس جس میں مجھے یاد نہیں کہ میں نے اس میں کبھی صلی اللہ علیہ وسلم کا جملہ سنا ہو وہ مجلس ابوحنیفہؒ کی مجلس ہے۔

یہی حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں ایسی مجلس کہ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے میں نے کوئی نہیں دیکھی سوائے ابوحنیفہ کی مجلس کے، کہ وہاں نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں بھیجا جاتا تھا، ہم کبھی کبھی حضرت سفیان ثوری کی چوری چھپی میں اس مجلس میں چلے جاتے تھے۔

(امام محمدی ص۸۲،۸۳، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص۵۰)

جواب:

اعتراض نمبر ۵۴ میں بھی یہی کیفیت ہے۔ کیونکہ خطیب نے زکریا سے اپنا سماع ثابت نہیں کیا اس لیے یہ سند منقطع ہے۔

اور اعتراض نمبر ۵۵ میں بھی انقطاع ہے کیونکہ امام ابوداوٗدؒ نے ابن مبارکؒ کو نہیں پایا لہٰذا یہ بھی درجہ احتجاج سے ساقط ہوئی۔

اعتراض نمبر ۵۶:

محمد بن عبدالوہاب قناد فرماتے ہیں میں ابوحنیفہؒ کی مجلس میں گیا میں نے اسے ایک لغو مجلس پائی جس میں کوئی وقار و متانت نہ تھی میں سفیان ثوری کی مجلس میں بھی گیا ہوں میں نے سکینت دلجمعی اور وقار و متانت دیکھی چنانچہ میں نے اسی مجلس میں بیٹھنا اٹھنا شروع کر دیا۔

(امام محمدی ص۸۳، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص۵۰)

جواب:

حاشیہ تاریخ بغداد ج۱۳ ص۴۲۹ پر ہے کہ اس کی سند میں عبداللہ بن محمد بن جعفر ہے اگر

یہ قزوینی ہے تو اس کا معاملہ خلط ہے اور اس نے کہ احادیث بھی گھڑی ہیں، ابن یونس نے تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ دارقطنی نے کہا یہ بڑا جھوٹا ہے احادیث گھڑ لیتا تھا۔ اور اگر یہ اصفہانی ہے جو کہ ابوالشیخ کے نام سے معروف ہے تو اس کی تضعیف پہلے گزر چکی ہے۔

اعتراض نمبر ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰:

فریابی کہتے ہیں میں نے سفیان ثوری سے سنا وہ ابوحنیفہؒ اور عام اہلِ رائے کی مجلس سے روکتے تھے اور ان میں شریک ہونے کی ممانعت فرماتے تھے۔

حضرت سفیانؒ ابوحنیفہؒ کے رائے قیاس کے مسائل دیکھنے سے منع فرمایا کرتے تھے، محمد بن یوسف سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا سفیان ثوری نے ابوحنیفہؒ سے کچھ روایت کیا ہے؟ جواب دیا معاذ اللہ، حضرت سفیانؒ فرماتے تھے کہ بسا اوقات ابوحنیفہؒ مجھ سے مسئلہ پوچھتے ہیں تو میں جواب دیتا ہوں لیکن ناخوش ہو کر اور میں نے تو کبھی ان سے کچھ بھی دریافت نہیں کیا۔

سفیان بن وکیع بن جراح امام صاحبؒ کی نسبت فرماتے تھے کہ وہ علم اور حدیث کے بغیر کھینچ تان کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ان کی مجلس میں امام صاحب کا ذکر آیا ہے تو فرمانے لگے ہیں، اس نبطی کی برائی سے جب کہ وہ عرب بننے لگے اللہ کی پناہ مانگو۔ (امام محمدی ص ۸۳)

جواب اعتراض نمبر ۵۷، ۵۸:

اس قول کی سند میں محمد بن عبداللہ بن ابان الہیتی ہے، اس کے متعلق حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۰ پر ہے۔ **كان اصوله سقيمة كثيرة الخطاء وذكره الخطيب رقم ٣٠٢٧ وضعفه بغير ذلك وفيما النجاد ضعيف ايضًا.**

اس کے اصول نہ درست ہیں اور کثیر خطا پر مبنی ہیں خود خطیب نے اس کو ذکر کیا اور اس علت کے بغیر بھی اس کو ضعیف قرار دیا ہے، اور اس کی سند میں دوسرا راوی احمد بن سلیمان النجاد ہے وہ بھی ضعیف ہے۔

اور حضرت سفیان ثوری تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مداحین سے ہیں۔ دیکھئے، امام محدث ابن عبدالبر کی الانتقاء ص۱۹۳ تا ۲۲۹ اور دیکھئے خود خطیب کی تاریخ بغداد ج۱۳ص (۳۶۳،۳۴۴،۳۴۱)

جواب اعتراض نمبر۵۹:

اس قول کی سند میں واقع راوی محمد بن حسین بن ربیع ہے، اس کو احمد بن محمد بن سعید نے کذاب ابن کذاب کہا۔ دوسرا راوی اس سند میں محمد بن عمر بن دلیل ہے۔ ابو حاتم نے اس کو اپنی کتاب میں ذکر کر کے کہا ہے کہ اس کا معاملہ پریشان کن ہے اور ابن الجوزی نے اس کو کتاب الضعفاء میں شمار کیا ہے اور ابن حبان نے کہا یہ امام مالکؒ سے ایسی روایات کرتا ہے جو ان کی روایات میں سے نہیں ہیں اور اس کے ساتھ احتجاج کرنا جائز نہیں ہے۔
(حاشیہ تاریخ بغداد ج۱۳ص۴۳۰)

جواب اعتراض نمبر۶۰:

اس قول کی سند میں واقع سفیان بن وکیع ضعیف ہے جیسا کہ خود خطیب نے اور امام ذہبی نے بیان کیا ہے کہ امام بخاری نے فرمایا انہوں نے (یعنی محدثین) نے اس میں کئی اشیاء کی بنسبت کلام کیا ہے اور امام ابوزرعہ نے فرمایا اس کو جھوٹ کے ساتھ متہم کیا گیا ہے، ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے بیان کیا کہ اس کی حدیث فاسد ہوگئی ہے۔ ابو احمد نے کہا یہ تلقین بھی قبول کرتا تھا۔ (حاشیہ تاریخ بغداد ج۱۳ص۳۸۷)

اعتراض نمبر۶۱،۶۲:

قیس بن ربیع سے امام ابوحنیفہ کی بابت سوال ہوتا ہے کہ وہ کیسے تھے؟ فرمایا کہ جو ہے اور ہوا اس سے سب سے زیادہ ناواقف اور جو نہیں ہوا اس کے بڑے جاننے والے تھے۔

اسی سوال کے جواب میں ایک مرتبہ فرمایا میں انہیں تمام لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں وہ جو کچھ کہ نہیں ہوا اس کے سب سے بڑے عالم اور جو ہوگیا اس سے سب سے زیادہ ناواقف۔

(امام محمدی ص۸۳، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص۵۰،۵۱)

جواب:

اس قول کی سند میں جو قیس بن ربیع ہے وہ خود متکلم فیہ راوی ہے اور ضعیف ہے۔ امام احمدؒ نے کہا اس نے منکر روایات بیان کی ہیں، امام نسائی نے کہا یہ متروک الحدیث ہے، امام یحیٰ بن معین نے کہا ضعیف ہے امام وکیع اور امام ابن المدینی اس کو ضعیف کہتے تھے، امام دارقطنی نے کہا یہ ضعیف ہے۔ امام ذہبی نے میزان میں اس کا ذکر مفصلاً کیا ہے۔
(حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۹۰)

جواب اعتراض نمبر ۶۲:

اس قول کی سند میں بھی قیس بن ربیع ہے اور قیس بن ربیع کا متروک الحدیث اور ضعیف ہونا بیان ہو چکا ہے، پھر اس کی سند میں دوسرا راوی البرمکی ہے وہ بھی متکلم فیہ ہے گزشتہ صفحات میں اس کا ضعف بھی بیان ہو چکا ہے۔

اعتراض نمبر ۶۳:

ابن ادریس فرماتے ہیں میں نہیں چاہتا کہ کوفہ سے ابوحنیفہ کا قول، شرابی کی شراب اور حمزہ کی قرأت باہر نکلے۔ (امام محمدی ص ۸۴)

جواب:

اس قول کی سند میں واقع محمد بن احمد الا بادی ہے جو کہ ضعیف ہے اور گزشتہ صفحات میں اس کا ذکر ہو چکا ہے پھر سند میں مجہول راوی بھی ہے کیونکہ زکریا بن یحیٰ الساجی نے کہا حدثنا بعض اصحابنا ہمیں بیان کیا ہمارے بعض ساتھیوں نے یہ ساتھی کون تھے کوئی اتا پتہ نہیں تو سند میں ایک راوی ضعیف اور ایک مجہول لہٰذا قابلِ احتجاج نہیں۔

اعتراض نمبر ۶۴:

محمد بن ولید بسری کہتے ہیں میں نے امام صاحبؒ کے اقوال خوب حفظ کیے ایک مرتبہ ابو عاصم کی مجلس میں ان کے بہت سے مسائل سنائے، انھوں نے فرمایا کہ تیرا حافظہ بہت ہی

اچھا ہے لیکن وہ باتیں کیوں یاد کرتا ہے، جن سے تجھے توبہ کرنی پڑے۔(امام محمدی ص۸۴)

جواب:

اس قول کی سند اس طرح شروع ہوتی ہے۔قال زکریا، جبکہ خطیب اور زکریا کے درمیان تین واسطے ہیں جو کہ مذکور نہیں لہٰذا یہ قول منقطع ہوا۔ پھر ان ضعیف اور منقطع قول کی سند میں ابو عاصم کی زبانی حضرت امام پر طعن کیا گیا ہے جبکہ ابو عاصم (نبیل) تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مداحین میں سے ہے۔ دیکھئے الانتقاء ص۱۹۳تا۲۲۹اور خود خطیب نے بھی اس کو امام کے مداحین میں سے شمار کیا ہے۔(تاریخ بغداد ج۱۳،ص۳۴۲،۳۴۳،۳۵۴)

اعتراض نمبر۶۵:

ایک مرتبہ حماد نے جامع مسجد میں کہا کہ ابوحنیفہؒ کے علم کا کیا حال ہے ان کا علم تو میری اس داڑھی کے خضاب سے بھی نیا ہے۔(امام محمدی ص۸۴)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی خارجہ بن مصعب ہے۔ یہ باوجود متکلم فیہ ہونے کے خود خطیب نے ان کو امام صاحب کے مداحین میں شمار کیا ہے بلکہ دفاع کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔ خطیب ہی نے ان کا ایک قول نقل کیا ہے کہ خارجہ بن مصعب نے کہا جو موزوں پر مسح جائز نہ سمجھے یا امام ابوحنیفہؒ پر طعن کرے وہ ناقص العقل ہے۔(تاریخ بغداد ج۱۳ص۳۶۴)

اور حاشیہ تاریخ بغداد ج۱۳ص۴۳۱ پر لکھا ہے کہ **قال ابو حاتم مجھول** کہ ابوحاتم نے اس کو مجہول کہا ہے۔

اعتراض نمبر۶۶:

سفیان بن سعید، شریک بن عبداللہ اور حسن بن صالح فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ فقہ کے ماہر نہیں البتہ جھگڑے کے ماہر ہیں۔(امام محمدی ص۸۴)

جواب:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے علم وفقہ وتقویٰ وطہارت کا اعتراف آپ کے مخالفین نے بھی کیا ہے اور مذکورہ اعتراض میں جن کی طرف سے جرح بیان کی گئی ہے وہ خود حضرت امام اعظم کے مداحین میں سے ہیں۔(دیکھئے امام ابن عبدالبر کی کتاب الانتقاء ص۱۹۳تا۲۲۹)

اعتراض نمبر ۶۷:

امام شافعیؒ فرماتے ہیں ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ کا ایک شخص سے مناظرہ ہوا دوران مناظرہ ابوحنیفہؒ اونچی اونچی آواز سے بولنے لگے ایک شخص وہاں کھڑا ہوا تھا وہ کہنے لگا حضرت آپ غلطی پر ہیں۔امام صاحبؒ نے اس سے کہا تم مسئلہ جانتے بھی ہو؟ اس نے جواب دیا میں مسئلہ نہیں جانتا کہا پھر تم نے کیسے جان لیا کہ میں خطا پر ہوں، کہا اس لئے کہ جب آپ کے پاس دلیل ہوتی ہے تو آپ نرمی اور راستی سے گفتگو کرتے ہیں اور جب آپ دلیل سے خالی ہوتے ہیں تو آپ شوروغل اور بلند آواز سے مطلب برابر کرتے ہیں۔(امام محمدی ص۸۴)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی مجہول ہے جس نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کو کہا کہ آپ نے خطا کی ہے لہٰذا رجل مجہول کی وجہ سے یہ قول درست نہیں۔نیز حضرت امام شافعی حضرت امام ابوحنیفہ کے کتنے بڑے مداح ہیں۔خود خطیب نے اور امام ابن عبدالبر اور امام صیمری اور کئی حضرات نے حضرت امام شافعی سے یہ بات بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا فقہ میں تمام لوگ امام ابوحنیفہ کے بچے ہیں۔نیز جو فقہ میں تبحر حاصل کرنا چاہے وہ امام ابوحنیفہؒ کا محتاج ہے۔

اعتراض نمبر ۶۸،۶۹:

سلمہ بن سلیمان کہتے ہیں ایک شخص ابن المبارک سے پوچھتا ہے کہ کیا ابوحنیفہ مجتہد تھے؟ کہا وہ مجتہد ہونے کے قابل نہ تھے وہ تو رائے قیاس کی ادھیڑ بن میں ظہر تک اور ظہر سے عصر تک اور عصر سے مغرب تک اور مغرب سے عشاء تک لگے رہتے تھے وہ مجتہد کب بن گئے؟

ایک آدمی نے ابن المبارک سے پوچھا کیا ابوحنیفہؒ عالم تھے فرمایا نہیں وہ اس کے لائق نہ تھے۔عطا کو تو انھوں نے چھوڑ دیا اور ابوالعطوف کی طرف متوجہ ہو گئے۔(امام محمدی ص۸۴)

جواب:

حضرت عبداللہ بن مبارک حضرت امام صاحبؒ کے زبردست مداح تھے اور آپ کا دفاع کرنے والے تھے۔امام ابن عبدالبر نے الانتقاء ص۱۹۳ تا ۲۲۹ پر آپ کو حضرت امام کے مداحین سے شمار کیا ہے اور خود خطیب نے بھی اپنی تاریخ میں ج۱۳،ص ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۴۳ میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی زبانی حضرت امام صاحبؒ کی شاندار تعریف بیان کی ہے۔

اعتراض نمبر ۷۰:

حماد بن سلمہ ابوحنیفہؒ کو ابوجیفہ کہا کرتے تھے۔(امام محمدی ص۸۴)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی محمد بن عباس ہے اور یہ کمزور ہے گزشتہ صفحات میں اس کے متعلق بیان ہو چکا ہے۔اور دوسرا راوی اس سند میں ابوربیعہ محمد بن عوف ہے، امام ابن المدینی نے اس کو کذاب کہا ہے۔ابن الجوزی نے کتاب الضعفاء میں یہ بات بیان کی ہے۔

(حاشیہ تاریخ بغداد ج۱۳،ص۴۳۲)

اعتراض نمبر ۷۱:

حمیدی تو بھری مجلس میں مسجد الحرام میں ابوحنیفہؒ کو ابوجیفہ کہا کرتے تھے۔

(امام محمدی ص۸۴)

جواب:

کسی کا نام بگاڑنا شرعاً درست نہیں ہے، لہٰذا اس کی ذمہ داری حمیدی پر ہی ہو گی۔اور کسی کا نام بگاڑنا اس کے ساتھ بغض کی علامت تو بن سکتا ہے لیکن یہ جرح نہیں ہے لہٰذا اس قول کی سند پر زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۷۲، ۷۳، ۷۴:

محمد بن بشار العبدی بندار کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن مہدی کے پاس جب کبھی ابوحنیفہؒ کا ذکر آتا تو عموماً فرمایا کرتے تھے کہ ان کے اور حق کے درمیان حجاب اور پردہ تھا۔

بندار سے سوال ہوتا ہے کہ کیا عبدالرحمٰن بن مہدی کا یہ قول سنا ہے کہ ابوحنیفہ اور حق کے درمیان پردہ تھا۔ کہا ہاں انھوں نے خود مجھ سے فرمایا ہے۔

ایک اور سند سے بھی عبدالرحمٰن کا یہ قول مروی ہے۔ (امام محمدی ص ۸۴، ۸۵)

جواب:

اس قول کی سند میں محمد بن بشار العبدی ہے اس کے متعلق خود خطیب نے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس کو حدیث چوری کرنے کے ساتھ متہم کیا گیا ہے، نیز ابن المدینی نے اس کی روایت سے ایک حدیث ذکر کر کے کہا محض جھوٹ ہے۔

(حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۴۳۲، کتاب الرد علی الخطیب ص ۱۳۱، لابن نجار)

اعتراض نمبر ۷۳ کا جواب:

اس کی سند میں بھی وہی محمد بن بشار العبدی ہے جس کے متعلق بیان ہو چکا ہے۔

اعتراض نمبر ۷۴ کا جواب:

اس کی سند میں ایک راوی ابن درستویہ ہے اور دوسرا راوی محمد بن بشار ہے یہ دونوں ضعیف ہیں۔

اعتراض نمبر ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸:

عمر بن قیس فرمایا کرتے تھے۔ جو شخص حق کا ارادہ کھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ کوفہ آئے اور دیکھے کہ ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب نے کیا کہا ہے اور ان اقوال کی مخالفت کرے۔

حضرت عمار بن رزیق ابوالجواب یا ابوالجراب سے فرماتے ہیں ابوحنیفہ کا خلاف کر تو تیری بات ٹھیک ہوگی۔

اور بشری کا قول ہے کہ ان کا خلاف حق ہے۔

عمار بن زریق کہتے ہیں جب تم سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے اور تمہیں اس کا علم نہ ہوتو دیکھوابوحنیفہ نے اس میں کیا کہا ہےاس کے خلاف تم کہومسئلہ کا صحیح جواب ہو جائے گا۔

ابن عمار کہتے ہیں جب تجھے کسی مسئلہ میں شک ہو جائے اور تم ابوحنیفہؒ کے قول کو دیکھ کر اس کے خلاف کہوتو وہی حق ہو جائے گا یا کہا کہ برکت ان کے خلاف کہنے میں ہے۔

(امام محمدی ص ۸۵،۸۶)

جواب اعتراض نمبر ۷۵:

اس قول کی سند میں راوی مؤمل بن اسماعیل ہے جو کہ کثیر الغلط ، کثیر الخطاء، یخطی راوی ہے۔

جواب اعتراض نمبر ۷۶:

اس قول کی سند میں اسحاق بن ابراہیم الحنینی ہے جو کہ ضعیف ہے۔

جواب اعتراض نمبر ۷۷:

اس قول کی سند میں ایک راوی مجہول ہے جیسا کہ ابن نمیر نے کہا ''**حدثنا بعض اصحابنا**'' پھراس میں دوسراراوی ابن درستویہ ہے جس کا ضعف گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔

جواب اعتراض نمبر ۷۸:

اس قول کی سند میں حسین بن ادریس نے ، ابن عمار سے سماع کا صیغہ استعمال نہیں کیا، بلکہ قال سے بیان کیا جو کہ بعض اوقات انقطاع پر دلالت کرتا ہے، لہٰذا یہ جرح بھی قابل قبول نہیں ویسے اس قول میں یہ جو معیار بیان کیا گیا ہے کوئی بھی محقق عالم فقیہ منصف مزاج اس معیار کو قبول کرنے کیلئے تیار نہ ہوگا۔

اعتراض نمبر ۷۹:

مساور وراق نے کہا:

اذا مــا اهــل رأی حــاور ونــا بــآبــده من الفتوی طـریقة

اتیـنـاهـم بـمـقیـاس صـحیـح صلیب من طراز أبی حنیفة

اذا سـمـع الـفـقیـه بهـا وعـاهـا واثبتهـا بـحبر فی صحیفه

جب اہل رائے اپنے فتوؤں کے طریقوں کو لے کر ہم سے جھگڑتے ہیں تو ہم ان کے پاس ابوحنیفہؒ کے صحیح اور مضبوط قیاس پیش کرتے ہیں جسے فقیہ سن کر یاد کر لیتے ہیں اور لکھ لیا کرتے ہیں اس کے جواب میں کسی نے کہا

اذا ذوالرائ عاصم عن قیاس

وجـاء ببـدعة هـنة سـخیـفـه

اتیـنــاه بـقـول الـلــه فیهــا

وآیــات مــجــرـة شــریـفة

فـكم من فرح محصنة عفیف

أحـل حـرامهــا بــابی حنیفة

جب اہل رائے قیاس کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں اور ردی و مردار چیز کو پیش کرتے ہیں تو ہم ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا فرمان پیش کرتے ہیں اور قرآن پاک کی بابرکت آیتیں پڑھتے ہیں، ابوحنیفہؒ کی وجہ سے تو بہت پاک دامن پرہیزگار حرام عورتوں کی شرم گاہیں حلال ہو گئیں۔

ابوحنیفہؒ جب مساور وراق کو دیکھتے تو ان کی بڑی آؤ بھگت کرتے اور کہتے یہاں آؤ یہاں بیٹھو۔(امام محمدی ص ۸۵،۸۶)

جواب:

اس قول میں مساور وراق کے یہ اشعار سفیان بن عیینہ سے بیان کیے گئے ہیں حالانکہ سفیان بن عیینہ تو امام ابوحنیفہؒ کے مداحین میں شمار کیے جاتے ہیں۔(الانتقاء ص ۱۹۳ تا ۲۲۹)

اعتراض نمبر ۸۰:

شقیق بلخی ایک مرتبہ ابوحنیفہ کی بڑی تعریف کرتے ہیں ان سے کہا جاتا ہے مرو میں آپ

یہ باتیں چھوڑ دیجئے مرو والے اس کی برداشت نہیں رکھتے تو وہ مساور وراق کے مذکورہ بالا اشعار پڑھ کر سناتے ہیں لوگ کہنے لگے کہ کیا ان اشعار کا جواب آپ نے نہیں سنا؟ جس میں ہے کہ جب اہل رائے اپنی رائے قیاس سے ہم پر حجت بازی کرنے لگے اور اس ردی اور مردار چیز کو ہمارے سامنے لائے تو ہم نے اس کے مقالہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی اور شریف حدیثیں پیش کیں اور ہم نے کہا کہ ابوحنیفہؒ کی وجہ سے کتنی نیک پاک دامن پرہیز گار عورتوں کی شرمگاہیں جو خدا کی جانب سے حرام تھیں حلال ہو گئیں۔(امام محمدی ص ۸۶)

اعتراض نمبر ۸۱:

ایک ثقہ آدمی کا بیان ہے کہ ابوبکر بن عیاش کی مجلس میں ابوحنیفہؒ کے پوتے اسماعیل بن حماد بن ابوحنیفہؒ آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے ابوبکر نے پوچھا یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا میں اسماعیل ہوں ابوبکر نے اسماعیل کی رانوں پر اپنے ہاتھ سے مارا اور فرمایا تیرے دادا نے بہت سی حرام شرمگاہوں کو حلال کر دیں۔(امام محمدی ص ۸۶)

جواب اعتراض نمبر ۸۰،۸۱:

اس قول کی سند میں ایک راوی ابوبکر بن عیاش ہے یہ ابوبکر بن عیاش حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مداحین میں سے ہیں۔ دیکھئے امام ابن عبدالبر کی کتاب (الانتقاء ص ۱۹۳ تا ۲۲۹) اور خود خطیب نے بھی ابوبکر عیاش کو حضرت امام صاحب کے مداحین میں شمار کیا ہے۔

(دیکھئے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۴۷)

پھر سند میں عثمان بن احمد الدقاق ہے جس کا ضعیف ہونا گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ پھر سند میں ایک مجہول راوی بھی ہے جس کو یحییٰ بن ایوب نے صاحب لنا ثقہ سے بیان کیا ہے لہٰذا راوی مجہول ہونے کی وجہ الدقاق کا ضعف اس جرح کو ساقط کرنے کے لیے کافی ہے۔

اعتراض نمبر۸۲،۸۳:

حضرت اسود بن سالم کہتے ہیں حضرت ابو بکر بن عیاش دعا کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ابوحنیفہؒ کے منہ کو کالا کرے۔

اور کہا کرتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ کو سزا عہدہ قضاء قبول نہ کرنے پر دی گئی یہ غلط ہے بلکہ انہیں چودھری بننے پر زدوکوب کیا گیا جیسا کہ ریشم فروشوں میں دستور تھا۔
(امام محمدی ص ۸٦، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۵۱)

جواب اعتراض نمبر۸۲:

اعتراض نمبر ۸۱ میں بیان ہو چکا ہے کہ ابوبکر بن عیاش حضرت امام صاحبؒ کے مداحین میں سے ہیں۔

جواب اعتراض نمبر۸۳:

اس قول کی سند میں محمد بن عباس الخزار ہے اس کا ضعف گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے، اور سند میں ابومعمر، اسماعیل بن ابراہیم الہروی ہے جس کے متعلق خود خطیب نے بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن معین نے اس کا ذکر کیا اور کہا کہ اس نے پانچ ہزار احادیث رقہ میں بیان کی ہیں، تین ہزار احادیث میں اس نے خطا کی ہے۔ (حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۴۳۵)

اعتراض نمبر۸۴:

ابوعبید کہتے ہیں میں اسود بن سالم کے پاس رصافہ کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، وہاں ایک مسئلہ کا ذکر آ گیا میں نے کہا اس میں ابوحنیفہؒ کا فتویٰ یہ ہے تو (یہ سنتے ہی) اسود نے خفا ہو کر کہا تو مسجد میں ابوحنیفہ کا ذکر کرتا ہے اور ایسے بگڑے کہ مرتے دم تک پھر مجھ سے کلام نہ کیا۔ (امام محمدی ص ۸٦)

جواب:

راوی نے مسئلہ بیان نہیں کیا کہ وہ کون سا مسئلہ تھا جس کی وجہ سے اسود بن سالم ناراض

ہوئے اگر مسئلہ مذکور ہوتا تو اس میں غور وفکر کیا جاتا۔ پھر ابوعبید صرف کنیت سے مذکور ہے نہ اصل نام نہ کوئی نسبت معلوم نہیں یہ کون سا ابوعبید ہے ثقہ ہے یا کہ ضعیف۔

اعتراض نمبر ۸۵:

محمد بن عبدالوہاب نے ایک مرتبہ علی بن عثام سے کہا، کیا ابوحنیفہؒ حجت ہیں؟ فرمایا نہیں، نہ دین کے نہ دنیا کے۔ (امام محمدی ص ۸۷)

جواب:

اس قول کی سند میں علی بن عثام مجہول ہیں۔ (دیکھئے حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۴۳۵)

اعتراض نمبر ۸۶:

محمد بن جعفر الاسامی کہتے ہیں ابوحنیفہؒ کہتے تھے کہ شیطان الطاق حضرت علیؓ کے پھر واپس آنے کا قائل ہے اور شیطان الطاق کہتا تھا کہ ابوحنیفہؒ تناسخ کے قائل ہیں ایک دن بازار میں دونوں کی مڈھ بھیڑ ہوگئی وہ ایک کپڑا بیچنا چاہتا تھا ابوحنیفہؒ کہنے لگے ہمارے ہاتھ اسے بیچو گے حضرت علیؓ کے دوبارہ واپس آنے پر اس کی قیمت ادا کر دی جائے گی، اس نے کہا ہاں بیچتا ہوں لیکن تم اس بات کا ضامن دو کہ تم تناسخ میں بندر نہ بن جاؤ گے، اس جواب کو سن کر ابوحنیفہؒ لاجواب ہوکر رہ گئے۔

جب جعفر بن محمد تقی کا انتقال ہوا تو ابوحنیفہؒ کہنے لگے اب تو تمہارے امام مر گئے اس نے شیطان (الطاق) نے کہا ہاں لیکن تمہارے امام کو تو قیامت تک کی ڈھیل دی گئی ہے۔

(امام محمدی ص ۸۷)

اعتراض نمبر ۸۷:

سفیان ثوریؒ کہا کرتے تھے ابوحنیفہؒ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والے ہیں۔ (امام محمدی ص ۸۷، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۵۱)

جواب:

اس قول کی سند میں ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان ہے، جب کہ اس کو ابو احمد العسال نے اس کو ضعیف کہا ہے اور وہ اس کے شہر کے ہی رہنے والے ہیں۔

(کتاب الرد علی الخطیب لابن نجار ص۱۳۳)

اعتراض نمبر ۸۸، ۸۹:

عبد اللہ بن ادریس فرماتے ہیں ابو حنیفہ گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہیں اور ابو سفیان فاسق ہے (بعض نسخوں میں ابو سفیان کے بجائے ابو یوسف ہے) یزید بن ہارون کہتے ہیں میں نے ابو حنیفہؒ کے ماننے والوں سے زیادہ کسی کو نصرانیوں سے مشابہ نہیں پایا۔

(امام محمدی ص ۸۷، امام ابو حنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۵۱)

جواب اعتراض نمبر ۸۸:

اس قول کی سند غیر محفوظ ہے سند میں ایوب بن اسحاق بن سافری ہے، جو کہ فقط ایک اخباری آدمی ہے (یعنی ہر طرح کی باتیں کرنے والا) (حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۴۳۶)

جواب اعتراض نمبر ۸۹:

اس قول کی سند میں انقطاع ہے جو کہ موجب ضعف ہے، کیونکہ ایوب بن شاذ اور خطیب کے درمیان ملاقات و سماع ثابت نہیں ہے پھر یزید بن ہارون حضرت امام صاحبؒ کے مداحین میں سے ہیں۔

(دیکھئے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۶۴ پھر دیکھئے امام ابن عبد البر کی کتاب الانتقاء ص ۱۹۳ تا ۲۲۹)

اعتراض نمبر ۹۰:

امام شافعیؒ فرماتے ہیں میں نے ابو حنیفہؒ کے شاگردوں کی کتابیں دیکھی ہیں جن کے ایک

سوتیس ورق تھے جب میں نے شمار کیا تو اس کے اسی اوراق سنت یعنی قرآن وحدیث کے خلاف تھے، ابومحمد کہتے ہیں یہ اس لیے کہ اصل ہی غلط تھے تو فروع کا غلط ہونا لازمی ہے۔
(امام محمدی ص ۸۷، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۵۱)

جواب:

اس قول کی سند غیر محفوظ ہے، سند میں واقع راوی محمد بن عبداللہ بن عبداللہ بن عبدالحکیم ہے۔ ابن جوزی نے کہا کہ ربیع بن سلیمان نے اس کو ان روایات میں جھوٹا قرار دیا ہے جو اس نے حضرت امام شافعی سے بیان کی ہیں۔ (یہ مذکورہ حکایت بھی اس نے حضرت امام شافعی سے ہی بیان کی ہے)

ابن خزیمہ نے کہا یہ سند کو محفوظ نہیں رکھتا۔ میزان الاعتدال۔ حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۳۷۔ جبکہ حضرت امام شافعی کا حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مداحین میں سے ہونا شہرہ آفاق ہے۔
(دیکھئے تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۴۶، دیکھئے امام ابن عبدالبر کی کتاب الانتقاء ص ۱۹۳ تا ۲۲۹)

اعتراض نمبر ۹۱، ۹۲، ۹۳:

امام شافعیؒ کا یہ بھی فرمان ہے کہ ابوحنیفہؒ ایک غلط مسئلہ بنا لیتے تھے اور ساری کتاب کو اسی پر قیاس کرتے جاتے تھے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میری دانست میں کسی نے ابوحنیفہ سے زیادہ واہی کتابیں وضع نہیں کیں، امام شافعی کا یہ بھی قول ہے کہ میں نے تو ابوحنیفہ کی رائے کو سجارہ کے دھاگے سے تشبیہ دی ہے کہ ادھر کھینچو تو سبز نکل آئے اور ادھر کھینچو تو زرد نکل آئے۔ (امام محمدی ص ۸۷، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۵۱)

جواب:

اعتراض نمبر ۹۱، ۹۲ کا جواب اعتراض نمبر ۹۰ میں گزر چکا ہے، اعتراض نمبر ۹۳ کا جواب حاضر ہے۔ اس قول کی سند میں عثمان بن احمد الدقاق ہے، جس کا ضعف گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔

اعتراض نمبر۹۴:

امام احمد میں حنبلؒ سے پوچھا جاتا ہے کہ مسلمانوں پر ضرر ابوحنیفہؒ کا زیادہ تھا یا عمرو بن عبید کا؟ تو فرمایا ابوحنیفہؒ کا اس لیے کہ ان کے ساتھی اور شاگردوں کی جماعت تھی۔

(امام محمد ی ص ۸۷،۸۸)

جواب:

اس قول کی سند میں محمد بن العباس الخزاز ہے اس کے متعلق بھی گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔

اعتراض نمبر۹۵:

امام ابوعبداللہ احمد بن حنبلؒ اکثر ابوحنیفہؒ اور ان کے مذہب کے عیوب بیان فرماتے تھے اور ان کے بعض مسائل کو کبھی بہ طور تعجب اور انکار کے بیان فرماتے تھے۔

(امام محمد ی ص ۸۸)

جواب:

اس قول کی سند میں عبداللہ بن محمد جعفر ابوشیخ الاصبہانی ہے۔ یہ متکلم فیہ ہیں۔

(حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۴۳۸)

اعتراض نمبر۹۶:

ایک مرتبہ حضرت امام احمد بن حنبل نے عقیقہ کے بارے میں بہت سی حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمائیں اور بہت سی روایتیں صحابہؓ اور تابعینؒ کی بھی بیان کیں، پھر تعجب کے ساتھ مسکرا کر فرمانے لگے دیکھو ابوحنیفہ اسے جاہلیت کا کام بتاتے ہیں۔

(امام محمد ی ص ۸۸، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۵۱)

جواب:

اس قول کی سند میں احمد بن جعفر بن حمدان القطیعی ہے۔ خود خطیب نے ابوالحسن بن

فرات سے، اس کا آخر عمر میں مختلط ہونا بیان کیا ہے حتی کہ یہ کچھ بھی نہیں پہچانتا تھا۔
(حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳،ص ۴۳۸)

اعتراض نمبر ۹۷:

امام احمد بن حنبلؒ سے ایک مرتبہ کہا جاتا ہے کہ ابوحنیفہؒ نکاح سے پہلے طلاق دینے کو جائز بتاتے ہیں کہا ابوحنیفہؒ ایک مسکین شخص ہیں گویا کہ وہ عراق میں رہتے ہی نہ تھے گویا کہ انہیں کچھ علم ہی نہ تھا اس مسئلہ میں تو خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث آئی ہے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایتیں ہیں اور بیس سے اوپر بڑے بڑے جلیل القدر تابعین سے روایت ہے جیسے سعید بن جبیر، سعید بن مسیّب، عطاء، طاؤس، عکرمہ، پھر ابوحنیفہؒ کیسے جرأت کر کے ان سب کے خلاف کہتے ہیں کہ طلاق ہو جائے گی۔(امام محمدی ص ۸۸)

جواب:

اس میں راوی محمد بن یوسف البیکندیؒ کا قول منقطع ہے۔(اس لیے کہ اس نے کہا ہے:"**قیل لأحمد بن حنبل**"، تو معلوم نہیں کہ کہنے والا کون تھا؟) اور ہمیں اس کے راوی القواسؒ اور اس کے ساتھی پر اعتماد نہیں۔خطیب نے یہ روایت **محمد بن عبد الملک القرشی، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَحْمد بن محمد بن الحسین الرازی، قَالَ: حَدَّثنا محمود بن إسحاق بن محمود القواس ببخاری، قال: سمعت أبا عمرو حریث بن عبد الرحمن، یقول: سمعت محمد بن یوسف البیکندیؒ** کی سند سے نقل کی ہے کہ **محمد بن یوسف البیکندیؒ** نے کہا: امام احمدؒ سے پوچھا گیا۔" اور پھر آخر تک روایت بیان کی۔

علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا نظریہ یہ ہے کہ عورت کو طلاق تب ہوتی ہے جبکہ وہ نکاح کی صورت میں آدمی کی مِلک میں ہو، یا یہ ہے کہ طلاق کو مِلک کی طرف مضاف کیا جائے (یعنی یوں کہے کہ اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق۔تو

یہ طلاق مِلک کی طرف مضاف ہے)، یا یہ کہ مِلک کی متعلقہ چیزوں میں سے کسی سے معلق کرے۔

لازمی بات ہے کہ امام احمدؒ باقی لوگوں کی بہ نسبت اس کو زیادہ جانتے ہوں گے اس لیے کہ بے شک وہ عراقی ہیں کیونکہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب میں سے عراقی علماء سے فقہ سیکھی ہے۔ بے شک امت کا اتفاق ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا (الاحزاب:۴۹)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب تم مؤمن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو، تو تمہاری طرف سے ان پر کوئی عدت لازم نہیں ہے جس کے پورے ہونے کا تم مطالبہ کر سکو۔ لہٰذا انہیں کچھ مال دو اور بھلے طریقے سے رخصت کر دو۔''

تو جس شخص نے طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کیا اور کہا: ''اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو اس کو طلاق۔'' تو اس معلق کو نکاح سے پہلے مطلقاً شمار نہیں کیا جاتا اور نہ ہی نکاح سے پہلے طلاق واقع ہوتی ہے۔ پختہ بات ہے کہ نکاح کے بعد ہی طلاق شمار کی جاتی ہے، کیونکہ یہ طلاق عقدِ نکاح کے بعد واقع ہوتی ہے تو یہ مسئلہ اس آیت کے مضمون سے خارج ہے۔ اس حدیث کے مضمون سے بھی خارج ہے جس میں آتا ہے:

''**لاَ طَلاَقَ قَبْلَ النِّكَاحِ**'' کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہے اس لیے کہ بے شک اس مسئلہ میں طلاق نکاح کے بعد ہے، اس سے پہلے نہیں ہے اور یہی نظریہ امام ابوحنیفہؒ اور اس کے اصحاب ثلاثہ (ابو یوسفؒ، محمد بن الحسنؒ اور زفرؒ) اور عثمان البتیؒ کا ہے، اور یہی قول ہے ثوریؒ، مالکؒ، النخعیؒ، مجاہدؒ، الشعبیؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کا، اس صورت میں جبکہ اس نے اس

کومتعین کیا ہو۔اس باب میں جواحادیث ہیں وہ اضطراب سے خالی نہیں ہیں اوراختلاف سلف کے درمیان طویل ہے،اس صورت میں جبکہ اس قائل نے عام کیا ہو، یا خاص کیا ہو۔ (یعنی یہ کہا ہو کہ جس عورت سے بھی نکاح کروں اس کوطلاق یا کسی عورت کومتعین کر کے کہا ہو کہ اگراس سے نکاح کروں تو اس کوطلاق)۔جونظریہ امام ابوحنیفہؒ کے اوراس کے اصحاب نے اپنایا ہے،اس میں حضرت عمر بن الخطابؓ کا قول وضاحت سے ملتا ہے۔امام شافعیؒ اور ابن المسیبؒ نے یہ نظریہ اپنایا ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوتی،خواہ اس نے عام کیا یا خاص کیا ہو اور یہی نظریہ ہے امام احمدؒ کا۔اوراس مسئلہ میں کلام کی کافی گنجائش موجود ہے۔تو کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ امام احمدؒ نے وہ بات کی ہو، جواس چوتھی روایت میں ان کی طرف منسوب کی گئی ہے، حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس اس بارہ میں واضح دلیل موجود ہے۔اس کے ساتھ سلف فقہاء میں سے اس قدر افراد ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔تفصیل کے لیے ابوبکر الرازیؒ کی احکام القرآن ج۳ص۳۶۱ دیکھیں۔

اعتراض نمبر۹۸:

حضرت امام احمد بن حنبل کا یہ فرمان بھی ہے کہ میرے نزدیک ابوحنیفہؒ کا قول اوراونٹ کی مینگنی برابر ہے۔(امام محمدی ص۸۸)

جواب:

اس قول کی سند میں النجاد ہے جو کہ اپنے غیر کی کتاب سے بیان کرتا حتی کہ وہ اصول بیان کرتا جو کہ خود اس کے اپنے اصولوں میں نہیں تھے۔دوسراراوی اس سند میں مہنی بن یحییٰ ہے خودخطیب نے اس کومنکرالحدیث کہا ہے۔(حاشیہ تاریخ بغداد ج۱۳،ص۴۳۹)

اعتراض نمبر۹۹:

آپ کا یہ بھی فرمان ہے کہ اگر کوئی قاضی ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق فیصلے کرے،اور حکم دے تو میرا فتویٰ یہ ہے کہ اس کے تمام احکام رد کر دیئے جائیں۔(امام محمدی ص۸۸)

جواب:

اس قول کی سند میں احمد بن محمد الادمی ہے اس کا حال گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔

اعتراض نمبر۱۰۰:

یزید بن ابو مالکؒ کہتے ہیں ابوحنیفہؒ نے زنا جیسی حرام چیز کو حلال کر دیا۔ سود جیسی حرام چیز کو حلال بتایا، مسلمانوں کے خون حرام کو جائز کر دیا، ایک شخص نے کہا حضرت اس کی تشریح کیجئے، تو فرمایا سنو سود کو حلال کرنا تو یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ایک درہم کو دو درہم کے بدلے ادھار لینا دینا جائز ہے، اور خون حرام کو حلال کرنا یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں، اگر کوئی شخص دوسرے کو بڑا سا پتھر مار کر مار ڈالے تو اس کے وارثوں پر دیت یعنی جرمانہ ہے قصاص نہیں، پھر اس جملہ کو ادا کرنے میں نحوی غلطی بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں بابا قبیس حالانکہ بابی قبیس کہنا چاہیے اور زنا کو حلال کرنا یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر ایک مرد عورت اس برے کام میں پائے گئے اور لوگ ان کے باپ دادوں تک سے واقف ہیں لیکن تاہم اگر وہ عورت جھوٹ کہہ دے کہ یہ شخص میرا خاوند ہے اور مرد کہہ دے کہ یہ عورت میری بیوی ہے تو دونوں چھوڑ دیئے جائیں گے۔

ابوالحسن نجار کہتے ہیں کہ یہ فتوے شریعت کے احکام کو باطل کرنے والے ہیں۔

(امام محمدی ص۸۸،۸۹)

جواب:

اس قول کی سند میں محمد بن نصر بن احمد بن نصر ہے، جو کہ غیر سماع والی چیزیں بھی سماع سے بیان کرتا تھا۔(امام محمدی ص۸۹)

اعتراض نمبر۱۰۱:

ابومسہر فرماتے ہیں دمشق کے اس منبر پر میں نے ائمہ کو ابوفلاں پر لعنت بھیجتے ہوئے پایا، فرھیانی فرماتے ہیں اس ابوفلاں سے مراد ابوحنیفہؒ ہے۔(امام محمدی ص۸۹)

فریابی کہتے ہیں ہم دمشق میں حضرت سعید بن عبدالعزیز کی مجلس میں تھے کہ ایک شخص نے کہا میں نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں مشرقی دروازے سے تشریف لائے آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق وغیرہ وغیرہ بہت سے صحابہ تھے رضی اللہ عنہم اجمعین، میں نے دیکھا کہ قوم میں ایک شخص میلے کچیلے کپڑوں والا پراگندہ حال والا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا اسے جانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں، فرمایا یہ ابوحنیفہؒ ہیں، یہ وہ شخص جس کے عقل نے فسق وفجور کی طرف رہبری کی، سعید بن عبدالعزیز نے فوراً فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے ہیں اگر تم ایسا نہ دیکھتے تو ایسا بیان کر ہی نہ سکتے تھے۔ (امام محمدی ص۸۹)

جواب:

اس قول کی سند میں ابومسہر ہے جو کہ قرآن مجید کو مخلوق کہتا تھا یعنی بدعقیدہ تھا۔ پھر سند میں ان ائمہ کرام کے نام نہیں ہیں جن کی طرف اس طعن کو منسوب کیا گیا ہے، لہٰذا مجہولوں کی بناء پر بنا کرنا درست نہیں ہے۔

جواب نمبر۲:

اس اعتراض کا جو جواب پروفیسر اعجاز نے دیا ہے وہ بھی ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں۔ اعتراض وجواب ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابوحنیفہؒ کو خواب میں بری حالت میں دیکھنا اور اُس کا بطلان:

اعتراض۱۱۹: أخبرني الخلال قال: حدثنا أبو الفضل عبيد الله بن عبد الرحمن بن محمد الزهري قال: حدثنا عبيد الله بن عبد الرحمن أبو محمد السكري قال: حدثنا العباس بن عبيد الله الترقفي، قال: سمعت الفريابي يقول: كنا في مجلس سعيد بن عبد العزيز بدمشق فقال رجل: رأيت فيما يرى النائم كَاَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قد دخل من باب الشرقي يعني: باب المسجد، ومعه أبو بكر وعمر، وذكر غير واحد من

الصحابة، وفى القوم رجل وسخ الثياب رث الهيئة فقال: تدرى من ذا قلت: لا. قال: هذا أبو حنيفة هذا ممن أعين بعقله على الفجور. فقال له سعيد بن عبد العزيز: أنا أشهد أنک صادق لو لا أنک رأيت هذا لم تكن تحسن تقول هذا.

(تاریخ بغداد- ت بشار (الخطیب البغدادی) ج ۱۵ص ۵۷۰، تاریخ بغداد- ط العلمیۃ (الخطیب البغدادی) ج ۱۳،ص ۴۱۴ رقم ۱۰۱ام)

''الفریابیؒ نے کہا: ہم دمشق میں سعید بن عبدالعزیزؒ کی مجلس میں تھے کہ ایک آدمی نے آ کر کہا: اس نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے مشرقی دروازے سے داخل ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور دیگر بہت سے صحابہ کرامؓ تھے اور اس جماعت میں ایک میلے کچیلے کپڑوں اور خستہ حالت والا آدمی تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: ''کیا تو جانتا ہے کہ یہ کون ہے؟'' تو میں نے عرض کیا: ''نہیں، میں نہیں جانتا۔'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ ابوحنیفہ ہے جو ان لوگوں میں سے ہے جو اپنی عقل کی وجہ سے گناہ گاروں پر سردار بن گیا ہے۔'' تو اس آدمی کو سعید بن عبدالعزیزؒ نے کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک تو سچ کہتا ہے۔'' اگر تو نے یہ خواب نہ دیکھا ہوتا، تو یہ بات تو اچھے طریقہ سے نہ کرسکتا۔

جواب:

یہ خواب دیکھنے والے کی خواب میں تصدیق کرنے میں انوکھا استدلال ہے، جس کو سعید بن عبدالعزیزؒ نے اپنے لیے مباح سمجھا کہ اس مجہول کی گواہی دے کہ بے شک وہ اپنی خواب میں سچا ہے۔ گویا کہ وہ خواب دیکھنے میں اس کے ساتھ واقعہ میں حاضر تھا۔ یہ تو ہم نے امام ابوحنیفہؒ کے مخالفین کی سوچ کا تھوڑا سا نمونہ پیش کیا ہے۔ اور اس (سعیدؒ) سے جو روایت کرنے والا ہے وہ محمد بن یوسف الفریابی ہے۔ یہ نیک آدمی تھا۔ عسقلان میں رہتا تھا۔ چوکیداروں کی جماعت کے ساتھ سرحد کا پہرہ دینے والا تھا اور سرحدی لوگوں کو ہر چیز میں

استثناء (یعنی ان شاء اللہ) کہنے کا حکم دیتا تھا اور دلیل یہ دیتا تھا کہ سلف میں سے بہت سے حضرات ایمان میں استثناء کرتے ہیں۔(یعنی وہ اَنَـا مُـؤْمِـنٌ ان شاء الله کہتے ہیں)اور مرجیہ جو کہ ایمان میں استثناء نہ کرتے تھے،ان کا یہ انتہائی دشمن تھا۔اور امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ بغض میں بہت غالی تھا، کیونکہ اس کے زمانہ میں جولوگ یہ کہتے تھے:اَنَـا مُـؤْمِنٌ حَقًّا اور استثناء نہ کرتے تھے۔تو ان کے پیشوا امام ابوحنیفہؒ ہی تھے۔اس قسم کے لوگ یہ خیال کر بیٹھے تھے کہ وہ مرجئہ کے سردار ہیں، حالانکہ ایمان میں استثناء صرف اس اعتبار سے صحیح ہے کہ کسی کو اپنے خاتمہ کا علم نہیں ہے اور اس مفہوم کے مطابق سلف یہ کیا کرتے تھے (اور المرجئہ کا نظریہ اس سے یکسر مختلف تھا)۔عسقلان میں اپنی جماعت کے ساتھ الفریابی کا اس بارہ میں غلو اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ وہ ہر چیز میں ان شاء اللہ کہتے،حتیٰ کہ اگر آپ ان سے پوچھتے کہ کیا زمین ہمارے پاؤں کے نیچے ہے،تو وہ کہتا: ان شاء اللہ۔اور اگر کسی نے نماز پڑھ لی ہوتی اور اس سے کوئی پوچھتا کہ آپ نے نماز پڑھ لی ہے۔تو وہ کہتا: ان شاء اللہ۔اسی طرح اس مذہب کا طریق رائج ہو گیا اور معاملہ وہاں تک جا پہنچا جو ابن رجبؒ نے طبقات الحنابلہ میں ابوعمر وسعد بن مرزوق حنبلیؒ کے ترجمہ میں نقل کیا ہے جو کہ اس جماعت کا سردار تھا۔جو یہ کہتے تھے:''بے شک ایمان کے اقوال اور افعال مخلوق نہیں ہیں اور بے شک بندوں کی حرکات مخلوق ہیں لیکن ان میں قدیم ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ کلام قدیم ہے اور بندوں کے الفاظ میں ظاہر ہوتا ہے۔''

ان جیسے لوگوں کو چھوڑ دینا ضروری ہے اور ان کی طرف تو توجہ ہی نہیں کرنی چاہیے مگر ان لوگوں کی کاروائی میں عبرت اور تعجب کا مقام ہے کہ باقی وہ ہر چیز میں استثناء کرتے ہیں اور شک کرتے ہیں مگر جو واقعات امام ابوحنیفہؒ کے طعن والے نقل کر دیے گئے ہیں ان پر یقین کرتے ہیں خواہ وہ بیداری کی حالت کے ہوں یا خواب کی حالت کے اور یہ پوچھنا بھی ضروری نہیں سمجھتے کہ یہ خواب دیکھنے والا کون ہے اور جو خواب بیان کیا گیا ہے، اس کی تعبیر پوچھنا بھی ضروری نہیں سمجھتے۔

حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعض خوابیں بھی تعبیر کی محتاج ہوتی ہیں جیسا کہ فتح الباری وغیرہ میں ہے اور خوابوں کی تعبیر کا علم جاننے والے حضرات اکثر پریشان کن خوابوں کی تعبیر خوشی اور خوش کن خوابوں کی تعبیر پریشانی سے بتاتے رہے ہیں اور جن لوگوں کی ہم نے حالت بیان کی اس گروہ پر تعجب نہیں ہے۔ تعجب اس بات پر ہے کہ خطیب ہر وہ چیز تلاش کرتا جاتا ہے جس کو وہ امام ابوحنیفہؒ کے مطاعن میں ذکر کر سکے، اور اس کے درختوں سے پتے جھاڑ کر اس کو چنتا جاتا ہے گویا کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کے خلاف بہت بڑی دلیل حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ (وہ امام ابوحنیفہؒ کے خلاف کوئی ٹھوس دلیل تو پیش نہ کر سکا مگر) ہاں صرف ایسی دلیل حاصل کر کے کامیاب ہوا ہے جو امام ابوحنیفہؒ کی دشمنی میں خطیبؒ کے اصحاب کی انتہائی کمزور عقلی پر دلالت کرتی ہے اور شریعت میں خواب کا جو حکم ہے وہ پہلے بیان ہو چکا ہے تو ہم اس کو دوبارہ نہیں ذکر کرتے اور ان کی یہ خواب اگر ان کے نزدیک اسی طرح حقیقت ہے جس طرح بیداری میں واقعہ ہوتا ہے تو اس خواب میں تو ثابت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ تو صحابہ کرامؓ کی جماعت میں سے تھے اور یہ مرتبہ کی بات ہے مگر حکایت نقل کرنے والے اس کو اس مقصد کے لیے بیان نہیں کرتے۔

☆ اسی طرح خواب کا واقعہ یہ بھی ہے:

ایک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ امام ابوحنیفہؒ کو گلے میں کپڑا ڈال کر کھینچ رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ''اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین بدل ڈالا ہے۔''

(تاریخ بغداد۔ت بشار (الخطیب البغدادی) ج۱۵ص۵۷۱، تاریخ بغداد- ط العلمیۃ (الخطیب البغدادی) ج۱۳ص۴۱۴رقم ۱۰۲)

جواب:

خواب والی اس خبر میں جو امام ابوحنیفہؒ کو گلے میں کپڑا ڈالنے سے متعلق ہے تو اس کی سند

میں ابوالفتح محمد بن المظفر بن إبراہیم الخیاطؒ ہے جس کو خطیب کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، اور نہ ہی اس کے سوا کسی اور نے اس سے کوئی روایت کی ہے۔ اس کا شیخ محمد بن علی بن عطیۃ المکیؒ جس کی کتاب ''قوت القلوب'' ہے، وہ ایسا آدمی ہے جس کے بارہ میں خود خطیبؒ نے کہا: ''صفات کے بارہ میں اس کی کئی باتیں منکر ہیں۔'' اتنے اعتراف کے بعد بھی خطیبؒ اس سے روایت کرتا ہے۔

اس اعتراض کے جواب میں **ملک المعظم عیسی الأیوبیؒ** فرماتے ہیں:

أما حديثهم عن أبي حنيفة في المنام فلا حجة فيه، لا سيما ممن لو طعن فيه في اليقظة لم يقدح ذلك فيه، لأنهم ليسوا من أهل العلم. والطعن في مثله وليس في مثل هذا فائدة إلا ما ذكرناه عن الخطيب من قصد التشنيع والنكير والتعصب وقد تقدم الكلام عن ذلك.

(الرد على أبي بكر الخطيب البغدادي للملك المعظم عيسى الأيوبي)

امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں ان لوگوں کے خواب کا قصہ تو وہ اس بارے میں حجت نہیں ہے۔ اس لیے کہ جن لوگوں سے اس بارے میں بیداری کی حالت طعن و تشنیع کرنا ثابت ہو چکا ہے، کیونکہ وہ اہل علم میں سے نہیں ہیں۔ اس کے مثل طعن کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ اس جیسے طعن و تشنیع کا کوئی فائدہ نہیں ہے مگر وہی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ اس سے خطیبؒ کا قصد طعن و تشنیع و نکارت اور تعصب ہی ہے۔ اس پر کلام پہلے گزر چکا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۰۲:

محمد بن عامر طائی ایک بڑے باخبر بزرگ تھے فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا لوگ دمشق میں جمع ہیں کہ ایک بزرگ ایک شخص کو باندھے ہوئے لے کر آئے اور فرمانے لگے لوگو! اس شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو بدل ڈالا جو بزرگ میرے پاس کھڑے تھے میں نے ان سے پوچھا یہ بزرگ کون ہیں اور جن کی نسبت یہ فرما رہے ہیں وہ

کون ہے؟ اس نے کہا یہ بزرگ تو حضرت ابوبکر صدیق ہیں رضی اللہ عنہ اور جسے یہ باندھ کر لائے ہیں اور جس کی نسبت فرماتے ہیں یہ ابوحنیفہؒ ہے۔ (امام محمدی ص ۸۹)

جواب:

اس قول کی سند میں محمد بن علی بن عطیہ ہیں، خود خطیب نے ان کا ذکر کر کے کہا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں بہت سی منکر اشیاء بیان کر دی ہیں۔ دوسرے یہ خواب کا واقعہ ہے۔

اعتراض نمبر۱۰۳:

ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ابوحنیفہؒ یہودی تھے۔ (امام محمدی ص ۸۹)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی ابوالعلا محمد بن علی الواسطی ہے خود خطیبؒ نے کہا کہ اس کے اصول مضطرب ہیں، خطیب نے کہا جن اہل علم کو ہم نے پایا ہے وہ اس میں جرح کرتے تھے۔ دوسرا راوی سند میں طریف بن عبداللہ ہے، جس کو دارقطنی نے ضعیف کہا ہے۔
(حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۴۴۱)

اعتراض نمبر۱۰۴:

ابراہیم حربی فرماتے ہیں ابوحنیفہؒ نے علم میں ایسی چیزیں وضع کی ہیں کہ ان سے تو گندہ پانی بہتر ہے، میں نے ایک دن ان کے چند مسائل حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے سامنے پیش کئے تھے تو تعجب کے ساتھ فرمانے لگے کہ گویا یہ شخص تو اسلام کا نو آموز ہے۔

(امام محمدی ص ۸۹، ۹۰)

جواب:

اس قول کی سند میں عبیداللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری ابوعبداللہ بن بطہ ہے۔ خود خطیب نے بیان کیا کہ ابوالقاسم الازہری نے کہا ضعیف ہے ضعیف ہے۔ حجت نہیں ہے۔
(حاشیہ تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۴۴۱)

اعتراض نمبر۱۰۵:

علی بن جریر کہتے ہیں کہ میں کوفے سے بصرہ میں آیا وہاں ابن المبارک بھی تھے مجھ سے پوچھنے لگے کوفے میں لوگوں کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا کچھ لوگ تو ابوحنیفہؒ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم سمجھتے ہیں میں نے کہا وہ لوگ آپ کو کفر میں امام بناتے ہیں یہ سن کر وہ روئے یہاں تک کہ آنسوؤں سے داڑھی تر ہو گئی اس لئے کہ انھوں نے بھی ابوحنیفہؒ سے روایتیں لی تھیں۔(امام محمدی ص۹۰،امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص۵۲)

جواب:

جب کہ ابن المبارک حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بہت زیادہ مداح تھے،اس کا حوالہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔

اعتراض نمبر۱۰۶:

علی بن جریر الابیوردی کہتے ہیں میں ابن المبارک کے پاس آیا ایک شخص نے ان سے کہا کہ ایک مسئلہ میں ہمارے پاس دو شخص جھگڑ پڑے ایک تو ابوحنیفہؒ کا قول پیش کرتا تھا دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث، پہلا کہنے لگا کہ ابوحنیفہؒ قضا کے احکام بہت زیادہ جانتے تھے، ابن المبارک نے کہا کہ یہ واقعہ پھر بیان کرو میں نے دوبارہ کہہ سنایا تو فرمانے لگے یہ پہلا شخص کافر ہو گیا اس نے کفر کا کلمہ کہا۔

میں نے کہا حضرت آپ کی وجہ سے وہ کافر ہوا، ان کے کفر کے پیشوا آپ ہیں، کہا یہ کیسے؟ میں نے کہا اس لئے کہ خود آپ بھی ابوحنیفہؒ سے روایتیں کرتے ہیں یہ سن کر فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے ابوحنیفہؒ کی روایتوں سے استغفار کرتا ہوں میری توبہ ہے۔
(امام محمدی ص۹۰،امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص۵۲)

جواب:

اس قول کی سند میں ابن مبارک سے امام ابوحنیفہؒ پر جرح نقل کی گئی ہے۔ جب کہ آپ

حضرت امام صاحبؒ کے مداحین میں سے ہیں، دیکھئے تاریخ بغداد اور امام ابن عبدالبر کی کتاب الانتقاء۔

اعتراض نمبر ۱۰۷:

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں میں نے ابوحنیفہؒ کے پیچھے نماز پڑھی لیکن میرے دل میں کھٹکا ہی رہا، فرماتے ہیں میں نے ابوحنیفہؒ سے چار سو روایتیں لی ہیں جب میں عراق جاؤں گا تو ان شاء اللہ سب مٹا دوں گا۔

(امام محمدی ص ۹۰، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۵۳)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی احمد بن محمد یوسف ہے۔ خطیب نے اس کا ذکر کیا ہے کہ محمد بن ابی الفوارس نے اس کی روایت میں کلام کیا ہے اور اس پر طعن کیا ہے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۴۴۲)

اعتراض نمبر ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰:

ابراہیم بن شماس کہتے ہیں کہ میں ابن المبارک کے ساتھ ثغر میں تھا انھوں نے کہا کہ میں یہاں سے جا کر اپنی سب کتابوں سے ابوحنیفہؒ کا نام مٹا دوں گا۔

فرماتے تھے ابوحنیفہؒ کی بات پر مار مارو۔

ابن المبارک نے اپنے انتقال سے کچھ دن پہلے ابوحنیفہؒ کی باتوں پر مار مار دیا میرا خیال ہے کہ یہ روایت ابوبکر عین کی ہے واللہ اعلم۔

(امام محمدی ص ۹۰، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۵۳)

جواب اعتراض نمبر ۱۰۸:

اس قول کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن شماس ہے یہ درست نہیں۔ اس کے متعلق علامہ

کوثریؒ فرماتے ہیں۔

ابراہیم بن شماس عبادت گزار اور غازی تھا مگر ابوحنیفہؒ کے متعلق کچھ نہ جانتا تھا۔صرف دشمنی میں حد سے تجاوز کرنے والا تھا اور وہ ان لوگوں میں سے نہ تھا جو فقہ میں قوت اور ضعف کے مقام کو جانتے ہیں وہ تو صرف اپنے چوکیدار بھائیوں سے سنتا پھر ان کو پھیلا دیتا اور یہ چیز اس کے عالی طبقہ ہونے پر دلالت نہیں کرتی۔صحاحِ ستہ والوں میں سے کسی نے اس سے روایت نہیں لی۔اور ان کے علاوہ جن حضرات نے روایت لی ہے تو وہ زیادہ نہیں ہیں۔وہ تو لوٹ مار کرنے والا فوجی عبادت گزار متعصب تھا اور ابن المبارک کی عادت تھی کہ جب کوئی آدمی بہت کسی چیز پر اصرار کرتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر معلق کر کے اس سے وعدہ کر دیتے (جیسے کہ یہاں بھی کہا کہ ان شاء اللہ مٹا دوں گا)

(امام ابوحنیفہؒ پر خطیب کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ ص ۶۷۷)

جواب اعتراض نمبر ۱۰۹:

علامہ کوثریؒ فرماتے ہیں:

اس کی سند میں العیقلی ہے اور یہ نقصان دہ متعصب ہے اور اس کا شیخ محمد بن ابراہیم بن جناد المنقر ی کو ابن خراش کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں کہا اور ہوسکتا ہے کہ وہ بھی اس کا ہم مذہب ہو۔ابوبکر محمد بن ابی عتاب الاعین تو محدثین کے طبقہ کا تھا ہی نہیں جیسا کہ ابن معین نے کہا ہے۔ابراہیم بن شماس عبادت گزار ہونے کے باوجود اس کا چمڑا تعصب سے بھرا ہوا تھا امام ابوحنیفہؒ کا اس میں کیا نقصان ہے جب کہ فرض کر لیا جائے کہ راویوں میں سے کوئی اس کی احادیث میں سے کسی خاص حدیث کو کھرچ دیتا ہے اور یہ بھی اس لیے ہوتا ہے کہ وہ روایت اس سے اس انداز کی ہوتی ہے کہ راوی کو ضبط نہ رہا ہو اور اس بارے میں مخالفین کی من گھڑت روایتوں کا فیصلہ اسی سے ہو جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی سترہ (۱۷) مسانید میں ابن المبارکؒ کی روایتیں بہت زیادہ ہیں۔بے شک امام ابوحنیفہؒ سے انحراف کرنے والے جامد قسم

کے راویوں کی خواہشات خاک میں ملتی رہیں۔

جواب اعتراض نمبر ۱۱۰:

علامہ کوثریؒ فرماتے ہیں: کیسے یہ روایت صحیح ہوسکتی ہے کہ ابن مبارکؒ نے اپنی وفات سے چند دن پہلے امام ابوحنیفہؒ کی حدیث کو کھرچ دیا تھا؟ اور ہم نے پہلے سیر حاصل بحث کر دی ہے جس سے یقینی طور پر معلوم کیا جاسکتا ہے کہ ابن المبارک اپنی وفات تک مسلسل امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ وابستہ رہے اور ان کی بزرگی کو تسلیم کرتے رہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اعتراض نمبر ۱۱۱:

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں امام زہری کی ایک حدیث مجھے ابوحنیفہؒ کے تمام کلام سے زیادہ پیاری ہے؟ (امام محمد ی ص ۹۱، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۵۳)

جواب اعتراض نمبر ۱۱۱:

اس کی قول کی سند میں ایک راوی الحسن بن شقیق ہے۔

علامہ کوثریؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔ اس خبر کی سند میں ابن شقیق ہے اور وہ لیس بذاک ہے (یعنی کسی شمار میں نہیں ہے) اور اس روایت کا متن یوں ہے

لَحَدِيْثٌ وَّاحِدٌ مِّنْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ جَمِيْعِ كَلَامِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ

کہ ابن مبارکؒ نے کہا کہ زہری کی ایک حدیث میرے نزدیک ابوحنیفہؒ کی تمام کلام سے زیادہ پسندیدہ ہے اور اس کا ابوحنیفہؒ کو کیا نقصان ہے؟ اگر فرض کرلیا جائے کہ یہ خبر ثابت ہے تو ابن مبارکؒ کے زہری کی اس ایک حدیث کو ابوحنیفہؒ کی تمام کلام پر فضیلت دی ہے جو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ابوحنیفہؒ نے کتاب اللہ اور سنت اور رسول کے علاوہ اپنے قیاس سے جو روایات کی ہیں تو ان تمام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مروی حدیث واقعی فضیلت رکھتی ہے۔

(خطیب بغدادی کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ ص ۶۷۹، ۶۸۰)

اعتراض نمبر۱۱۲،۱۱۳:

امام ابن المبارک کا قول ہے کہ ابوحنیفہؒ حدیث میں یتیم تھے یہی قول دوسری سند سے بھی مروی ہے

جواب اعتراض نمبر۱۱۲ تا۱۱۳:

ابن مبارکؒ کی توثیق کے قابلہ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔اس اعتراض کا تفصیلی جواب حقائق الفقہ بجواب حقیقۃ الفقہ میں آچکا ہے۔

اعتراض نمبر۱۱۴:

ابوقطن فرماتے ہیں ابوحنیفہؒ حدیث میں اپاہج تھے یعنی کچھ نہ تھے۔

اعتراض نمبر۱۱۵:

حسن بن صالح کے پاس ایک شخص کا ذکر ہوتا ہے جس نے ابوحنیفہؒ کی صحبت اختیار کی تھی تو کہا اگر وہ نخعی کی فقہ لیتا تو اس کے لئے بہتر ہوتا،دیکھ کر لیا کرو کہ کس سے سیکھتے ہو۔
(امام محمدی ص۹۱،امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص۵۳)

جواب اعتراض نمبر۱۱۴:

یہ بات قطعی طور پر درست نہیں ہے جبکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ مجتہد مطلق ہیں اور آپ کی امامت فی الدین مُسلّم ہے اور مجتہد کے لیے تمام مروجہ علوم وفنون پر مہارت تامہ کا ہونا ضروری ہے۔لہٰذا آپ ان سب علوم میں ماہر کامل ہیں نیز ابوقطن عمر بن ہیثم یہ قدری تھا جیسا کہ ابن برداد نے کہا ہے اور یہ شخص قدری ہونے کے ساتھ اس کا داعی بھی تھا۔
(دیکھئے تاریخ بغداد ج۱۲،ص۲۰۰)

جواب اعتراض نمبر۱۱۵:

اس میں اعتراض والی کوئی ایسی بات نہیں صرف سمجھنے کی بات ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا علم اور نخعی کا علم کوئی جدا جدا نہیں امام صاحب کا علم اصل میں نخعی ہی کا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۱۶:

حضرت سفیان بن عینیہ سے پوچھا جاتا ہے کہ اے محمد آپ کو کچھ مسائل ابوحنیفہؒ کے بھی یاد میں کہا نہیں، ہرگز نہیں وہ بالکل نہیں اور میں اس سے خوش ہوں۔ (امام محمدی ص ۹۱)

جواب اعتراض نمبر ۱۱۶:

علامہ کوثریؒ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں الکدیمی اور مؤمل ہیں اور ابوحنیفہؒ کی مسانید میں جو ابن عیینہؒ کی روایات ہیں وہی تکذیب کرتی ہیں کہ انہوں نے ایسا کہا ہو۔ اور خصوصاً الحارثی کی روایت سے جو مسند ہے۔ تفصیل کے لیے ابن العوام اور ابن عبدالبرؒ کی کتب کا مطالعہ کریں۔

دوسرا جواب:

تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۱۷ حاشیہ نمبر ۲۵۰ میں لکھا ہے۔ محمد بن یونس الکدیمی: کذاب

اعتراض نمبر ۱۱۷، ۱۱۸:

ابن نمیر فرماتے ہیں میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ابوحنیفہؒ کی روایت کردہ حدیثیں بھی نہیں لیتے تھے بھلا ان کی رائے وہ کیا مانتے؟ (امام محمدی ص ۹۱)

جواب:

ابن نمیر نے ان لوگوں کے نام نہیں لیے کہ وہ خود کس پایہ کے تھے، جو امام ابوحنیفہؒ کی حدیث نہیں لکھتے تھے، اگر ان کے نام مذکور ہوتے تو غور وفکر کیا جاتا مگر یہاں تو بنیاد ہی مجہولوں پر ہے۔

اعتراض نمبر ۱۱۹:

حجاج بن ارطاۃ کہتے ہیں ابوحنیفہؒ ہیں کون؟ اور ان کی روایت قبول ہی کون کرتا ہے؟ اور ابوحنیفہؒ ہیں کیا چیز؟ (امام محمدی ص ۹۱)

جواب:

حجاج بن ارطاۃ کی اگرچہ توثیق بھی ثابت ہے تاہم دارقطنی نے کہا کہ اس کے ساتھ دلیل نہ پکڑی جائے اور خطیب نے دارقطنی سے نقل کیا ہے کہ یہ مدلس ہے اور محمد بن سعد نے کہا یہ ضعیف ہے۔(حاشیہ تاریخ بغداد ص ج ۱۳ ص ۴۴۴)

اعتراض نمبر ۱۲۰، ۱۲۱:

یحیٰی بن سعید قطان محدث سے پوچھا جاتا ہے کہ ابوحنیفہ کی روایت کردہ حدیثیں کیسی ہیں؟ فرماتے ہیں وہ حدیث جاننے والے نہ تھے، امام یحیٰی بن معین سے ابوحنیفہ کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو فرماتے ہیں ابوحنیفہ کے پاس حدیثیں تھیں ہی کون سی جس کو پوچھا جاتا۔ (امام محمدی ص ۹۱، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۵۳)

جواب اعتراض نمبر ۱۲۰:

اس قول کی سند میں ایک راوی محمد بن عباس بن حیویہ ہے یہ درست نہیں اس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔

اور یحیٰی بن سعید القطان تو امام ابوحنیفہؒ کے مداحین میں سے ہیں۔ دیکھئے علامہ ابن عبد البر کی کتاب الانتقاء اور خود خطیب کی کتاب تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۴۵۔

بلکہ امام ذہبی تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ یحیٰی بن سعید قطان فتویٰ بھی امام ابوحنیفہ کے قول پر دیتے تھے۔(تذکرۃ الحفاظ ترجمہ امام ابوحنیفہ) لہٰذا ان سے یہ جرح کیسے ممکن ہے۔

جواب اعتراض ۱۲۱:

اس قول کی سند میں علی بن محمد بن مہران السواق ہیں جو دارقطنی کے ان شیوخ میں سے ہیں جو ضعیف ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۲۰، ۱۲۱ کا تفصیلی جواب:

علامہ کوثریؒ لکھتے ہیں: پھر اگر صاحب الحدیث سے قائل کی مراد یہ ہے کہ وہ ہر اڑتی اور

پوشیدہ قسم کی لاکھوں حدیثیں روایت کرے اور ہر اس روایت کو بیان کرے جس کے گرد حائک، حلاق، حمال، فحام، بزار بنانے اور باقی ہر قسم کے رفیق کار لپٹے ہوئے ہوں (یعنی موضوع اور من گھڑت اور سخت قسم کی ضعیف روایات مراد ہیں)، تو ہم اعتراف کرتے ہیں کہ بے شک ابوحنیفہؒ ایسے نہ تھے، بلکہ ان کا طریق کار تو اللہ کے دین میں علم تلاش کرنے والوں کو فقہ سکھانا اور ان کو وہ حدیثیں بیان کرنا تھا جو ان کے پاس صحیح احادیث اور آثار ہوتے تھے جو احکام میں مناسب ہوتے تھے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

خطیب اس روایت کے بیان کرنے میں خلال سے منفرد ہے۔ یہ خبر ان روایات کے مخالف ہے جو ابن معین سے اُن کی کتب کے راویوں: عباس دوری اور ابن محرز وغیرہ نے اُن سے روایت کی ہے۔

☆...... یہ خبر ان اخبارِ منکرہ میں سے ہے جو ابن معین پر جھوٹ بنایا گیا ہے۔ اس کے گھڑنے کی ذمہ داری خطیب بغدادی پر ہے۔

☆...... اگر اس کی سند صحیح بھی ہو تو پھر بھی وہ حجت نہیں ہے۔ کتنی ہی سندیں صحیح ہوتی ہیں جب کہ وہ واقع کے مطابق نہیں ہوتیں۔ لہٰذا وہ جھوٹ، باطل اور مناکیر میں سے منکر ہوتی ہیں۔ اس بات کی وضاحت اس شاہد سے ہوتی ہے جس کو خطیب بغدادی اور ابن حزم نے اس رسالہ میں جمع کیا ہے جو صحیحین اور موطا مالکؒ میں اوہام واقع ہوئے ہیں۔

(موضح أوهام الجمع و التفريق الخطيب البغدادى ص۱۳۔۱۷)

اس رسالہ کا موضوع ان بعض احادیث کا جمع کرنا جن میں خطا اور نکارت پائی جاتی ہے جو صحیحین اور موطا مالکؒ میں موجود ہیں۔ ان کا خلاصہ شیخ لطیف الرحمٰن بہرائچی قاسمی نے مسند ابن خسرو کے مقدمہ (ص۶۴۔۶۶) میں بیان کر دیا ہے۔

☆...... اگر خطیب ان اخبار و روایات کی نکارت (منکر ہونے) کی طرف مراجعت کرتے جو اُس نے امام ابوحنیفہ کے مثالب و معائب میں بیان کیے ہیں، اور وہ تعصب سے

کنارہ کش ہو جاتے، یہ ان تمام اخبار روایات صحیحہ سے متصادم ومتقابل ہیں، جو امام الائمہ امام ابوحنیفہؒ کے مناقب وفضائل میں وارد ہیں، تو ان مثالب کی روایات کے بیان واختلاق سے رجوع کر لیتے۔

☆......اس جھوٹی روایت کی نکارت پر یہ دلائل بڑے واضح ہیں:

امام ابوحنیفہؒ حدیث میں مکثر ین ائمہ میں سے ہیں، اس پر ان کی مسانید کی کثرت دلالت کرتی ہے جن میں امام ابوحنیفہؒ کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان ہوئی ہیں۔ اس کی تفصیل **الموسوعة الحديثية لمرويات الامام ابى حنيفة** ازعلامہ شیخ لطیف الرحمٰن بہرائچی قاسمی کی پہلی ۳ جلدوں میں بیان کردی گئی ہے۔ خاص کر پہلی جلد کی "**فصل: علماء المحدثين في عدد أحاديث الامام أبي حنيفة**" میں بیان کر دیا ہے۔

☆......**ملک المعظم عيسى الأيوبى** فرماتے ہیں:

كتب الحديث التى رويت عنه مشهورة لا يحتاج إلى ذكرها لاشتهارها.

(الرد على أبى بكر الخطيب البغدادى للملك المعظم عيسى الأيوبى)

ترجمہ: وہ کتب حدیث جن میں امام ابوحنیفہؒ کی روایات کو بیان کیا گیا ہے، وہ بہت ہی مشہور ومعروف ہیں جن کی شہرت کی بنا پر یہاں اُن کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ بڑے حفاظِ حدیث میں سے تھے

السیرۃ الکبریٰ الشامیہ کے مولف الحافظ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی نے "عقود الجمان" میں کہا ہے کہ ابوحنیفہؒ بڑے حفاظ میں سے اور ان کے سردار تھے۔ اگر حدیث میں ان کی گہری نظر نہ ہوتی تو وہ فقہ میں مسائل استنباط کرنے کے قابل نہ ہوتے۔ علامہ الذہبی نے "طبقات الحفاظ" میں اس کا ذکر کیا ہے اور بڑے اچھے انداز میں بیان کیا ہے۔

پھر اس نے عقود الجمان کے تیسویں باب میں کہا کہ امام صاحبؒ اگر چہ وسیع حافظہ والے تھے، اس کے باوجود ان سے روایات کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ احکام استنباط کرنے میں مشغول رہتے۔ اسی طرح امام مالکؒ اور امام شافعی نے جس قدر روایات سنی ہوئی تھیں، اتنی مقدار ان سے روایات نہیں کی گئیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرامؓ کہ ان کو معلومات بہت تھیں مگر ان سے روایات کم ہیں حالانکہ ان سے کم درجہ لوگوں کی روایات ان کی بہ نسبت زیادہ ہیں۔

پھر اس نے وہ اخبار بیان کیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ابو حنیفہؒ کے پاس احادیث بہت زیادہ تھیں۔ پھر اس نے لمبی بحث کی، ان اسانید کے ضمن میں جو سترہ مسانید ابی حنیفہ کی روایت میں ہیں جن کو جمع کرنے والے:

حماد بن ابی حنیفہؒ، ابو یوسفؒ، محمد بن الحسنؒ، الحسن بن زیادؒ، ابو محمد الحارثیؒ، ابن ابی العوامؒ، طلحہ بن محمدؒ، ابن المظفرؒ، ابن عدیؒ، ابونعیم الاصبہانیؒ، عمرو بن الحسن الاشنانیؒ، ابوبکر الکلاعیؒ، ہے، ابوبکر بن المقریؒ، ابن خسروؒ، اور ابوعلی البکریؒ ہیں۔ جو امام ابو حنیفہؒ کی کثرت احادیث پر دلالت کرتی ہیں۔

ہم ان مسانید کو الخیرؒ، سید محمد بن السراجؒ، عمر الحانوتیؒ کی سند کے ساتھ اجازۃً روایت کرتے ہیں۔

الشمس ابن طولون الحافظؒ نے ان سترہ مسانید کی سندیں **"الفھرست الاوسط"** میں بھی بیان کر دی ہیں۔ ہماری (علامہ کوثریؒ) سند اُن تک "التحریر الوجیز" میں مذکور ہے، بلکہ خود خطیبؒ جب دمشق کی طرف سفر کر کے گیا، تو وہ اپنے ساتھ دارقطنی کی مسند ابی حنیفہ اور ابن شاہین کی مسند ابی حنیفہ لے کر گیا تھا۔ اور یہ ان سترہ مسانید کے علاوہ ہیں۔ بدرالدین العینی نے اپنی "تاریخ کبیر" میں ذکر کیا ہے کہ بے شک ابن عقدہؒ کی مسند ابی حنیفہؒ اکیلی ہزار (۱۰۰۰) احادیث سے زیادہ پر مشتمل ہے۔ یہ بھی ان مسانید کے علاوہ ہے۔ امام سیوطی نے **"التعقبات"** میں کہا: "ابن عقدہ بڑے حفاظ میں سے ہے۔ لوگوں نے اس کی توثیق کی

ہے اوران کی تضعیف متعصب کے علاوہ کسی نے نہیں کی۔''

اسی طرح امام زفر کی کتاب ''الآ ثار'' بھی ہے جس میں اکثر روایات ابوحنیفہؒ سے ہیں اور حدیث میں امام زفرؒ کی دو کتابیں ہیں جن کا ذکر امام حاکم نے ''معرفت علوم الحدیث'' میں کیا ہے۔

یحییٰ بن سعید القطان جس کے بارہ میں اس راویت میں ہے کہ ان سے اس کے بارہ میں پوچھا گیا تھا۔ اس کے متعلق تو یحییٰ بن معین نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا جو الدوری کی روایت سے ہے، اور مکتبہ الظاہریہ دمشق میں ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے تھے جو وکیع بن الجراح کی طرح ابوحنیفہؒ کے فتویٰ کے مطابق عمل کرتے تھے۔ اور اس کا ذکر ابن عبد البر نے بھی الانتقاص ۱۳۱ میں کیا ہے بلکہ خود خطیب نے بھی ص ۳۴۵، ۳۴۶ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

☆...... ہوسکتا ہے کہ ابوحنیفہؒ کے پاس جو احادیث تھیں، ان کو ابن معین ان لوگوں کی روایات کے مقابلہ میں کم سمجھتے ہوں، جو صرف راویوں سے محض روایت کو بکثرت بیان کرنے والے ہوں، جیسا کہ خود ابن معین، ابن معین کا کثیر الحدیث ہونا ایسا تھا کہ کہا جاتا ہے کہ بے شک اس نے اپنے خط کے ساتھ چھ لاکھ (۶۰۰۰۰۰) احادیث لکھی تھیں۔

امام ابوحنیفہؒ تو ایسے لوگوں میں سے نہ تھے جو ہر اڑتی اور پوشیدہ روایت کو روایت کرتے، بلکہ وہ صرف ان احادیث کو لیتے تھے جو احکام سے متعلق ہوتی تھیں، اور ان آثار کو لیتے جو احکام کے بارہ میں مروی ہوتے تھے۔ وہ حدیث لینے کے لیے ہر زیات، حائک، لبان اور بناء کے پاس نہیں بیٹھے رہتے تھے، بلکہ اس کا حدیث بیان کرنا اس کی فقہ بیان کرنے کے دوران ہوتا تھا جو مناسبات کے ساتھ ان لوگوں کے سامنے ہوتا تھا جو اس سے فقہ حاصل کرنے والے تھے، اور اس جیسی احادیث مختلف قسم کے ان رفیق کار لوگوں کے ہاتھوں نہیں لگ سکتی تھیں جن کی روایتیں لاکھوں تک پہنچی ہوں۔ ابن معین حنفی تھے۔ انہوں نے امام محمد بن الحسن سے ''الجامع الصغیر'' پڑھی۔ بلکہ ان کو تو حنفیت میں تعصب کا طعن دیا جاتا ہے جبکہ وہ امام شافعی کے بارہ میں کلام کرتے ہیں۔ پھر راوی جو اس کی طرف ابوحنیفہؒ اور اس کے اصحاب کے بارہ میں جو چاہیں جس طرح کے چاہیں اقوال منسوب کریں، حالانکہ وہ اس

سے بری الذمہ ہیں اور یہ تعجب کی انتہاء ہے۔

اعتراض نمبر ۱۲۲:

امام احمد بن حنبل سے امام مالکؒ کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا وہ صحیح حدیثوں اور ضعیف رائے والے تھے اور امام اوزاعیؒ کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو فرماتے ہیں ضعیف حدیث اور ضعیف رائے والے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں میں پوچھا جاتا ہے تو فرماتے ہیں ان کے پاس تو نہ تو رائے تھی نہ حدیث امام شافعی کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو فرماتے ہیں صحیح حدیث والے اور صحیح رائے والے تھے۔(امام محمدی ص ۹۱)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی محمد بن عبداللہ الشافعی ہے اس کے متعلق علامہ کوثری لکھتے ہیں۔

آپ محمد بن عبداللہ الشافعی کا حال نہ بھولے ہوں گے جبکہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ دو ایک ایسی خبر بیان کرنے میں منفرد ہے جو خبر امام شافعی کے علاوہ باقی تمام ائمہ پر یا تو حدیث میں یا رائے میں یا دونوں چیزوں میں ضعف کا فیصلہ کر رہی ہے اور یہ جواب مکمل نہیں ہو سکتے جب تک محذوفات کو مدنظر نہ رکھا جائے۔ پس اگر مراد یہ ہے کہ بے شک اس کی حدیث صحیح حدیث ہے اور اس کی کوئی معین رائے ضعیف ہے اور اس کو معہود مسئلہ میں قرار دیا جائے جو سائل اور مجیب کے درمیان جاری ہوا تھا۔ تو پھر یہ ایسی کلام ہے کہ اس میں کوئی غبار نہیں ہے اس لیے کہ بے شک کوئی عالم ایسا نہیں مگر اس کی روایات میں سے کوئی حدیث تو صحیح ہو گی اور اس کی آراء میں سے کوئی رائے تو ضعیف ہو گی اور حال جب ہم یہ اعتبار کریں کہ محذوف عام ہے اور کہیں کہ اس کی ہر حدیث صحیح ہے اور اس کی ہر رائے ضعیف ہے تو یہ کھلم کھلا جھوٹ ہو گا کیونکہ امام مالکؒ کی کتنی ہی حدیثیں ایسی ہیں جو صحیح نہیں ہیں جیسا کہ جزء الدارقطنی میں ہے اور اس کی کتنی ہی رائے ایسی ہیں جو صحیح اور بہت زیادہ مضبوط ہیں جیسا کہ **المصلحة المرسلة**، ان مقامات میں جہاں نص موجود نہیں۔ اسی طرح باقی جوابات میں بھی کلام ہے۔

بہرحال اس کا قول ابوحنیفہؒ کے بارہ میں کہ: ''بے شک نہ اس کی رائے ہے اور نہ حدیث ہے''، تو میں نہیں جان سکا کہ اس سے قائل کی مراد کیا ہے؟ کیا اس کی مراد اس سے رائے صحیح کی نفی کرتا ہے یا ضعیف رائے کی یا صحیح حدیث کی یا ضعیف کی نفی کرنا ہے؟ کیونکہ ہمارے پاس کوئی ایسا قرینہ نہیں ہے کہ ہم ان میں سے کسی کو متعین کریں۔ اور اگر وہ ارادہ کرتا ہے کہ اس کی بالکل کوئی رائے نہیں، خواہ صحیح ہو یا ضعیف، تو یہ کھلا جھوٹ ہے۔ وہ راوی جو ابوحنیفہؒ کو اہل الرائے کا امام شمار کرتے ہیں، تو ان کے لیے کیسے ممکن ہے کہ وہ اس کی یہاں کوئی رائے ہونے کی نفی کریں، بالخصوص جبکہ العقیلی عبداللہ بن احمد سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی حدیث ضعیف اور اس کی رائے ضعیف ہے۔ (تو یہاں انہوں نے اس کی حدیث اور رائے دونوں کو تسلیم کیا ہے، اگر چہ ان کو ضعیف کہا ہے)۔ بے شک خطیب بھی اس روایت کو العقیلیؒ تک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتا ہے جب کہ یہاں اس کو رد کر رہا ہے۔ پس ابوحنیفہؒ کے بارہ میں العقیلی نے جو روایت کی ہے وہ بعینہٖ وہ روایت ہے جو خطیب نے یہاں اوزاعی کے بارہ میں کی ہے، تو اے شخص! تو غور سے اس شخص کو دیکھ جو دو جگہوں میں دو مختلف اوزان کے ساتھ وزن ہے (اور یہ دیانت کے خلاف ہے)۔

(تانیب الخطیب ص ۳۰۷، ۳۰۸)

☆...... **ملک المعظم عیسی الأیوبی** فرماتے ہیں:

هذا لا يكاد يصح عن أحمد بن حنبل، وإن صح فلا اعتداد به لأنه إذا جعل رأى الشافعي صحيحًا وخالفه كفر. ولا شك أن أحمد يخالف الشافعي في كثير من الأقوال.

(الرد على أبي بكر الخطيب البغدادي، للملك المعظم عيسى الأيوبي)

ترجمہ: امام احمدؒ سے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو، تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، اس لیے کہ اس روایت میں امام شافعی کی رائے کو صحیح کہا گیا ہے، اور اس کی مخالفت کفر

ہے۔اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ امام احمد نے بہت سارے اقوال میں امام شافعی ہی کی مخالفت کی ہے۔

اعتراض نمبر۱۲۳،۱۲۴:

ابوبکر بن ابوداؤدفرماتے ہیں امام ابوحنیفہؒ سے کل ڈیڑھ سوحدیثیں روایت ہیں ان میں بھی آدھوں آدھ غلط اور خطا ہیں۔

رقبہ کے پاس سے ایک شخص گزرا آپ نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو، اس نے کہا ابوحنیفہؒ کے پاس سے فرمایا اپنی رائے خود ایجاد تو کرتے ہولیکن افسوس اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ رہے ہوبغیر ثقہ کے۔(امام محمدی ص۹۱)

جواب اعتراض نمبر۱۲۳:

ابن ابی داؤد کا معاملہ واضح ہے اور بے شک اس کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔پس ہم اس کے مرسل بے تکے کلام کے رد میں مشغول نہیں ہوتے، جب کہ اس نے یہ کوئی وضاحت نہیں کی کہ اس کی خطا کیا ہے؟ اور یہ خطا کس حدیث میں تھی۔اور کیسے اس کی حدیث شمار کی گئی۔ہر ایک کی جانب منسوب کر کے طعن کرنے والا اس کے مثل بولتا ہے جب کہ وہ اہل علم کے بارہ میں طعن کرنے کے معاملہ میں اللہ کا خوف نہیں رکھتا۔

ہم اللہ سے سلامتی کی درخواست کرتے ہیں۔

☆...... **ملک المعظم عیسی الأیوبی** فرماتے ہیں:

ھـذا الـقـائل کان ینبغی له ان یذکر الاحادیث ویبین ما اخطأ فیه بزعمه حتی نجیبه عن ذلک ان قدرنا.

(الرد علی أبی بکر الخطیب البغدادی، للملک المعظم عیسی الأیوبی)

ترجمہ: اس کے قائل کے لیے ضروری ءتھا کہ وہ ان احادیث کو بیان کرتا اور ان میں موجود غلطیوں کو بھی بیان کر دیتا تا کہ ہم ان کا جواب دے دیتے، اگر ممکن ہوتا۔

جواب اعتراض نمبر۱۲۴:

بعض روایات میں (بغیر ثقہ کی جگہ) بغیر فقہ کے الفاظ ہیں۔ پس شاید کہ یہی درست ہو۔ بعض نسخوں میں یمکنک کی جگہ یکفیک کے الفاظ ہیں اور خطیب نے یہاں رقبہ بن مصقلہ سے دو روایتیں ذکر کی ہیں۔ اور اصل حکایت اس سے ثابت ہے، اگرچہ یہاں اسانید ایسی ہیں کہ ان میں قابل گرفت راوی موجود ہیں، مگر بے شک جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ہے۔

یہ رقبہ جرح وتعدیل کے رجال میں سے نہیں ہے۔ وہ تو عرب کے ان مردوں میں سے تھا جو نکتہ چینی اور لطیفوں کو پسند کرتے ہیں۔ یہ وہی شخص ہے جو مسجد میں پشت کے بل لیٹا ہوا کروٹیں بدل رہا تھا اور جو اس سے اس کی وجہ پوچھتا، تو اس کو کہتا: ''بے شک میں فالودہ کا بچھاڑا ہوا ہوں۔'' یعنی وہ زیادہ کھا کر بدہضمی کا شکار ہوں یا میں اس کے شوق میں پچھاڑا ہوا ہوں۔ (کہ اس کا شوق مجھے چین نہیں لینے دیتا) اس جیسی کلام کا مقام تو نوادر اور محاضرات سے متعلق لکھی گئی کتابوں میں ہے، یا ان کتابوں میں جو قصے کہانیوں اور مزاح پر لکھی گئی ہیں۔ ہاں بے شک خطیب نے ابوحنیفہؒ کا تذکرہ کتاب التطفیل میں بھی نہیں چھوڑا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والا ہے۔

اعتراض نمبر۱۲۵:

سفیان کہتے ہیں سے ہم رقبہ بن مصقلہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے ایک تیز چلنے والی جماعت کو دیکھ کر اس سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ کہاں سے آئے ہو، انھوں نے کہا ابوحنیفہؒ کے پاس سے کہا ان لوگوں کو ان کی رائے قیاس کے چبائے ہوئے مسائل تو مل گئے لیکن، یہ لوگ بغیر کسی قسم کی مضبوطی کے اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے ہیں۔

(امام محمدی ص۹۲)

جواب:

اس اعتراض کا جواب اعتراض نمبر۱۲۴ کے جواب میں گزر چکا ہے۔

اعتراض نمبر۱۲۶:

شعبہ فرماتے ہیں مٹی کی ایک مٹھی ابوحنیفہؒ سے بہتر ہے۔(امام محمدی ص۹۲)

جواب:

اس کی سند میں محمد بن یونس الجمال ہے جس کے بارہ میں محمد بن الجہم نے کہا: ''وہ میرے نزدیک متہم ہے۔'' راویوں نے کہا ہے کہ اس کا ایک بیٹا اس کی احادیث میں مزید باتیں شامل کر دیتا تھا۔ ابن عدی نے کہا: ''یہ ان لوگوں میں سے تھا جو لوگوں کی حدیث چوری کرتے ہیں۔'' ابن الجوزی نے اس کا تذکرہ الضعفاء میں کیا ہے۔

تفصیل کے لیے المیزان اور تہذیب التہذیب دیکھیں اور جس آدمی نے یہ خیال کیا ہے کہ وہ مسلم کے راویوں میں سے ہے، تو اس کو وہم ہوا ہے۔ تو اس میں سند کے ساتھ یہ بات شعبہ سے کیسے ثابت ہوسکتی ہے؟ خطیب نے اپنے شیخ العتیقی جو کہ یوسف بن احمد الصید الانی المکی سے العقیلی کی راویت کرنے والا ہے۔ اس کی روایت تو بیان کر دی ہے لیکن میں نہیں جان سکا کہ خطیب نے ابوحنیفہؒ کے بارہ میں شعبہ کا العتیقی کی سند سے وہ قول کیوں نہیں نقل کیا، جو اس نے اپنی سند کے ساتھ یوسف سے کیا ہے۔ جیسا کہ ابن عبد البر نے حکم بن المندر سے نقل کیا ہے جو اس کی اس کتاب میں ہے جو ابوحنیفہؒ کے فضائل پر لکھی گئی ہے اور اس سے شبابہ کا قول ہے کہ شعبہ ابوحنیفہؒ کے بارہ میں اچھی رائے رکھتے تھے اور مجھ سے مساور الوراق کے اشعار پڑھواتے تھے۔ اور عبد الصمد بن عبد الوارث کا قول ہے کہ ہم شعبہ بن الحجاج کے پاس تھے تو اس کو بتایا گیا کہ ابوحنیفہؒ وفات پا گئے ہیں، تو شعبہ نے کہا: ''البتہ تحقیق اس کے ساتھ کوفہ کی فقہ بھی ختم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ہم پر اور اس پر اپنی رحمت کے ساتھ فضل

فرمائے۔‘‘اورابن معین کا قول ان کے بارہ میں ہے:’’وہ ثقہ ہے۔میں نے کسی کونہیں سنا کہ اس نے اس کی تضعیف کی ہو۔اورشعبہ بن الحجاج تو اس کی طرف لکھتے تھے کہ حدیث لکھ کر بھیجے،اورشعبہ تو شعبہ ہے۔اس واقعہ کی اسانید الانتقاء ص ۱۳٦ میں ہیں اورابن ابی العوام وغیرہ کی کتاب میں ابوحنیفہؒ کی کس قدرتعریف شعبہ سے نقل کی گئی ہے۔لیکن خطیب کا مقصد باطل اورکمزوراسناد کےساتھ صرف ابوحنیفہؒ کے بارہ میں طعن کی نقل کرتا ہے۔روایت کا حال تو یہ ہےمگرخطیب کے ہاں محفوظ روایت اس طرح کی ہوتی ہے۔

☆...... **ملک المعظم عیسی الأیوبی** فرماتے ہیں:

هذا القول مخالف لقول الله تعالى، وقول نبيه صلى الله عليه وسلم فإن الله تعالٰى يقول: ولقد كرمنا بنى آدَمَ وَحَمَلْنَا هُمْ فِي الْبرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ على كثير ممن خلقنا تفضيلا

فـمـن سؤال عمن يعقل، وليس من خلق الله من يعقل سوى الملائكة والـجـن والأنس وأقل درجات أبى حنيفة أن يكون من بنى ادم لا ينازع فى ذلک مـن لـه لـب، بـل كـان من أكابر العلماء، والإجماع على أن العلماء أفضل من خواص الملائكة وبهذه الآية استدل على ذلک لأنهم لو فضلوا عـلى الجن لم يكن تفضيلا على الكثير، لأن تفضيل جنس من ثلاثة أجناس عـلـى جـنـس منها لا يكون تفضيلا على الكثير إن لم يفضل على الجنسين الآخرين، فلزم أن يفضلوا على الملائكة والجن عملا بالنص.

والـنبـى صـلـى الله عليه وسلم يقول: ’’حرمة المؤمن عند الله خير مما طـلـعـت عليه الشمس.‘‘ وهذا قد جعل كفا من تراب خيرا من أبى حنيفة . فهذا الرد ليس لأبى حنيفة فيه حديث.

(الرد على أبى بكر الخطيب البغدادى، للملک المعظم عيسى الأيوبى)

امام شعبہ کی طرف منسوب یہ قول اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کے خلاف ہے۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ آدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا (بنی اسرائیل:۷۰)

ترجمہ: یہ تو ہماری عنایت ہے کہ بنی آدم کو بزرگی (عزت) دی اور انہیں خشکی وتری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت (فضیلت) بخشی۔

پھر کس سے سوال ہے؟ کا جواب یہ ہے کہ اس سے جو عقل رکھنے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے صرف ملائکہ،جن اور انسان ہی ہیں جو عقل والے ہیں۔امام ابوحنیفہؒ کا اس لحاظ سے سب سے کم درجہ یہ ہے کہ وہ بنی آدم میں سے ہیں۔اس سے کوئی بھی ذی عقل اختلاف نہیں کرسکتا۔بلکہ وہ تو اکابر علماء میں سے ہیں۔

اس بات پر اجماع ہے کہ علمائے کرام خواص ملائکہ سے افضل ہیں۔اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا جاتا ہے،اس لیے کہ اگر ان کو جنوں پر فضیلت دی جائے تو یہ فضیلت صرف کثیر پر نہیں ہوگی،اس لیے کہ تفصیل جنس ان تین اجناس میں سے کسی ایک جنس کی ہوگی تو یہ فضیلت کثیر پر نہیں ہوگی،اگر یہ فضیلت دوسری دونوں جنسوں پر نہیں ہوگی۔لہٰذا اس نص سے عملی طور پر یہ بات لازم آئے گی کہ ان کو ملائکہ اور جنوں پر فضیلت دی جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:''اللہ کے ہاں مؤمن کی حرمت ہر اس چیز سے بہتر اور زیادہ ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔'' ستم ظریفی ملاحظہ فرمائیں کہ اس شخص نے ایک مٹھی بھر مٹی کو امام ابوحنیفہؒ سے بہتر بنا ڈالا۔پس یہ رد امام ابوحنیفہؒ کا نہیں ہے،اس بارے تو حدیث شریف موجود ہے۔

اعتراض نمبر ۱۲۷، ۱۲۸:

عبد الرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں میں نے سفیان سے حدیث عاصم کے بارے میں دریافت کیا جس میں ہے کہ جب عورت مرتد ہوجائے تو اسے جیل خانہ میں ڈال دیا جائے لیکن اسے قتل نہ کیا جائے تو فرمایا اس روایت کو ابوحنیفہؒ عاصم سے وہ ابورزین سے وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں لیکن ابوحنیفہؒ ثقہ نہیں ہیں اور ثقہ لوگوں میں سے اسے کوئی روایت نہیں کرتا، ابوبکر بن عیاش اس روایت کی بابت فرماتے ہیں خدا کی قسم ابوحنیفہؒ نے اسے عاصم سے ہرگز نہیں سنا۔ (امام محمدی ص ۹۲)

جواب:

دونوں اعتراضوں کا اکھٹا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

اس کی سند میں عمر بن محمد الجوھری السذابی ہے جو کہ موضوع حدیث کی روایت میں منفرد ہے، اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ تو ایسی سند جس میں السذابی ہو، اس کے ساتھ ثوری سے یہ روایت ثابت نہیں ہوسکتی۔

جواب اعتراض نمبر ۱۲۸:

جو روایت خطیب نے ابوبکر بن عیاش کی طرف منسوب کی ہے کہ بے شک اس نے کہا: ''اللہ کی قسم! ابوحنیفہؒ نے اس کو کبھی نہیں سنا۔'' اگر فرض کرلیا جائے کہ ابوبکر بن عیاش سے یہ روایت ثابت ہے تو اس کی کلام نفی پر شہادت ہے جو کہ مردود ہے۔ اور جو آدمی یاد رکھتا ہے وہ اس کے خلاف حجت ہوتا ہے جس نے یاد نہیں رکھا۔ یا یہ کہ اس کی تاویل یہ ہوگی کہ اس کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ میری معلومات کے مطابق اس نے اس کو نہیں سنا۔ ابن عدی نے الکامل (ج ۸ ص ۲۳۵، ۲۳۶) میں مرتدہ سے متعلق ابوحنیفہؒ کی روایت ذکر کی ہے جس کی سند یوں ہے:

حـدثـنـا أَحُمَدُ بن محمد بن سَعِيد حَدَّثنا أحمد بن زهير بن حرب قال: سمعت يحيى بن معين يقول كان الثورى يعيب على أبى حنيفة حديثا يرويه ولـم يـكـن يـرويـه غيـر أبى حنيفة، عن عاصم عن أبى رزين، عن ابن عباس فلما خرج إلى اليمن دلسه عن عاصم.

یحیٰی بن معین نے کہا کہ ثوری ابوحنیفہؒ پر ایک حدیث کی وجہ سے عیب لگاتے تھے جو ابوحنیفہؒ کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا، اور وہ ابوحنیفہؒ، عاصمؒ، ابورزینؒ عن ابن عباسؓ کی سند سے روایت کرتے ہیں۔ پھر جب یمن کی طرف گئے، تو اس کو عاصمؒ سے تدلیس کرتے تھے۔

پھر ابن عدیؒ نے دوسری سند سے روایت کی ہے:

حَـدَّثـنَا أَحُمَدُ بن محمد بن سَعِيد، حَدَّثَنَا عَلَى بُنُ حَسَنِ بُن سَهُلٍ حَدَّثَنَا مـحـمـد بـن فـضيل البلخى حدثنا داؤد بن حَمَّادِ بُنِ فَرَافِصَة عَنُ وَكِيع عن أبـى حـنيـفة، عـن عاصم عن أبى رزين عن ابُنِ عَبَّاسٍ فِى النِّسَاءِ إِذَا ارتَدَدُنَ قَـالَ يُـحُبَسُـنَ وَلَا يُـقُتَـلُـنَ، قَـالَ وَكِيعٌ كَانَ سُفُيَانُ يسأل عن هذا الحديث بـالشـام فـربـمـا، قـال: حَدَّثنا النعمان، عن عاصم وربما، قال: حَدَّثنا بعض أصحابنا.

وکیع ،ابوحنیفہؒ، عاصم، ابورزین عن ابن عباس کی سند نقل کرکے کہا: ''عورتوں کے بارہ میں جبکہ وہ مرتد ہوجائیں کہ ان کو قید کیا جائے اور قتل نہ کیا جائے۔ وکیع نے کہا کہ شام میں اس حدیث کے متعلق سفیان سے پوچھا جاتا، تو کبھی وہ نعمان عن عاصم کہتے اور کبھی کہتے کہ: **بعض اصحابنا** کہ ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے۔

ابن ابی العوام نے محمد بن احمد بن حماد سے، ابویحیٰی محمد بن عبداللہ بن یزید المقری، عبداللہ بن الولید العدنی، سفیان ثوری عن رجل عن عاصم۔

دوسری سند ابو بشر الدولابی، صاحب لنا جس کی کنیت ابو بکر تھی، یعقوب بن اسحاق، ابو یوسف العطار الفقیہ، عبد الرزاق، سفیان، ابوحنیفہؒ، عاصم، ابورزین عن ابن عباس نقل کی کہ حضرت ابن عباس نے عورت کے بارہ میں کہا: ''جو مرتدہ ہو جائے اس کو قید کیا جائے اور قتل نہ کیا جائے۔''

حدیث نمبر ۱ : نا مُحَمَّد بن مخلد، نا مُحَمد بن أَبِي بَكْرِ الْعَطَارُ أَبُو يُوسُفَ الْفَقِيهُ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمَرْأَةِ تَرْتَدُ، قَالَ: تُحْبَسُ وَلَا تُقْتَلُ.

(سنن دار قطني رقم ٣۴۵٧: نصب الراية (الجمال الزيلعي) ج ٣ ص ۴۵٧ مختصر الخلافيات للبيهقي (ابن فرح) ج ۴ ص ۴٠٨؛ إتحاف المهرة بالفوائد المبتكرة من أطراف العشرة (ابن حجر العسقلاني) ج٨ ص ٦٢)

ترجمہ: حضرت ابن عباس نے عورت کے بارہ میں فرمایا: ''جو مرتدہ ہو جائے اس کو قید کیا جائے اور قتل نہ کیا جائے۔''

اس کے ساتھ ظاہر ہو گیا کہ بے شک یہ روایت تو خود سفیان، ابوحنیفہؒ سے کرتے تھے۔ خواہ ہر منکر ذلیل وخوار ہوتا رہے۔

اعتراض نمبر۱۲۹،۱۳۰،۱۳۱:

حضرت سفیان ثوری ابوحنیفہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ و مامون نہیں ہیں وہ ثقہ و مامون نہیں میں دو مرتبہ یہی فرمایا۔ حطیم میں ایک مرتبہ ابوحنیفہؒ کا ذکر حضرت سفیان کے پاس ہوتا ہے تو طواف پورا کرنے تک فرماتے رہتے ہیں وہ نہ ثقہ ہیں نہ مامون ہیں۔ ایک روایت میں تین مرتبہ ان الفاظ کا دہرانا بھی ہے۔

(امام محمدی ص۹۲، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص۵۴)

جواب:

ثوری کے تینوں اعتراضوں کا اکھٹا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی سند میں علی بن احمد الرزاز ہے یہ وہی ہے جس کی کتابوں میں اس کا بیٹا نئی سنی سنائی باتیں شامل کر دیتا تھا۔ الموصلی غیر ثقہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اور مومل متروک الحدیث ہے۔ دوسری سند میں تیسرا راوی مومل بن اسماعیل ہے اور یہ ہیثم بن خلف کے ساتھ مومل بھی ہے۔ اور تیسری سند (۱۳۱) میں ابراہیم بن ابی اللیث نصر الترمذی ہے جس کے بارہ میں ابن معین کہتے تھے کہ اگر منصور بن المعتمر جیسے آدمی بھی اس کے آتے جاتے رہیں، تب بھی وہ کذاب ہی تھا۔ اس کو کئی آدمیوں نے کذاب کہا ہے۔ مگر خطیب کی نظر میں اس جیسی روایت ناقلین کے ہاں محفوظ روایات کے زمرہ میں سے ہے۔ ثوری اگر چہ ابوحنیفہؒ سے پہلے ناراض تھے لیکن وہ انحراف کی اس حد تک نہ پہنچے تھے کہ اس کے بار میں اس جیسے باطل کلام کہتے اور بے شک پہلے گزر چکا ہے کہ سفیان ثوری امام ابوحنیفہؒ کی تعریف کیا کرتے تھے۔

اعتراض نمبر۱۳۲، ۱۳۳:

ایک مرتبہ حضرت سفیان نے ایک حدیث بیان کی ایک شخص نے کہا مجھ سے فلاں نے دوسری طرح حدیث بیان کی فرمایا وہ کون ہے کہا ابوحنیفہ، سفیان نے فرمایا وہ اس فن سے نا آشنا ہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک مسئلہ کا جواب دیا۔ جس پر ایک شخص نے کہا اس بارے میں ایک اثر ہے فرمایا کس سے، اس نے کہا ابوحنیفہؒ سے، کہا تو نے اس فن سے نا آشنا شخص کا نام لیا۔ (امام محمدی ص ۹۲)

جواب:

اس کی سند میں محمد بن کثیر العبدی ہے، اور اس کے بارہ میں ابن معین کہتے تھے کہ اس

سے نہ لکھو کیونکہ وہ ثقہ نہیں ہے جیسا کہ امام الذہبی کی المیز ان میں ہے۔ خطیب نے دوسری سند (۱۳۳) کے ساتھ جو خبر نقل کی ہے تو اس میں بھی محمد بن کثیر العبدی ہے اور دوسرا راوی الحسن بن الفضل البوصرائی ہے۔ ابن المنادی نے کہا کہ لوگ اس سے کثرت سے روایت لیتے تھے۔ پھر جب اس کا معاملہ واضح ہوا، تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا، اور اس سے مروی احادیث کو پھاڑ ڈالا۔ یہ ذہبی نے کہا ہے اور اس کے مثل خود خطیب نے اپنی کتاب میں کہا ہے مگر پھر بھی یہ روایت اس کے ہاں محفوظ ہے۔

☆...... **ملک المعظم عیسی الأیوبی** فرماتے ہیں:

أما قوله غير مليء فليس بصحيح فلا شك أن أبا حنيفة أول من وضع المسائل و أقرأ الفقه.

والنبي صلى الله عليه وسلم يقول: حسن السؤال نصف العلم فقد حصل له نصف العلم بالسؤال ثم أجاب عن المسائل فحصل له نصف العلم بالإجابة، ثم وافقه أناس وخالفه آخرون فخولف في ربع الأمر الحصل له ثلاثة أربا ع العلم بغير منازعة، ومثل هذا لا يكون غير مليء. ثم وإن عني بقوله غير مليء أن أبا حنيفة لا يكون مليئًا بحديث واحد عن النبي صلى الله عليه وسلم فهذا أيضًا يقطع كل أحد ببطلانه، فإن الصبيان لا يقصرون عن مثل هذا فكيف أبو حنيفة.

(الرد على أبي بكر الخطيب البغدادي، للملك المعظم عيسى الأيوبي)

ترجمہ: بہر حال اس کا قول: ''وہ علم سے خالی ہے۔'' تو یہ صحیح نہیں ہے۔ بے شک امام ابوحنیفہؒ ہی وہ شخص ہیں جنھوں نے سب سے پہلے مسائل کو مدون کیا، اور فقہ کی تعلیم دی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

حُسْنُ السُّوالِ نِصْفُ الْعِلم

بہترین سوال کرنا نصف علم ہے۔

تخریج:(ضعیف: أدب الدنیا والدین (الماوردی) ص ۷۰؛ الحدیث عزاه ابن حجر فی فتح الباری: ۱۲/ ۱۳۸ إلی ابن السنی فی کتاب "ریاض المتعلمین": الطبرانی فی "المعجم الأوسط" ۷/۲۵ رقم ۶۷۴۴؛ البیھقی فی "شعب الإیمان" ۵/ ۲۵۴ رقم ۶۵۶۸؛ القضاعی فی "مسند الشھاب" ۱/ ۵۵ رقم ۳۳؛ ابن عساکر فی "تاریخ دمشق" ۵۷/ ۱۷۹، ۶۱/۳۶۰؛ الرامھرمزی فی المحدث الفاصل، ص ۳۵۹؛ الفردوس بمأثور الخطاب (الدیلمی) رقم ۲۷۱۶)

یقیناً آپ نے نصف علم مسائل کے سوال سے حاصل کرلیا، پھران مسائل کے بارے میں جواب دینے سے بقیہ نصف علم حاصل کرلیا۔ پھر کچھ لوگوں نے آپ کی موافقت کی، اور دوسروں نے آپ کی مخالفت کی۔ پس ایک چوتھائی امر میں آپ کی مخالفت کی گئی۔ لہٰذا آپ کو تین چوتھائی علم بغیر منازعت کے حاصل ہوگیا۔ ان جیسا انسان کیسے علم سے خالی ہوسکتا ہے؟ پھر اگر قائل کی مراد علم سے خالی ہونے کی یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے بھی خالی تھے۔ تو پھر ایسے قول کا بطلان ہر شخص کرے گا۔ اس لیے کہ چھوٹے بچے بھی اس جیسے علم سے محروم نہیں رہ سکتے، تو پھر کس طرح امام ابوحنیفہؒ جیسا انسان اس سے محروم رہ سکتا ہے؟!!

اعتراض نمبر۱۳۴:

عبدالرزاق فرماتے ہیں میں نے ابوحنیفہؒ سے بیس اوپر کچھ روایتیں لکھی ہیں لیکن صرف اس واسطے کہ ایک نام میری فہرست میں بڑھ جائے۔ (امام محمدی ص۹۲)

جواب:

عبدالرزاق کا امام ابوحنیفہؒ سے اس لیے روایت کرنا کہ اس کے رجال اور شیوخ میں اضافہ ہوجائے، اگر چہ وہ احادیث اس کے پاس دوسرے مشائخ سے بھی مروی ہوتی تھیں۔ تو بے شک یہ محدثین کے ہاں انتہائی عظمت کی بات ہے۔تو اس خبر سے تو ثابت ہوتا ہے کہ بے شک ابوحنیفہؒ اسی روایت کو بیان کرتے تھے جس میں اور بھی ان کے ساتھ شریک ہوتے، غریب روایات بیان نہ کرتے تھے۔ یہ تو ان کی تعریف ہے۔ بے شک عبدالرزاق نے کئی مقامات میں ابوحنیفہؒ کی تعریف کی ہے۔تفصیل کے لیے الانتقاء ص ۱۳۵ اور خطیب کی تاریخ کی اسی جلد کا ص ۳۵۱ دیکھیں۔

ایسا ہی **ملک المعظم عیسی الأیوبی** فرماتے ہیں:

(الرد علی أبی بکر الخطیب البغدادی، للملک المعظم عیسی الأیوبی)

اعتراض نمبر ۱۳۵:

امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ ایک مرتبہ اپنے والد حضرت امام احمد سے پوچھتے ہیں کہ ایک شخص کو امر دین میں کسی مسئلہ کی ضرورت پڑے خواہ یہ مسئلہ ایمان کے بارے میں ہو خواہ طلاق کے بارے میں اب وہ چند اہل رائے کو پاتا ہے اور چند اہل حدیث کو، لیکن وہ اہل حدیث اگر اچھی طرح حدیث یاد نہ رکھتے ہوں اور ضعیف حدیث کی انہیں پہچان نہ ہو اور قومی سند کو بھی وہ نہ جانتے ہوں تو وہ شخص مسئلہ کس سے پوچھے آیا اہلِ رائے سے یا اہل حدیث سے، فرمایا وہ اہل حدیث سے پوچھے اور اہل رائے سے ہرگز نہ پوچھے۔ ضعیف حدیث بھی ابوحنیفہؒ کی رائے سے اچھی ہے۔(امام محمدی ص ۹۳)

جواب:

فقہائے عراق اس بات پر متفق ہیں کہ بے شک ضعیف حدیث قیاس پر راجح ہوتی ہے

جیسا کہ ابن حزم نے ان سے روایت کی ہے۔ اوراس بارہ میں حنابلہ ان فقہاء کے گروہ کے تابع ہیں۔ تو رائے کوابوحنیفہ کی طرف اضافت کر کے رائے کومقید کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ حق کلام یہ ہے کہ کہا جائے کہ ضعیف حدیث رجال کی آراء سے بہتر ہے۔ راوی کا کلام اہل الرائے کی جانب سے مجمل ہے اور مقصد کو چھپانے سے دوری اختیار کرنا راوی پر واجب تھا، اوراس بات کی صراحت کرنا ضروری تھا کہ مراد یہ ہے کہ جس کو کتاب وسنت کا علم نہیں، تو اس کی رائے خواہش سے مدد طلب کرنے والی ہے، نہ کہ کتاب وسنت سے اور اسی طرح حدیث کی جانب میں قول بھی مجمل ہے۔ پس اگر ایسے محدثین کی حدیث مراد ہے جن کی جہالت اس حد تک ہے کہ وہ موضوع اور غیر موضوع میں فرق نہیں کر سکتے، تو ان کو چھوڑ دینا ضروری ہے اور ان سے ایک مرتبہ بھی فتویٰ نہیں طلب کرنا چاہیے۔ بہت سے قدیم محدثین کے نزدیک ضعیف حدیث ایسے معنی میں استعمال کی جاتی ہے جو کہ موضوع کو بھی شامل ہے، تو رائے اور اجتہاد پر ترجیح کے ضمن میں اس کا مراد لینا یہاں صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ اپنے مقام پر یہ بات واضح ہے۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے عالم سے شہر والوں کو محروم نہ رکھیں جو ان کو درست فتویٰ دے سکے۔ تو تصور نہیں کیا جا سکتا کہ مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر میں ایسی گھٹا ٹوپ جہالت کی حالت اس وقت سے پہلے طاری ہو گئی ہو، جبکہ ان کا معاملہ لاقانونیت سے دور تھا، اور میں خیال نہیں کرتا کہ عبداللہ بن احمد نے اپنے باپ سے اس روایت کو ایسے انداز سے ضبط کیا ہو جیسا کہ اس کا ضبط کرنا ضروری ہے۔ ورنہ کلام میں ایسی گڑبڑ نہ ہوتی جس کی وضاحت کی گئی ہے۔

اعتراض نمبر ۱۳۶، ۱۳۷:

امام احمد بن حنبلؒ کا قول

عبداللہ بن احمد کہتے ہیں میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابوحنیفہؒ کی حدیث

ضعیف ہے اور ان کی رائے کمزور ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ابوحنیفہؒ جھوٹ بولتے تھے۔ (جن لوگوں نے ابوحنیفہؒ کی جانب جھوٹ کی نسبت کی ہے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ احادیث کے بارے میں جھوٹ بولتے تھے۔

(امام محمدی ص ۹۳، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۵۴)

جواب:

دونوں اعتراضوں کا اکھٹا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

خطیب کی تدقیق کی انتہاء کو دیکھیں کہ روایت میں کَانَ کا اثبات اور اسقاط بھی اس کی نظر سے فوت نہیں ہوتا، لیکن یہ اس کو نظر نہیں آتا کہ یکذب مصحف ہے یکتب سے۔ اس میں لکھنے میں باء کو تھوڑا سا جدا کر دیا اور وہ بغیر کسی خوف کے فقیہ الملت کی طرف کذب کی نسبت کرتا ہے۔ وہ امت کو اس زمرہ میں شمار کرنے سے نہیں بچتا کہ اس نے ایک جھوٹے کو امام بنالیا ہے۔ اس خطیب کے امام، امام شافعی نے اس (ابوحنیفہؒ جس کو خطیب جھوٹا ثابت کر رہا ہے) جھوٹے سے المسند اور ''الام'' میں دلیل پکڑی ہے (تو جھوٹے سے دلیل پکڑنے والے کا کیا مقام ہوگا؟)۔ پہلے ابن عبدالبر کی راویت میں ابن معینؒ کا قول نقل کیا جا چکا ہے: ''ابوحنیفہؒ ثقہ ہیں۔ میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس نے اس کو ضعیف کہا ہو۔'' چہ جائیکہ کسی نے اس کی تکذیب کی ہو۔ پس اگر امام احمد نے یہ کہا ہوتا تو وہ ابن معین کے ساتھ تو کثرت سے مجلس کرتے تھے، تو اس کا کلام اس کو پہنچا ہوتا۔ پس یا تو اصل میں مصحف ہے یا نرا جھوٹ ہے اور سلف میں سے بہت سے حضرات حدیث کی کتابت سے بچتے تھے اور ان میں سے ابراہیم النخعی بھی ہیں۔ تو اس کے قول: ''کان یکتب '' کا معنی یہ ہوگا کہ وہ کتابت حدیث سے نہیں بچتے تھے۔ ہاں واقع کے خلاف خبر دینا کذب ہی ہے، اور اس معنی میں کذب کا اطلاق غلطی کرنے والے اور وہم کرنے والے پر بھی کیا جا سکتا ہے۔ پس جس نے غلطی کی یا کسی بات

میں وہم کیا،تواس رائے کے مطابق اس کوکاذب شمار کیا جاسکتا ہے۔لیکن غلطی کرنے والے کو اکثر غالط اوروہم کرنے والے کوواہم کاحکم لگایا جاتا ہے۔توجس آدمی نے کسی کے بارہ میں کہا کہ ''فلان یکذب ''تواس کےقول کواس وقت تک شمار میں نہ لایا جائے گا جب تک وہ کذب کی وجہ بیان نہ کرے۔اسی لیے بہت سے اہل نقد کذب فلان کےقول کوجرح غیر مفسر شمار کرتے ہیں۔بے شک پہلے تاریخ الخطیب ص۳۸۳۔۳۹۳ میں گزر چکا ہے کہ بعض حضرات نے ابوحنیفہؒ کےنظریہ کی تردید کرتے ہوئے کہاہے:

کذاب من یقول: ان الایمان لا یزید ولا ینقص

وہ آدمی کذاب ہے جوکہتا ہے کہ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

ہوسکتا ہے کہ یہاں کذب سے مراد بھی اسی انداز کا کذب ہو۔اور بے شک ہم نے وہاں (ایمان کی کمی بیشی کےتحت) شافی کافی بحث کی ہے،تو وہاں ہی دیکھ لیں۔پختہ بات ہے کہ اہلِ جرح کے ہاں وہ کذب جوجرح بنتا ہے وہ وہ ہوتا ہے جو جان بوجھ کر ہو۔بہر حال راوی کاغلطی کرنااس کووہم ہوجانا تواس کے احکام اپنے مقام میں واضح ہیں۔توجب غلط اوروہم کو ہم نے کذب اعتبار کرلیا،تو امت کے تمام طبقات میں ساری امت کوکذب کا عیب لگانا لازم آتاہے،اور یہ تو بہت قبیح فساد میں پڑنا ہے۔

بہت دفعہ ضدی لوگ سچے لوگوں کی طرف کذب کی نسبت کرتے ہیں،اس معنی میں کہ ان کےکسی کلام میں غلطی یا وہم واقع ہوا۔اور یہ قبیح تصرف ہے جوطعن کرنے والے کے اندرونی خبث کی خبر دیتا ہے۔علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ ہم نہ تو خطیبؒ جیسے آدمی پر اور نہ ہی العقیلی جیسے آدمی پر اعتماد کر سکتے ہیں۔بعد اس کے کہ ہم نے ان دونوں کے بارہ میں شواہد پیش کر دیئے ہیں۔پھر رہا معاملہ عبداللہ بن احمد کا جواس قول کا راوی ہے تو اس کے تصرفات اوراس کےحال کی وضاحت بھی پہلے ہم بیان کر چکے ہیں (دوسراراوی اس قول کا)

اور احمد بن الحسن الترمذی ہے جو امام احمد کے اصحاب میں سے ہیں، وہ بھی تعصب میں عبداللہ سے کوئی کم نہ تھا۔ بے شک بخاری نے صرف ایک حدیث اس سے المغازی میں روایت کی ہے۔ بخاری کے رجال میں کتنے ہی ایسے پائے جاتے ہیں جن سے کوئی چیز لی جاتی ہے اور کوئی چیز نہیں لی جاتی۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

تیسرا راوی جعفر بن محمد الفریابی ایسا آدمی تھا کہ اس کے حدیث بیان کرنے کی مجلس میں تیس ہزار (۳۰۰۰۰) آدمی جمع ہوتے تھے۔ ان میں دس ہزار (۱۰۰۰۰) کے قریب بڑے بڑے ماہر علماء ہوتے تھے۔ پس جب اس جیسا آدمی کوئی چیز روایت کرے، تو سوار اس کو لے دوڑتے ہیں۔ یہ وہی شخص ہے جس نے لوگوں کے سامنے جنونی دورے والے آدمی کے کان کے پاس اذان کہی تو جن دوڑتا ہوا پکارتا ہوا چلا گیا کہ آگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تلفظ نہ کر، میں جا رہا ہوں، اور اس کی بات کو لوگوں نے سنا یعنی میں جا رہا ہوں تو ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' نہ کہہ۔ جیسا کہ تاریخ الخطیب میں ہے اور اس جیسے راوی کے متعلق کچھ کہنے کی ہم ہمت نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کا احاطہ کرنے والا ہے۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ جب منصور نے ابوحنیفہؒ کو قضاء قبول کرنے پر مجبور کیا، تو انہوں نے ان الفاظ سے اس کو جواب دیا کہ میں تو قضاء کے لائق نہیں ہوں۔ تو منصور نے کہا: ''آپ جھوٹ بولتے ہیں۔'' تو ابوحنیفہؒ نے کہا: ''بے شک امیر المومنین نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ میں قضاء کے لائق نہیں ہوں۔ اس لیے کہ اس نے میری طرف جھوٹ کی نسبت کی ہے۔ تو اگر میں جھوٹا ہوں تو قضاء کے لائق نہیں ہوں۔'' تو اگر سچا ہوں تو یقیناً میں نے امیر المومنین کو بتا دیا ہے کہ میں اس لائق نہیں ہوں۔'' جیسا کہ تاریخ الخطیب ص ۳۳۹ میں ہے۔ تو ہم اعتراف کرتے ہیں کہ اس قسم کا جھوٹ اس میں پایا جاتا تھا۔

اعتراض نمبر ۱۳۸:

یحییٰ بن معینؒ کا قول

ایک شخص نے امام یحییٰ بن معین کے سامنے کہا ابوحنیفہؒ جھوٹے آدمی تھے فرمایا ابوحنیفہ جھوٹ بولنے سے پاک صاف تھے وہ سچے آدمی تھے لیکن جس طرح اور بزرگوں کی روایت کی ہوئی حدیثوں میں کلام ہے اس طرح ان کی بھی ہے۔(امام محمدی ص ۹۳)

جواب:

خطیب کی عادت ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ کے مناقب میں ان ہی راویوں سے روایت لیتے ہیں جن پر خود اس نے اپنی کتاب میں طعن کیا ہے حالانکہ وہ خبر ایسے راویوں سے بھی ثابت ہوتی ہے جن پر کوئی طعن نہیں۔اور یہ صرف اس لیے کرتے ہیں تا کہ وہم ڈالے کہ یہ واقعہ جھوٹ ہے۔جیسا کہ اس قول کی سند میں انہوں نے کیا ہے۔اس قول میں امام صاحب کے بارے میں موجود ہے کہ وہ جھوٹ بولنے سے پاک صاف تھے۔مگر اس کی سند میں ابن الجارود الرقی راوی موجود ہے۔اس کی سند میں دوسرا راوی قاضی ابوطیب طاہر بن عبداللہ المطیر ی ہے۔علامہ کوثری کی تحقیق کے مطابق المطیر ی غلط ہے اس راوی کا اصل نام الطبر ی ہے۔

اعتراض نمبر ۱۳۹:

قول یحییٰ بن معینؒ

ایک مرتبہ انہی سے ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ ابو یوسفؒ ابوحنیفہؒ سے زیادہ ثقہ تھے سائل پوچھتا ہے پھر کیا ابوحنیفہؒ جھوٹ بولتے تھے فرمایا وہ اپنے نزدیک اس سے زیادہ بزرگ تھے کہ وہ جھوٹ بولیں۔(امام محمدی ص ۹۳)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی عبیداللہ بن عمر الواعظ ہے۔

دوسرا راوی محمد بن یونس الازرق ہے۔

تیسرا راوی جعفر بن ابی عثمان ہے۔

یہ تینوں صحیح نہیں ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۴۰:

یہی یحییٰ فرماتے ہیں ابو حنیفہؒ میں کوئی حرج نہیں وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے وہ ہمارے خیال میں سچے آدمی ہیں ان پر جھوٹ کی تہمت نہیں، انہیں ہبیرہ نے عہدۂ قضا قبول نہ کرنے پر مارا پیٹا بھی لیکن وہ انکار ہی کرتے رہے۔(امام محمدی ص ۹۳)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی محمد بن عباس الخزاز ہے دوسرا راوی جعفر بن درستویہ ہے۔ان دونوں کے متعلق پہلے بحث گزر چکی ہے۔

اعتراض نمبر ۱۴۱،۱۴۲،۱۴۳:

یہی یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ محمد بن حسن کذاب تھے اور جہمیہ تھے اور ابو حنیفہؒ جہمیہ تھے لیکن دروغ گو نہ تھے۔فرماتے ہیں ابو حنیفہ ثقہ شخص تھے انہیں جو حدیث یاد ہوتی اسی کو بیان کرتے جو حفظ نہ ہوتی اسے بیان نہ فرماتے۔ایک مرتبہ سائل کے سوال کرنے پر آپ نے فرمایا ابو حنیفہؒ ثقہ ہیں ثقہ ہیں خدا کی قسم وہ ہرگز جھوٹ نہیں بول سکتے ان کی قدر و عزت اس کے لائق نہیں کہ وہ جھوٹ کہیں۔

(امام محمدی ص ۹۳،امام ابو حنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۵۴)

جواب:

تینوں اعتراضوں کا اکھٹا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ کی قسم! وہ دونوں (امام ابوحنیفہ اور آپ کے شاگرد محمد بن حسن شیبانی) کذب اور جہمیت سے بری الذمہ تھے اور امام شافعی جو کہ خطیبؒ کے امام ہیں، انہوں نے محمد بن الحسن سے دلیل پکڑی ہے اور علی بن المدینی نے بھی اس کی توثیق کی ہے جیسا کہ ابن الجوزی نے اپنی کتاب ''المنتظم'' میں اور ابن حجر نے تعجیل المنفعۃ میں نقل کیا ہے۔ حالانکہ بے شک ابن معین کی نسبت ابن المدینی ابوحنیفہؒ کے اصحاب کو برا بھلا کہنے کی طرف زیادہ قریب تھے۔ اور الدارقطنی تو اپنے انتہائی تعصب کے باوجود غرائب مالکؒ میں کہتے ہیں جبکہ انہوں نے الرفع فی الرکوع والی حدیث کے راویوں کا ذکر کیا کہ اس کو بیس (۲۰) ثقہ حفاظ حضرات بیان کرتے ہیں، ان میں سے محمد بن الحسن الشیبانی بھی ہیں۔ جیسا نصب الرایہ ج اص ۴۰۸ میں ہے اور یہ بالکل ظاہر توثیق ہے۔ ابن معین دیگر لوگوں کی بہ نسبت زیادہ بری الذمہ ہیں اس سے کہ وہ ان دونوں کو جھوٹا کہیں۔ ابن معین وہی ہے جس نے کہا کہ میں نے الجامع الصغیر محمد بن الحسن سے سنی ہے، اور وہ ان لوگوں میں سے نہ تھا کہ ایسے لوگوں سے فقہ سیکھتا جو اس کی نظر میں کذاب تھے۔ اور اس کا تفصیل سے ترجمہ بلوغ الامانی میں ہے۔ اور آگے اس سے بعض احادیث خاتمہ میں آرہی ہیں اور جس نے ان دونوں کی طرف یا کسی ایک کی طرف کذب یا جہمی ہونے کی نسبت کی ہے تو وہ جھوٹ اور بہتان تراشی میں بہت دور نکل گیا ہے۔ ہاں اگر وہ آدمی یہ کہتا ہے کہ وہ کذاب ہے جو کہتا ہے کہ ایمان نہ بڑھتا ہے اور نہ گھٹتا ہے اس معنی میں جو ابوحنیفہؒ کہتا ہے۔ جیسا کہ ان میں سے بعض سے گزر چکا ہے یا ہر ایسی چیز جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات منزہ ہے مخلوق کے مشابہ ہونا، اور حوادث کا اس میں حلول کرنا یا اس کا حوادث میں حلول کرنا اور ایسے شخص کو وہ جہمی کہتا ہے جیسا کہ حشویہ کی اصطلاح ہے، تو بے شک ہر وہ شخص کذاب اور جہمی ہے جو اللہ تعالیٰ کو جسمیت کے لوازم سے منزہ سمجھتا ہے۔

ان کــان تـنـزیــه الإلـه تجهـمـا
فَـالْـمُـؤْمِـنُـونَ جمیعهم جهمی

اگر اللہ تعالیٰ کو منزہ ماننا جہمی بننا ہے۔ تو مومن سارے کے سارے جہمی ہیں۔

ورنہ نہ تو ابوحنیفہؒ اور نہ ہی محمد بن الحسن ان لوگوں میں سے ہیں جو جبر کے قائل ہیں اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرتے ہیں، جیسا کہ اس کا قائل جہم بن صفوان ہے۔ ان دونوں کے قول سے تو صدق ہی نمایاں تھا، ورنہ امت محمدیہ کا نصف بلکہ دو تہائی اکثریت زمانہ در زمانہ ان دونوں کی اتباع نہ کرتی۔ اور رہا کسی چیز میں غلطی کرنا تو اس سے سوائے معصوم شخصیتوں (انبیاء کرام علیہم السلام) کے اور کوئی منزہ نہیں ہے۔ پس یہ خبر ابن معین پر جھوٹ ہی باندھا گیا ہے۔ اگر چہ اس کو نصر بن محمد البغدادی (جو سنہ ۱۴۱ میں موجود ہے) جیسے ہزار شخص ہی روایت کرتے رہیں۔

عجیب بات ہے کہ جب ہزارہا راوی ابن معین سے یہ روایت کرتے ہیں کہ بے شک الشافعی ثقہ نہیں ہیں تو اس روایت کو اس سے جھوٹی خبر شمار کیا جاتا ہے بخلاف اس کے جب اس سے ایک ہی روایت ابوحنیفہؒ کے بارہ میں یا اس کے کسی ایک ساتھی کے بارہ میں ہو، تو وہ راویت صحیح قرار دی جاتی ہے، اگر چہ انتہائی کمزور سند سے روایت کی گئی ہو۔ ہاں یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ابو یوسف نے محمدؒ کی بعض ایسے مسائل میں تکذیب کی جو اس کی طرف منسوب تھے اور جب امام محمد کو خبر پہنچی تو کہا: ہرگز ایسا نہیں ہے لیکن شیخ کو بھول ہوئی ہے۔ پھر ظاہر ہو گیا کہ بے شک امام محمد کی بات ہی درست تھی۔ یہ تکذیب کا انداز ایسا ہے جو استاد اور شاگرد کے درمیان بھی ہو سکتا ہے بغیر اس کے کہ ان میں سے کسی کو عیب لگایا جائے۔ تو اس قسم کی تکذیب سے عقلمند مخالفین خوش نہیں ہوتے، نہ ہی اس جیسی تکذیب سے خوش ہوتے ہیں جو منصور نے ابوحنیفہؒ کی اس بات کے جواب میں کی کہ میں قضاء کے لائق نہیں ہوں۔ اس کے باوجود اس (ابوحنیفہؒ) کو اور اس (امام محمدؒ) کو کذب سے منسوب کرنے والے پائے

جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ کذب تو ان ہی دو اسباب کی وجہ سے تھا (جن کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے) اللہ تعالیٰ تعصب کا ستیاناس کرے۔ یہ اپنے صاحب کو کس قدر رسوا کر دیتا ہے۔

ملک المعظم عیسی الأیوبی فرماتے ہیں:

أصحاب أبی حنیفة أکثر من أن یحصوا فی عصر من الأعصار، وما ثبت عن أحد منهم مذهب الجهمیة بل هم مجمعون علی أن الصلاة خلف الجهمی لا تجوز، وهؤلاء ثبتت بعشرة منهم غیر التواتر، والذی نقل عن یحیی بن معین إنما نقله الواحد عن الواحد وإذا قیس بمثل هذین فی الأخبار النبویة رجح التواتر علی الأحاد.

(الرد علی أبی بکر الخطیب البغدادی، للملک المعظم عیسی الأیوبی)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب اور ان کے اصحاب ہر زمانے میں اتنے موجود رہے ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے کسی کا بھی جہمی مذہب نہیں رہا ہے، بلکہ وہ سب اس مسئلہ پر مجتمع رہے ہیں کہ جہمی امام کی اقتداء میں نماز درست نہیں ہے۔ یہ ان میں سے دس حضرات سے ثابت ہے۔ لہٰذا یہ خبر متواتر ہے۔ جو ابن معین سے منقول ہے اس کو واحد سے واحد نے ہی روایت کیا ہے۔ جب احادیثِ نبویہ میں اس طرح کی دو اخبار کا تقابل کیا جاتا ہے، تو اس میں متواتر خبر کو غیر واحد پر ترجیح دی جاتی ہے۔

اعتراض نمبر ۱۴۴:

ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ کیا سفیان نے ابوحنیفہؒ سے حدیث بیان کی ہے کہا ہاں، ابوحنیفہؒ ثقہ تھے حدیث وفقہ میں سچے تھے اللہ کے دین میں مامون تھے لیکن اس روایت کی سند میں احمد بن عطیہ ہیں اور وہ ثقہ شخص نہ تھے۔ (امام محمدی ص ۹۳، ۹۴)

جواب:

احمد بن الصلت وہ ابوالعباس احمد بن محمد بن المغلس الحمانی ہے جو کہ اس جبارۃ بن المغلس کا بھتیجا ہے جو ابن ماجہ کا شیخ ہے۔اس کا ذکر کبھی احمد بن محمد الحمانی کے نام سے اور کبھی **احمد بن الصلت** کے نام سے اور کبھی احمد بن عطیہ کے نام سے کیا جاتا ہے۔ یہ متکلم فیہ راوی ہے۔ہمیں ابوحنیفہؒ کے مناقب میں اس کی روایات کی طرف توجہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہمارے پاس ایسی سندیں ہیں جن کے راویوں پر کوئی کلام نہیں ہے جو بہت سی روایات اس معنی میں ہیں جو الحمانی نے روایت کی ہے۔لیکن ضروری ہے کہ مخالفین سے اس کی کاروائی میں اس کے درجہ کی بحث کریں۔احمد بن محمد الحمانی پر ذہبی نے ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔اس کی اس حدیث میں جو اس نے حضرت ابوحنیفہؒ کے طریق سے ابن جزء (حضرت عبداللہ بن جزء الزبیدی صحابی مراد ہیں) کی بیان کی ہے۔اس اعتبار سے کہ بے شک ابن جزء نے مصر میں ۸۶ھ میں وفات پائی۔تو اس کو ابوحنیفہؒ نے نہیں پایا۔ علامہ ذہبی نے غفلت سے کام لیا۔اس لیے کہ پہلے زمانہ کے رجال کی پیدائش اور وفات کی تاریخوں میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے، کیونکہ ان کا دور اس سے بہت پہلے کا ہے جب سے وفات کے متعلق کتابیں لکھی جانے لگی ہیں۔تو ناقلین میں سے کسی ایک کی روایت پر بہت سے لوگوں کی وفات کے بارہ میں قطعیت سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔مثلاً حضرت ابی بن کعب جو مشہور صحابی ہیں ان کی وفات کے بارہ میں بھی اختلاف ہے۔

۱۸ھ سے لے کر ۳۲ھ تک کے اقوال پائے جاتے ہیں اور ذہبی مُصر ہیں کہ بے شک اس کی وفات ۲۲ھ میں ہے، جو اس کی تمام کتابوں میں ہے حالانکہ بے شک وہ تو ۳۲ھ تک زندہ رہے ہیں، وہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں قرآن کریم جمع کرنے والے تھے جیسا کہ طبقات ابن سعد کی روایات سے ظاہر ہے۔کہاں مقام حضرت ابی کا اور کہاں ابن جزء کا، کہ جب ان کے بارہ میں قطعیت سے روایت ثابت نہیں، تو ابن جزء کے بارہ میں کیسے ثابت ہو

سکتی ہے؟ یہاں تک کہ قطعیت کے ساتھ وفات مان لی جائے اس روایت کی وجہ سے جو اس نے صرف ابن یونسؒ سے کی ہے۔ بے شک الحسن بن علی الغزنوی نے کہا کہ اس کی وفات ۹۹ھ ہے جیسا کہ ملا علی قاریؒ کی شرح المسند میں ہے۔ شاید اس کی وفات کے بارہ میں یہی بات درست ہو۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی جبکہ ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کرامؓ کی تعداد موجود تھی حالانکہ جو کتابیں صحابہ کرامؓ کے بارہ میں لکھی گئی ہیں ان میں اس تعداد کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔

یہ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بہت سے لوگ ایسے ہوں کہ اتفاق سے ان کے نام اور ان کے راویوں کے نام اور نسب ایک جیسے ہوں، خصوصاً ایسے لوگ جو روایت کم کرنے والے ہیں، تو اعتماد روایت پر ہوگا۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ بے شک **ابن الصلت** اس حدیث کو ابو حنیفہؒ کے طریق سے روایت کرنے میں منفرد نہیں ہے بلکہ اس کو ابن عبد البر نے جامع بیان العلم ج ۱ ص ۲۰۳ رقم ۲۱۶ میں ایسی سند سے نقل کیا ہے جس میں **ابن الصلت** نہیں ہے۔ تو اس سے ثابت ہو گیا کہ **ابن الصلت** اس روایت میں منفرد نہیں ہے۔ تو ضروری ہے کہ ذہبی کے غصہ کا جب سبب باقی نہیں رہا، تو اس کا غصہ بھی باقی نہ رہے۔ لیکن ان سے ممکن نہیں کہ وہ مسامحت برتیں۔ اس لیے کہ جو حدیث ابو حنیفہؒ کے طریق سے ذکر کی گئی ہے اس روایت کی وجہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بے شک ابو حنیفہؒ تابعین میں سے ہیں۔

یہاں تک کہ جن لوگوں کے نزدیک محض ہم زمانہ ہونا یا صحابی کو دیکھ لینا تابعی ہونے کے لیے کافی نہیں، تو ان کو بھی اس روایت کی وجہ سے ابو حنیفہ کو تابعی ماننا پڑتا ہے کیونکہ ان کی صحابی سے براہ راست روایت بھی ثابت ہو گئی۔ اور یہ ایسی چیز ہے جس میں مسامحت برتنا ان مخالفین کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس صورت میں تو ابن عبد البر سے بھی درگزر کا معاملہ نہ ہو سکے گا۔ اس لیے کہ بے شک اس نے اپنی سند کے ساتھ روایت پیش کی ہے کہ ابو حنیفہؒ کا ابن جزء سے سماع ثابت ہے۔ اپنی اس کتاب میں جس کا ذکر ابھی ہوا، اور وہ روایت ابـــــن

الصلت کے طریق سے بھی نہیں ہے۔ اور اس نے صراحت کی ہے کہ ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہ بن جزء الزبیدی کو دیکھا ہے اور یہ روایت ابن سعد سے اس نے لی ہے۔ پھر بے شک خطیب نے ج ۴ ص ۲۰۸ میں ابن الصلت کو کمزور ثابت کرنے کی لمبی چوڑی بحث کی ہے کہ بے شک وہ حضرت انسؓ سے ابوحنیفہؒ کی روایت میں منفرد ہے حالانکہ حضرت انسؓ کی وفات کے بارہ میں جو اکثر روایات ہیں اس وقت ابوحنیفہؒ کی عمر محدثین کی تحمل حدیث کے لیے مقرر کی گئی عمر سے کہیں زیادہ تھی۔ اور یہ بھی کہ حضرت انسؓ بالاتفاق اپنی وفات سے پہلے کوفہ آ گئے تھے۔

اور اس وجہ سے بھی کہ روایت کی گئی ہے کہ محمد بن المثنی نے ابن عیینہ سے روایت کی ہے کہ علماء چار ہیں: حضرت ابن عباسؓ اپنے زمانہ میں اور الشعبی اپنے زمانہ میں، اور ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ میں، اور ثوری اپنے زمانہ میں۔ خطیب نے اس بات کو مناسب ہی نہ سمجھا کہ ابن عیینہ نے ابوحنیفہؒ کی جو تعریف کی ہے اس کا ذکر کرے بلکہ اس نے تو مشہور کیا ہے کہ ابن عیینہ نے ابوحنیفہؒ کے خلاف اقدام کیا ہے، اور وہ خطیب کی نظر میں اس کی محفوظ روایت ہے کہ بے شک اس نے کہا: ''اسلام میں کوئی بچہ ایسا پیدا نہیں ہوا جو ابوحنیفہؒ سے زیادہ اسلام کے لیے نقصان دہ ہو۔ اور اس کو احمد بن محمد المنکدری، محمد بن ابی عمر، سفیان کی سند سے۔ پھر ابن درستویہ سے محمد بن ابی عمر عن سفیان کی سند سے نقل کیا۔ پھر اس کو محفوظ روایت شمار کیا۔ حالانکہ بے شک محمد بن ابی عمر جو ہے وہ العدنی ہے اور اس کے بارہ میں ابوحاتم نے کہا کہ اس پر غفلت طاری تھی۔ وہ ابن عیینہ سے موضوع حدیث بیان کرتا ہے۔ اور رہا المنکدری تو اس کی بہت سی روایات غریب اور منفرد ہوتی ہیں۔ الادریسی نے کہا کہ اس کی حدیث میں مناکیر اور عجائب اور افرادات واقع ہیں۔ ابن درستویہ کا حال تو معلوم ہی ہے۔ تو کیا اس جیسی دو سندوں کے ساتھ خبر محفوظ ہو سکتی ہے؟

اور پہلے ہم نے بیان کر دیا کہ ابن عیینہ تو ابوحنیفہؒ کی تعریف کرنے والے حضرات میں

شامل ہیں اور وہ ایسی تعریف کرتے ہیں جو خوشبو پھیلانے والی ہے۔ حالانکہ اس کے خلاف جو روایات مخالفین کرتے ہیں وہ انتہائی درجہ کی کمزور ہیں۔ پس گویا کہ **ابن الصلت** نے خطیب کی نظر میں کفر کا ارتکاب کر دیا کہ اس نے اپنی روایت میں ابو حنیفہؒ کا ذکر ان تین علماء کے ساتھ کر دیا اور ان کے ساتھ اس کو شامل کر دیا اور یہ تو محض دنیا کے کناروں میں اس کا علم بھرا ہوا ہے۔ جس کے مطابق امت محمدیہ کا کم از کم نصف طبقہ عمل کرتا ہے جیسا کہ ابن الاثیر نے جامع الاصول میں کہا ہے۔ اگر اس کے علم کے مطابق عمل کرنے والے امت کے دو تہائی لوگ نہ ہوتے جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں کہا ہے۔

اول زمانہ سے لے کر ہمارے اس زمانہ تک تو اس صورت میں جب اس کا ذکر ان تین علماء کے ساتھ کیا جاتا تو یہ احمد ابن **الصلت** کے کذب پر سب سے زیادہ واضح حجت ہوتی۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ اس کا تکلم صرف وہی کر سکتا ہے جس کا دل ایسی مرض میں مبتلا ہو، جس کا کوئی علاج نہیں۔ تو ہوسکتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک یحییٰ بن معین بھی کا ذبین میں سے ہو، کیونکہ اس نے ابو حنیفہؒ کا ذکر فقہاء اربعہ میں کیا ہے۔ جیسا کہ یہ روایت الصیمر ی نے کی ہے۔ اور وہ خطیب کے ہاں ثقہ ہے۔ اور اس نے ایسی سند سے روایت کی ہے جس میں احمد بن محمد الحمانی ہے۔ اس نے عمر بن ابراہیم، مکرم محمد بن علی قاسم بن المقر ی، الحسین بن فہم وغیرہ کی سند نقل کر کے کہا کہ ان حضرات نے کہا کہ ہم نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ فقہاء چار ہیں: ابو حنیفہؒ، سفیان، مالکؒ اور الاوزاعی۔ بلکہ زمانہ در زمانہ گزرنے کے باوجود ساری کی ساری امت ابو حنیفہؒ کو ائمہ متبوعین میں سے پہلے نمبر پر اعتبار کرتی ہے اور اس نے اس کو امام اعظم کا لقب دیا ہے جبکہ خطیب کا سینہ اس سے تنگ ہے تو کیا خطیب اور اس کے دم چھلوں کے علاوہ باقی ساری کی ساری امت جھوٹی اور خطا کار ہے، بلکہ خود خطیب بھی اسی کی زد میں آتا ہے۔ اس لیے کہ اس نے ائمہ سے کتنی ہی روایات جید اسناد سے نقل کی ہیں اپنی اس کتاب کے ص ۳۴۴ اور ص ۳۴۵ میں کہ بے شک ابو حنیفہؒ اپنے زمانہ کے سب سے

بڑے عالم تھے۔اوران اسناد کے راویوں میں **ابن الصلت** نہیں ہےتو اگر وہ ابوحنیفہؒ کی حضرت انسؓ سے حدیث میں منفرد ہےتو اس سے کیا فرق پڑتا ہے جبکہ محمد بن سعد الکاتب وغیرہ حفاظ سے ثابت ہو چکا کہ ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔

اوران حفاظ کا ذکر کتاب کی ابتداء میں پہلے ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ یہ روایت ماننے والوں میں الدارقطنی بھی ہیں، حالانکہ وہ ایسا شخص ہے جو یہ کہنا جائز سمجھتا ہے کہ **اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفه ثلاثهم ضعفاء** کہ بیٹا، باپ اور دادا تینوں ضعیف ہیں۔وہ محمد بن عبداللہ الانصاری کا قول کہاں لے جائے گا جو اس نے اسماعیل کے بارہ میں کہا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ سے لے کر اس زمانہ تک کوئی ایسا قاضی نہیں بنا جو اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے زیادہ عالم ہو، یعنی بصرہ میں۔اور وہ محمد بن مخلد العطار الحافظ کو کہاں لے جائے گا جس نے حماد بن ابی حنیفہ کو ان اکابرین میں شمار کیا ہے جو امام مالکؒ سے روایت کرتے ہیں۔وہ ان لوگوں کے بارہ میں کیا کہیں گے جنہوں نے ابوحنیفہؒ کی تعریف کی ہے جو ابن الدخیل اور ابن ابی العوام کی کتابوں اور ابن عبدالبرؒ کی الانتقاء میں مذکور ہیں۔اور الدارقطنی تو وہ شخص ہے جس نے ابو یوسفؒ کے بارہ میں نامعقول بات کی ہے، اس نے کہا کہ وہ اندھوں میں کانا راجہ کا مصداق تھا حالانکہ وہ خود مسکین اندھا کانوں کے درمیان ہے۔ کیونکہ اس نے اعتقادی مسائل میں کج روی اختیار کی اور احادیث پر کلام کرنے میں خواہش کے پیچھے چلا، اور اضطراب کیا، جیسا کہ اس موسوعہ کی جلد نمبر۱۲ میں ابو یوسف کے تذکرہ میں بیان ہوا ہے۔اگر خطیب نے ابن عدی پر اعتماد کرتے ہوئے **ابن الصلت** کے خلاف اس کی انصاف سے ہٹی ہوئی بات کو لیا ہے، جو اس نے اپنی کتاب کامل میں کی ہے تو خطیبؒ کو چاہیے کہ وہ اس کی انصاف سے ہٹی ہوئی ان باتوں کو بھی لے جو اس نے بہت سے صحابہؓ اور تابعینؒ اور ان ائمہؒ کے خلاف کی ہیں جو اس فن والوں کے ہاں ثقہ ہیں۔مگر میں خیال نہیں کرتا کہ وہ ایسا کر سکے۔(تو جب یہاں ان باتوں کو نہیں لیتا تو امام ابوحنیفہؒ کے بارہ میں

اس پر اعتماد کر کے طعن کیوں نقل کرتا ہے؟) اور احمد بن الصلت تو وہ ہے کہ اس کے بارہ میں ابن ابی خیثمہ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا: ''اے بیٹے! اس شیخ سے لکھا کر کیونکہ یہ ہمارے ساتھ مجلس میں ستر (۷۰) سال تک لکھا کرتا تھا۔'' اور یہ ایسی چیز ہے جو خطیب کو بہت زیادہ غصہ دلاتی ہے اور یہ چیز اس کو اس سے خلاصی حاصل کرنے کے لیے بلا فائدہ ہر سواری پر سوار ہو جانے پر ابھارتی ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اس کی سند عالی تھی اور اس کے شیوخ میں کثرت ہے اور بے شک اس نے اس قدر لوگوں سے علم حاصل کیا کہ ان کی کثرت شمار نہیں کی جا سکتی، ان میں بڑے بڑے جلیل القدر حضرات بھی ہیں لیکن اس آدمی (احمد ابن الصلت) کا گناہ یہ ہے کہ اس نے ابوحنیفہ کے مناقب میں کتاب لکھی ہے۔ اس وقت سے ابوحنیفہؒ کے مخالفین یہی خواہش کر رہے ہیں کہ الابار کے لیے فضا صاف کر دیں جس کو انہوں نے ابوحنیفہؒ کے مطاعن پر جھوٹ اور بہتان تراشی پر مشتمل کتابیں لکھنے پر ابھارا۔ تو انہوں نے الحمانی پر یہ ناانصافی کی تا کہ اس کی روایات ساقط ہو جائیں، بلکہ آپ خطیب کو پائیں گے کہ اس نے خود احمد بن عطیہ کے بارہ میں اپنی کتاب میں کئی جگہ طعن کیا ہے۔ پھر ابوحنیفہؒ کے مناقب میں اس کے طریق سے روایات بیان کیں حالانکہ وہ دوسرے طریقوں سے بھی مردی ہیں، اور روایات جھوٹی ہیں اور یہ انتہائی درجہ کی خباثت ہے۔

یہ کاروائی صرف اس لیے کی تا کہ پڑھنے والوں کے دلوں میں یہ شک ڈال دے کہ یہ روایات جھوٹی ہیں۔ یہ انتہائی درجہ کی خباثت ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ جب کوئی طعن کرنے والا کسی آدمی کے بارہ میں طعن کرتا ہے تو آپ ایسے راویوں کے گروہ پائیں گے جو اس کے پیچھے دوڑتے جاتے ہیں طعن کرنے والے کی آواز بازگشت کو دہراتے جاتے ہیں خواہ اس کے طعن کی ذرا بھی قیمت نہ ہو۔ اور ان کے لیے قیامت کے دن ایسا خوفناک مقام ہوگا کہ اس پر رشک نہ کیے جائیں گے (یعنی کوئی بھی اس مقام میں ٹھہرنے کی خواہش نہ کرے گا)۔ (تانیب الخطیب ص ۳۲۱۔۳۲۶)

اعتراض نمبر ۱۴۵،۱۴۶:

یحییٰ بن معینؒ کا قول

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں ابوحنیفہؒ حدیث میں ضعیف تھے۔فرماتے ہیں ان کی بیان کی ہوئی حدیثیں نہ لکھا کرو۔(امام محمدی ص۹۴)

جواب:

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ روایت خطیب کے ہاں بھی اس روایت کے خلاف ہے جو کئی سندوں کے ساتھ ابن معینؒ سے صحیح طور پر ثابت ہے اوراس کے باوجود وہ اس روایت کو نقل کرتا ہےاوراس پر خاموشی اختیار کرتا ہے حالانکہ اس کی سند میں محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ہے اور وہ کذاب ہےاوراس کا معاملہ بالکل واضح ہے۔خود خطیب نے ایک جماعت سے اس کی تکذیب ج۳ص۴۳ میں نقل کی ہے۔تو خطیب کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ احمد بن الصلت پر تو کلام کرتا ہے اس روایت میں جو پہلے گزری اور یہاں محمد بن ابی شیبہ کذاب کے بارہ میں خاموشی اختیار کرلی ہے۔اسی طرح خواہش آدمی کو اندھا اور بہرا کردیتی ہے۔

جواب اعتراض نمبر ۱۴۶:

اس قول کی سند میں ایک راوی احمد بن سعد بن ابی مریم ہے۔یہ احمد بن سعد بن ابی مریم المصری اپنے مسائل میں کثیر الوہم اور کثیر الاضطراب تھا۔اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ اس کی یہ روایت اس روایت کے خلاف ہے جو ابن معین سے ثقہ حضرات کرتے ہیں، بلکہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ثقہ ہی نہیں ہے کیونکہ ابوحنیفہؒ اوراس کے اصحاب کے بارہ میں جو روایت ابن معینؒ کے اصحاب میں سے ثقہ کرتے ہیں یہ ان کی مخالفت کرتا ہے۔

دوسرا جواب:

ملک المعظم عیسی الأیوبی فرماتے ہیں:

هـذا الـقـول لا يـلتفت الناس إليه قد كتب حديثه ورأيه وسار فی الأفاق واجمع الناس علی أئمة أربعة أبو حنيفة منهم وما أخذ أحد بقول يحيی ولا بروايته.

(الرد علی أبی بكر الخطيب البغدادی، للملك المعظم عيسی الأيوبی)

اس قول کی طرف لوگوں کو ذرا بھی توجہ نہیں دینی چاہیے۔امام ابوحنیفہؒ کی حدیث اور اُن کی فقہ لکھی گئی ہے، اور وہ آفاق میں پھیل بھی گئی ہے۔تمام لوگ ائمہ اربعہ جن میں امام ابوحنیفہؒ بھی شامل ہیں، کی امامت پر متفق ہیں۔امام ابن معین کے قول اور ان کی روایات کو کسی نے بھی اُن کی طرح اخذ نہیں کیا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۴۷:

امام علی بن عبداللہ مدینی سے ابوحنیفہؒ اہل رائے کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو وہ انہیں سخت ضعیف بتلاتے ہیں اور فرماتے ہیں اگر وہ میرے سامنے بھی ہوتے تو میں ہرگز ان سے کوئی روایت نہ لیتا انہوں نے پچاس حدیثیں روایت کی ہیں جن میں غلطی کی ہے۔

(امام محمدی ص ۹۴)

جواب:

بے شک ابن المدینی کی عزت کو جس طرح خطیب نے تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۴۵۵۔۴۶۹، رقم ۶۳۴۹ میں اور ابن الجوزی نے مناقب احمد میں تارتار کیا ہے۔اس کا اعتبار کریں تو اس کی کلام کی کوئی قیمت نہیں ہے۔اور خصوصاً جبکہ اس سے راوی اس کا بیٹا عبداللہ ہے۔حالانکہ اس نے اپنے باپ سے کچھ سنا ہی نہیں جیسا کہ کہا گیا ہے۔ورنہ جیسے اس نے بعض لوگوں کا دامن ظلم اور زیادتی سے کھینچا ہے تو بدلے میں اس کا دامن کھینچا جا سکتا ہے۔پھر جب اس نے حدیث میں غلطی کی وجہ بیان نہیں کی تا کہ جواب دیا جا سکتا، اور وہ ہر حال میں

جرح غیر مفسر ہے جس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے، یہاں خطیب نے ابن المدینی سے جو روایت کی ہے وہ منافی ہے، اس روایت کے جو ابوالفتح الازدی (المتوفی ۳۷۴ھ) نے کتاب الضعفاء میں ذکر کی ہے، کیونکہ اس نے کہا ہے:

قَالَ عَلِي بْنَ الْمَدِينِي: أَبُو حَنِيفَةً رَوَى عَنْهُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَعَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَهُشَيْمُ، وَوَكِيعُ بْنُ الْجَرَاحِ وَعَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، وَجَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ وَهُوَ ثِقَةٌ لَا بَأْسَ بِهِ.

علی بن المدینی نے کہا: ابوحنیفہؒ سے ثوری، ابن المبارک، حماد بن زید، ہشیم، وکیع بن الجراح، عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے روایت کی ہے اور وہ ثقہ ہے۔ لا باس بہ کے درجہ کا ہے۔

اسی کے مثل ابن عبدالبر کی جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۱۰۸۲ رقم ۲۱۱۲) میں ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی درخواست کرتے ہیں۔ (تانیب الخطیب ص ۳۲۷، ۳۲۸)

ملک المعظم عیسی الأیوبی فرماتے ہیں:

كان الواجب أن يذكر الأحاديث ويبين خطأ أبي حنيفة فيها هل هو من الطرق أو من الرأي الذي رآه فيها وأما أن يقول خمسين حديثا من غير ذكرها وتبيين الخطأ فيها فهذا من دلائل التعامل والافتراء والعجب من اقتصاره على خمسين حديثًا.

(الرد على أبي بكر الخطيب البغدادي، للملك المعظم عيسى الأيوبي)

یہ بات واجب تھی کہ وہ احادیث ذکر کی جاتیں، اور اُن میں امام ابوحنیفہؒ کی خطا کو بھی بیان کر دیا جاتا۔ کیا وہ طرق حدیث میں ہے یا وہ ان کی اپنی رائے ہے جس کو انھوں نے

اختیار کیا ہے۔صرف پچاس احادیث کا کہہ دینا، ان کا ذکر اور اُن کی خطا کو بیان کیے بغیر، تو یہ دھونس، دھاندلی اور جھوٹ ہے۔صرف پچاس حدیثیں ہی کہہ دینا بڑی ہی عجیب وغریب بات ہے۔

اعتراض نمبر ۱۴۸:

ابن الغلابی فرماتے ہیں ابوحنیفہؒ ضعیف ہیں۔(امام محمدی ص ۹۴)

جواب:

یہ جرح غیر مفسر ہے، اور اس قول کی سند میں جو راوی ابن الغلابی المفضل بن غسان البصری ان لوگوں میں سے ہے جو عمرو بن علی الفلاس البصری اور ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی الناصبی کی طرح اہل کوفہ سے منحرف ہو گئے تھے۔ان کی حالت باقی اسانید میں کچھ کہنے سے بے پرواہ کر دیتی ہے۔علاوہ اس کے یہ جرح غیر مفسر ہے جو کسی راوی میں موثر نہیں چہ جائیکہ اس کی تاثیر اس شخصیت (یعنی امام ابوحنیفہؒ) میں ثابت ہو جس کی امامت ثابت ہو چکی ہے۔اور اس کی امانت تواتر سے ثابت ہے۔

رضی الله عنه ونفعنا بعلومه

اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو اور ہمیں اس کے علوم سے نفع اٹھانے کی توفیق بخشے۔

ملک المعظم عیسی الأیوبی فرماتے ہیں:

هذه دعوى مجهولة هل أراد ضعيف الجسم، أو ضعيف القلب أو ضعيف الفقه أو ضعيف الحديث كان يريد أن يبين فى أى شيء هو ضعيف، وإن كان يعنى الحديث وهو الأقرب فكان يلزمه أن يبين الأحاديث التى ضعفه فيها ويبين وجه ضعفه وإلا ربما يكون الضعف من فهم القادح، وإلا فقد روى عن أبى حنيفة جماعة كثيرة كل واحد منهم

أجل قدرا منه.

(الرد علی أبی بکر الخطیب البغدادی، للملک المعظم عیسی الأیوبی)

ترجمہ: یہ دعویٰ مجہول ہے، کیا اُس سے مراد جسم کا ضعیف ہونا، یا دل کا ضعیف ہونا، یا فقہ میں ضعیف ہونا، یا ضعیف الحدیث ہونا ہے۔ قائل کو اپنے اصل مقصد کو بیان کرنا چاہیے تھا کہ کون سی چیز ضعیف ہے؟ اگر ان کی مراد حدیث میں ضعیف ہونا مراد ہے (اور یہی اقرب ہے)، تو پھر قائل پر لازم تھا کہ وہ اُن احادیث کو بیان کرتا جن میں اُس کے نزدیک ضعف ہے، اور ان میں ضعف کی وجہ بھی بیان کرنا چاہیے تھا، ورنہ بار ہا ایسا ہوتا ہے کہ قادح کا فہم ضعف کی وجہ ہوتا ہے، ورنہ امام ابوحنیفہؒ سے محدثین اور فقہاء کی بہت بڑی جماعت نے روایت کیا ہے، اُن میں ہر شخص قائل سے قدر و منزلت میں بہت ہی بڑا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۴۹:

ابوحفص عمر بن علی فرماتے ہیں ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رائے قیاس کرنے والے حافظ نہیں ہیں وہ مضطرب الحدیث ہیں، ان کی روایت واہی ہے وہ خلاف شرع نو ایجاد باتوں کے ماننے والے تھے۔ (امام محمدی ص ۹۴، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۵۴)

جواب:

یہ جرح مبہم ہے اور تعدیل مفسر کے مقابلہ میں مبہم جرح غیر مقبول ہوتی ہے۔ کتب اسماء الرجال میں امام ابوحنیفہؒ کی تعدیل مفسر موجود ہے دیکھئے تہذیب الکمال ج ۲۹ ص ۴۱۸، تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۴۴۹ اور اصول حدیث کا یہ مسلمہ اصول ہے تعدیل مفسر کے ہوتے ہوئے جرح مبہم کا کوئی اعتبار نہیں لہٰذا اس جرح کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۱۵۰:

ابراہیم بن یعقوب جوز جانی فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ کی روایت کی ہوئی حدیث کی اتباع

نہ کی جائے نہ ان کی رائے قیاس کو مانا جائے۔(امام محمدی ص ۹۴)

جواب:

یہ جرح غیر مفسر ہے اتباع نہ کرنے کی وجہ نہیں بتائی گئی۔

اعتراض نمبر ۱۵۱:

شیبہ فرماتے ہیں ابوحنیفہ نعمان بن ثابت سچے ہیں لیکن حدیث کے ضعیف راوی ہیں۔

(امام محمدی ص ۹۴)

جواب:

اس میں بھی ضعیف ہونے کا ثبوت نہیں دیا گیا۔ وجہ بیان کرنی چاہیے تھی کہ اس وجہ سے ضعیف ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۵۲:

امام مسلم بن حجاج فرماتے ہیں ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ صاحب الرائے مضطرب الحدیث تھے ان کے پاس صحیح حدیث کچھ زیادہ نہیں۔

(امام محمدی ص ۹۴، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۵۴)

جواب:

اس اعتراض کا مفصل جواب ''امام اعظم ابوحنیفہؒ اور مصنفین صحاح ستہ ص ۳۳ تا ۳۶'' میں دیا ہے۔ وہاں پر ملاحظہ فرمائیں۔ یہ رسالہ کتاب ''امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' میں شامل ہے۔

اعتراض نمبر ۱۵۳:

امام احمد بن شعیب نسائی فرماتے ہیں ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی حدیث میں قوی نہیں۔(امام محمدی ص ۹۴)

جواب:

اس اعتراض کے جواب کے لیے دیکھئے امام ابوحنیفہؒ پر اعتراضات کا علمی جائزہ ص ۴۳ تا ۹۷۔

اعتراض نمبر ۱۵۴:

ہیثم بن عدی فرماتے ہیں ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تیمی تیم بن ثعلبہ کے مولیٰ بغداد میں ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے؟ (امام محمدی ص ۹۴)

جواب:

اس میں اعتراض والی بات تو کوئی ایسی معلوم نہیں ہوتی صرف مولیٰ کے لفظ سے بعض لوگوں کو مغالطہ لگا ہے حالانکہ آپ کا خاندان کبھی بھی غلام نہیں رہا۔

(اس کے تفصیلی جواب کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔امام ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام ص......)

اعتراض نمبر ۱۵۵:

ابونعیم فرماتے ہیں امام صاحبؒ کا انتقال ۱۵۰ھ میں ہوا اور پیدائش ۸۰ھ میں، عمر ستر برس کی ہوئی۔(امام محمدی ص ۹۴)

جواب:

اس میں بھی اعتراض والی کوئی بات نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۱۵۶، ۱۵۷:

عبداللہ بن سلیمان حضرمی فرماتے ہیں کہ امام صاحبؒ نے ۱۵۰ھ میں انتقال فرمایا، ستر برس کی عمر ہوئی تھی۔(امام محمدی ص ۹۴)

جواب:

اس میں بھی اعتراض والی کوئی بات نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۱۵۸:

قعنب بن محرر بن قعنب کا فرمان ہے کہ امام صاحبؒ سوق یحیٰ میں ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے۔(امام محمدی ص ۹۴)

جواب:

اس میں بھی اعتراض والی کوئی بات نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۱۵۹:

سلیمان بن ابوشیخ فرماتے ہیں حسن بن عمارہ نے امام صاحبؒ کے جنازہ کی نماز پڑھائی جو بغداد کے قاضی تھے اور یہ واقعہ ۱۵۰ھ کا ہے۔(امام محمدی ص ۹۴)

جواب:

اس میں بھی اعتراض والی کوئی بات نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۱۶۰:

ابن عفیر فرماتے ہیں ستر سال کی عمر میں امام صاحبؒ ماہ رجب ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے۔

(امام محمدی ص ۹۴)

جواب:

اس میں بھی اعتراض والی کوئی بات نہیں ہے۔

اعتراض ۱۶۱،۱۶۲،۱۶۳،۱۶۴،۱۶۵:

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ نعمان ثابت کوفی ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے ابوموسیٰ محمد بن المثنی بھی یہی کہتے ہیں یحییٰ بن معین ۱۵۱ ہجری میں بتلاتے ہیں اور بقول زعفرانی آپ مقابر خیزران مین دفن کیے گئے۔(امام محمدی ص ۹۴،۹۵)

جواب:

ان میں بھی اعتراض والی کوئی بات نہیں ہے۔بعض مورخین کا اختلاف بیان ہوا ہے۔صحیح بات ۱۵۰ہجری والی ہے۔

اعتراض نمبر ۱۶۶، ۱۶۷:

مکی بن ابراہیم کہتے ہیں امام صاحبؒ کا انتقال ۱۵۳ھ میں ہوا آپ خزاز یعنی ریشم فروش تھے میری ملاقات آپ سے کوفے میں اور بغداد میں اور مکہ شریف میں ہوئی ہے۔

(امام محمدی ص ۹۵)

جواب:

یہ قول شاذ ہے اور مشہور مورخین کی روایت کے خلاف ہے۔ کیونکہ مشہور بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کی وفات ۱۵۰ہجری میں ہوئی ہے۔

اعتراض نمبر ۱۶۸:

حسن بن یوسف فرماتے ہیں امام صاحبؒ کے جنازے کی نماز چھ مرتبہ پڑھی گئی کیونکہ لوگوں کا اژدہام بہت زیادہ تھا آخری مرتبہ ان کے بیٹے حماد نے نماز پڑھائی اور حسن بن عمارہ اور ایک دوسرے شخص نے آپ کو غسل دیا۔(امام محمدی ص ۹۵)

جواب:

اس میں بھی اعتراض والی کوئی بات نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۱۶۹، ۱۷۰:

ابو عاصم کہتے ہیں سفیان ثوری ابوحنیفہؒ کے انتقال کے دن مکہ میں تھے انہیں آپ کے انتقال کی خبر پہنچی تو فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے جس چیز میں اکثر لوگوں کو مبتلا کیا ہمیں اس سے بچالیا۔حضرت سفیان نے آپ کی خبر سن کر رحمہ اللہ نہیں کہا بلکہ فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر

ہے جس نے اس چیز سے ہمیں بچالیا جس میں وہ مبتلا تھے۔ (امام محمدی ص ۹۵)

جواب اعتراض نمبر ۱۶۹:

اس کی سند میں ابوقلابہ الرقاشی ہے جو سندوں اور متن میں بہت زیادہ غلطی کرنے والا تھا، جیسا کہ خود خطیب نے دارقطنی سے نقل کیا ہے۔

جواب اعتراض نمبر ۱۷۰:

اس کے بعد والی خبر کے الفاظ یہ ہیں:

الحمد لله الذی عافانا مما ابتلاه به.

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس مصیبت سے بچالیا جس میں وہ مبتلا ہوا۔

یعنی ایسی قید جس نے موت تک پہنچا دیا۔ اس لیے کہ بے شک اس سے ثوری کے لیے بھاگنا آسان تھا جبکہ ابوحنیفہ کے لیے آسان نہ تھا۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ ان دونوں کے درمیان پہلے کچھ شکر رنجی بھی تھی جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ابن عدی فقہ اور نظر اور علوم عربیہ سے دور ہونے کی وجہ سے ابوحنیفہؒ اور اس کے اصحاب کے بارہ میں طویل اللسان تھا۔ پھر جب وہ ابوجعفر الطحاوی کو ملا اور اس سے علم حاصل کیا تو اس کی حالت کچھ اچھی ہوگئی، یہاں تک کہ اس نے ابوحنیفہؒ کی احادیث میں مسند لکھی اور اس نے اپنی مسند کی ابتداء میں لکھا ہے: ''بے شک ابوحنیفہؒ اور ثوری کے درمیان کچھ رنجش تھی، اور ان دونوں میں سے ابوحنیفہؒ اپنی زبان پر زیادہ کنٹرول کرنے والے تھے۔'' اور ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ابن عدی جیسے آدمی سے ابوحنیفہؒ کی احادیث نقل کریں۔ اور ان دونوں (۱۶۹، ۱۷۰) سندوں میں ابوعاصمؒ آتا ہے اور وہ العبادانی ہے اور اس کا حال معلوم ہے۔

اعتراض نمبر ۱۷۱:

عبدالصمد بن حسان کہتے ہیں جب ابوحنیفہؒ کا انتقال ہوا تو مجھ سے سفیان ثوری نے کہا کہ

ابراہیم بن طہمان کے ہاں جاؤاوران کوخوشخبری سنادو کہ اس امت کو فتنے میں ڈالنے والے کا انتقال ہو گیا جب میں ان کے ہاں پہنچا تو وہ قیلولہ کر رہے تھے میں واپس آ گیا اور کہا کہ وہ قیلولہ کر رہے ہیں انہوں نے کہا کہ دوبارہ ان کے پاس جاؤاوران کے کان میں یہ آواز پہنچا دو کہ اس امت کا فتان مر گیا۔ میں کہتا ہوں کہ سفیان ثوری کا قصد یہ تھا کہ چونکہ ابراہیم بھی مرجیہ تھااس لئے اسے غمگینی کی خبر ہوجائے۔

(امام محمدی ص ۹۵، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف محدثین کی نظر میں ص ۵۴)

جواب:

اس قول کی سند میں ایک راوی الحسین بن احمد الہروی الصفار ہے یہ ٹھیک نہیں ہے۔

البرقانی نے الحسین بن احمد الہروی الصفار کے بارہ میں کہا ہے کہ میں اس سے ناراض ہوں، اور میں نے اس سے الصحیح میں ایک حرف بھی نقل نہیں کیا۔ اس نے ابوالقاسم البغوی سے صرف تین یا چار حدیثیں سنیں مگر پھر اس کے واسطہ سے بہت زیادہ حدیثیں بیان کرنے لگا۔ میں نے پہلے اس سے حدیثیں لکھیں، پھر اس کی حالت میرے سامنے ظاہر ہوگئی کہ بے شک وہ حجت نہیں ہے۔ اور الحاکم نے کہا: ''وہ کذاب ہے اس کے ساتھ شغل نہیں رکھنا چاہیے۔'' تو اس جیسا گھٹیا کلام کہنے سے ثوری بری الذمہ ہے۔ یہ سارا بوجھ خطیب کے کندھے پر سوار ہو جاتا ہے جو اس ساری صورت حال کو جانتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی طرف جس ارجاء کی نسبت کی جاتی ہے وہ تو خالص سنت ہے جیسا کہ ہم نے پہلے اس کی وضاحت سے تحقیق کر دی ہے۔ اس کے خلاف نظریہ اپنا کر خوارج یا معتزلہ کی جانب میلان رکھتا ہے، یا پھر آپ نظریہ میں خبط میں مبتلا رہیں گے۔ تو جب کسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کی مخالفت کسی کے دل میں کھٹکے، تو ان تین صورتوں میں سے جو صورت کوئی چاہے اختیار کرے۔

ملک المعظم عیسی الأیوبی فرماتے ہیں:

هـذا غيـر صـحيـح لأن أصحاب أبی حنيفة كلهم علی غير ذلک وإذا جـمـع الـنـاس عـلـی أمر وخالفهم واحد لم يلتفت إلی قوله ولم يصدق فی دعواه حتی أن الصلاة عند أصحاب أبی حنيفة خلف المرجئة لا تجوز.

(الـرد عـلـی أبـی بـكـر الـخـطـيـب البغدادی، للملک المعظم عيسی الأيوبی)

ترجمہ: یہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب سب کے سب اس (ارجاء) کے خلاف ہیں۔ جب سب لوگ ایک معاملہ پر جمع ہو جائیں، اور اُن میں سے ایک شخص نے اس کی مخالفت کر دی۔ تو اس ایک کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اس کے دعویٰ کی تصدیق کی جائے گی، یہاں تک امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب کے نزدیک مرجیہ کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

اعتراض نمبر۱۷۲:

بشر بن ابوالازہر نیساپوری فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جنازے پر کالا کپڑا پڑا ہوا ہے اور اس کے اردگرد پادری لوگ ہیں میں نے پوچھا یہ کس کا جنازہ ہے؟ لوگوں نے کہا ابوحنیفہؒ کا امام ابو یوسفؒ سے میں نے اپنا یہ خواب بیان کیا تو انہوں نے کہا اسے کسی اور سے ذکر نہ کرنا۔ (امام محمدی ص۹۵)

جواب:

خطیب اپنے خاتمہ کا خوف پیش نظر رکھے بغیر امام ابوحنیفہؒ کے حالات کا اختتام اس خواب کو بیان کر کے کر رہا ہے۔ عبداللہ بن جعفر جواس کی سند میں ہے وہ ابن درستویہ ہے جس کو البرقانی اور اللالکائی نے ضعیف قرار دیا ہے اور وہ متہم ہے کہ جب اس کو ایک درہم دیا جاتا، تو وہ ایسی روایت بھی بیان کر دیتا، جو اس نے نہ سنی ہوتی تھی۔ خطیب پسند کرتا ہے کہ

اس کی زبانی لوگوں کو گالیاں دے اوراس سے پہلے اس نے اس کوان باتوں سے بری الذمہ ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے، جواس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔لیکن تہمت لگانے کی جو بالکل ثابت شدہ باتیں اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں،خطیب کے کندھے اس کو اٹھانے سے کمزور ہیں۔اس کی سند میں علی ابن مدینی بھی ہیں۔خطیب نے اپنی تاریخ میں ابن المدینی کے بارہ میں جو ذکر کیا ہے، وہ کچھ کم نہیں ہے۔اسی میں سے اس کا احمد بن ابی داؤد کو اپنا عہد و پیمان پہنچانا ہے۔

اس دور میں جو محدثین پر آزمائش کا دور تھا۔اس میں سے وہ بھی ہے جو اس کے بارہ میں کہا گیا ہے:

یا ابن المدینی الذی شرعت له

دنیـا مـجـاد بـدینـه لینـالهـا

مـاذا دعـاک إلـی اعتقاد مقالة

قد کان عندک کافرا من قالها

ترجمہ: اے ابن المدینی! جس کے سامنے دنیا ظاہر ہوئی،تو اس نے اپنا دین قربان کر دیا تا کہ اس دنیا کو حاصل کرے۔کس چیز نے مجھے ایسی بات پر اعتقاد رکھنے کی دعوت دی ہے کہ جس کا قائل تیرے نزدیک کافر ہوتا تھا۔

اور آخر تک وہ اشعار نقل کیے جو تاریخ بغداد (ج ۱۱ص ۴۶۶) میں ذکر کیے گئے ہیں۔

بے شک آزمائشی دور کے بعد ابوزرعہ اور احمد نے اس سے روایت لینا چھوڑ دیا تھا۔بشر بن ابی الازھر تو امام ابو یوسف کے خاص ساتھیوں میں سے تھا اور اپنے زمانہ میں نیسابور میں حنفی فقہاء کا امام تھا۔اور اہل علم میں سے ابوحنیفہ کی بہت زیادہ پیروی کرنے والوں میں سے تھا اور دوسروں کی بہ نسبت اس کی زیادہ طرف داری کرنے والا تھا۔پس اس میں کوئی شک

نہیں ہے کہ یہ خواب بشر بن ابی الازھر کی زبان پر گھڑی گئی ہے جیسا کہ انہوں نے براہِ راست امام ابوحنیفہؒ کے دیگر ساتھیوں کی زبان پر بہت سی اشیاء گھڑی ہیں۔ پس ہم سند کے راویوں کے بارہ میں اس سے زیادہ کلام میں مشغول نہیں ہوتے۔

میں نہیں جان سکا کہ خطیب کی زبان کیسے افسانہ کے ساتھ بول پڑی، اور کیسے اس کا قلم اس باطل خیال کو لکھنے کے لیے جاری ہو گیا، حالانکہ یہ وہی ہے جس نے محمد بن الحسن کے ترجمہ میں تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے:

أخبرنا علی بن أبی علی قال نا طلحة بن محمد قال حدثنی مکرم بن أحمد القاضی قال یا أحمد بن محمد بن المفلس قال نا سلیمان بن أبی شیخ قال حدثنی ابن أبی رجاء القاضی قال سمعت محمویه و کنا نعده من الأبدال. قال رأیت محمد ابن الحسن فی المنام فقلت: یا أبا عبد الله إلام صرت قال قال لی: إنی لم أجعلک وعاء للعلم وأنا أرید أن أعذبک قلت فما فعل أبو یوسف: قال فوقی. قلت فما فعل أبو حنیفة قال فوق أبی یوسف بطبقات. (تاریخ بغدا۔ ط العلمیۃ (الخطیب بغدادی) ج ۲ ص ۱۷۸ رقم ۵۹۳)

حضرت محمویہ ایسا آدمی تھا کہ ہم اس کو ابدال شمار کرتے تھے، انھوں نے کہا: ''میں نے خواب میں امام محمد بن الحسن کو دیکھا۔ تو میں نے پوچھا: ''اے ابوعبداللہ! تو کس حالت کی طرف منتقل ہوا ہے۔'' اس نے کہا: اس نے (رب تعالیٰ نے یا اس کے بھیجے ہوئے فرشتہ نے قبر میں) مجھے کہا: ''بے شک میں نے تجھ کو علم کا برتن اس لیے نہیں بنایا تھا کہ تجھ کو عذاب میں مبتلا کروں۔'' میں نے کہا: ''ابو یوسف کے ساتھ کیا کاروائی ہوئی۔'' تو اس نے کہا: ''وہ میرے اوپر والے درجہ میں ہے۔'' میں نے کہا: ''امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ کیا کاروائی ہوئی؟'' تو اس نے کہا: ''وہ تو ابو یوسف سے بھی کئی درجہ بلند ہیں۔''

اگر خطیب فقیہ الملت کے بارہ میں بدنیت نہ ہوتا، تو اگر کسی خواب کا تذکرہ ضروری تھا، تو یہاں ضرور اس خواب کو دوبارہ ذکر کرتا۔ نیز بے شک اس سند کے ساتھ اس خواب کا ذکر کرنے میں خطیب کی چال ہے۔ اس لیے کہ بے شک اس کی سند میں احمد بن المغلس ہے۔ اور بے شک اس نے اس کو ساقط کرنے میں پورا زور صرف کیا ہے تا کہ اس سے جان چھڑا لے جو اس نے ابوحنیفہؒ کے مناقب میں روایت کی ہے۔ حالانکہ اس کا معاملہ ایسا ہے جس کی ہم نے پہلے وضاحت کر دی ہے۔

یہ خواب احمد بن المغلس کی سند کے بغیر بھی مروی ہے اور خطیب نے اس سے اعراض کیا اور صرف اس کی روایت پر اکتفاء کیا تا کہ واقعہ کے بطلان کا وہم ڈال سکے۔ لیکن اس کی آرزو خاک میں مل گئی اور حقیقت واضح ہو کر رہی۔

ابن عبد البر الانتقاء میں فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو يَعْقُوبَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ: نَا مُحَمَّدُ بْنُ شُجَاعٍ قَالَ: نَا أَبُو رَجَاءٍ وَكَانَ مِنَ الْعِبَادَةِ وَالصَّلاحِ بِمَكَانٍ قَالَ: رَأَيْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَسَنِ فِي الْمَنَامِ فَقُلْتُ: مَا صَنَعَ اللهُ بِكَ قَالَ: غَفَرَ لِي. قُلْتُ: وَأَبُو يُوسُفَ. قَالَ: هُوَ أَعْلَى دَرَجَةً مِنِّي قُلْتُ: فَمَا صَنَعَ أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ: هَيْهَاتَ هُوَ فِي أَعْلَى عِلِّيِّينَ.

(الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقہاء (ابن عبد البر) ص ۱۴۵)

ترجمہ: ابو رجاء عبادت گزار لوگوں میں سے تھا۔ ابو رجاء نے کہا: ''میں نے محمد بن الحسنؒ کو خواب میں دیکھا، تو میں نے اس سے پوچھا: ''اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟'' اس نے کہا: ''اس نے مجھے بخش دیا۔'' میں نے پوچھا: ''اور ابو یوسف؟'' تو انہوں نے کہا: ''وہ تو مجھ سے اعلیٰ درجہ میں ہے۔'' میں نے کہا: ''امام ابوحنیفہؒ سے کیا کاروائی ہوئی؟'' تو اس نے کہا: ''وہ بہت دور اعلیٰ علیین میں ہے۔''

اورخطیب کے لیےممکن تھا کہ یہ روایت ضرور ذکر کرتا اس لیے کہ یہ اس کے شیخ العتیقی کی مرویات میں سے ہے جو اسی الصید لانی سے اس نے ذکر کی ہیں جس کا ذکر کیا گیا ہے۔

ابوعبداللہ الصیمر ی نے اخبار ابی حنیفہ واصحابہ میں بیان کیا ہے:

أخبرنا عمر بن إبراهيم قال ثنا مكرم قال ثنا محمد بن عبد السلام قال حدثني سليمان بن داود بن كثير الباهلي وعبد الوهاب بن عيسى قالا ثنا محمد بن أبي رجاء القاضي قال سمعت أبي قال رأيت محمد بن الحسن في المنام فقلت ما صنع بک ربک قال أدخلني الجنة وقال لي لم أصيرک وعاء للعمل وأنا أريد أن أعذبک قال قلت فأبو يوسف قال ذاک فوقي أو فوقنا بدرجة قال قلت فأبو حنيفة قال ذاک في أعلى عليين

(أخبار أبي حنيفة وأصحابه (الصيمري) ص ١٣٣)

ترجمہ: محمد بن ابی رجاء نے کہا کہ میں نے اپنے باپ ابورجاء سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے خواب میں امام محمد بن الحسن کو دیکھا، تو میں نے اُن سے پوچھا: ''تیرے رب نے تیرے ساتھ کیا کاروائی کی۔'' تو انھوں نے کہا: ''اس نے مجھے جنت میں داخل فرمادیا اور مجھے کہا کہ میں نے تجھے علم کا برتن اس لیے نہیں بنایا تھا کہ تجھے عذاب میں مبتلا کرتا۔'' ابورجاء نے کہا کہ میں نے پھر پوچھا: ''امام ابو یوسف کا کیا بنا؟'' تو انھوں نے کہا: ''وہ مجھ سے'' یا کہا: ''ہم سے ایک درجہ اوپر ہے۔'' ابورجاء نے کہا کہ میں نے پوچھا: ''ابوحنیفہؒ کا کیا بنا؟'' تو انھوں نے کہا: ''وہ تو اعلیٰ علیین میں ہیں۔''

خطیبؒ کے لیےممکن تھا کہ اس سند کے ساتھ بھی روایت کرتا، اس لیے کہ یہ اس کے شیخ الصیمر ی کی روایت ہے اور خطیب نے اس کی توثیق کی ہے اور اس کی بہت تعریف کی ہے۔

مناقبِ ذہبی میں ہے:

أَبو بِشَرِ الدُّولبئی: ثَنا أَحْمَدُ بْنُ الْقَاسِمِ الْبَرْتِی حَدَّثَنِی أَبُو عَلَی أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِی رَجَاءٍ سَمِعْتُ أَبِی يَقُولُ: رَأَيْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَسَنِ فِی الْمَنَامِ فَقُلْتُ: الامُ صِرْتَ؟ قَالَ: غُفِرَ لِی قُلْتُ: بِمَ قَالَ: قِيلَ لِی: لَمْ نَجْعَلْ هَذَا الْعِلْمَ فِيکَ إِلا وَنَحْنُ نَغْفِرُ لَکَ قُلْتُ: فَمَا فَعَلَ أَبُو يُوسُفَ قَالَ: فَوْقَنا بِدَرَجَةٍ، قُلْتُ: فَأَبُو حَنِيفَةَ؟ قَالَ: فِی أَعْلَی عليين.

(مناقب الإمام أبی حنيفة وصاحبيه (شمس الدين الذهبی) ص ۵۲ ومناقب ابی حنيفه المؤلف: ابو القاسم بن ابی العوام)

ابورجاء نے کہا کہ میں نے خواب میں امام محمد بن الحسن کو دیکھا تو میں نے پوچھا: ''تو کس حالت کی طرف منتقل ہوا ہے؟'' اس نے کہا: ''رب تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے۔'' میں نے پوچھا: ''کس وجہ سے؟'' تو اس نے کہا: ''مجھے کہا گیا کہ ہم نے جب تجھ میں علم ڈالا تھا، تو اس وقت مجھے بخش دیا تھا۔'' ابورجاء نے کہا کہ میں نے پوچھا: ''ابوحنیفہؒ کا کیا بنا؟'' تو انھوں نے کہا: ''وہ تو اعلیٰ علیین میں ہیں۔''

ابن ابی عوام نقل کرتے ہیں:

قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ: فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ أَيَّامٍ صِرْتُ إِلَی الْحَسَنِ بْن صَالِحٍ فَقَالَ لِی حين رآنی: يَا أَبَا نُعَيْمٍ عَلِمْتَ أَنِّی رَأَيْتُ أَخی الْبَارِحَةَ فِی مَنَاعِی كَأَنَّه صَارَ إِلَی وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ خُضْرٌ فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَخِی أَلَيْسَ قَدمت قَالَ: بلی: قلت: فما هَذِهِ الثِيَابُ التِی عَلَيْکَ؟ قَالَ: السُّنْدُسُ وَالإِسْتَبْرَقُ، وَلَکَ يَا أَخِی عِنْدِی مِثْلَهَا. قُلْتُ: مَاذَا فَعَلَ بِکَ رَبُّکَ؟ قَالَ: غَفَرَ لِی وَبَاهَی بِی وَبِأَبی حَنِيفَةَ رضی الله عنه الْمَلائِكَةَ قُلْتُ: أَبُو حَنِيفَةَ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ: نَعَمْ قُلْتُ: وَأَيْنَ مَنْزِلُهُ قال: نَحْنُ فی جوارٍ فِی أَعْلی عليينَ قَالَ الْقَاسِمُ: قَالَ أَبِی: فَكَانَ

أَبُو نُعَيْمٍ إِذَا ذَكَرَ أَبَا حَنِيفَةَ أَوْ ذُكِرَ بَيْنَ يَدَيْهِ يَقُولُ: بخ بخ فِي أَعْلَى عليين.

(مناقب ابی حنیفه المؤلف: ابو القاسم بن ابی العوام، مناقب الإمام أبی حنیفة وصاحبیه (شمس الدین الذهبی) ص ۵۱)

ابن ابی العوام نے ابراہیم بن احمد بن سہل، القاسم بن عسان القاضی، ابونعیم الفضل بن دکین کی سند نقل کر کے کہا کہ ابونعیم نے کہا: میں الحسن بن صالحؒ کے پاس گیا۔ اس دن کے آخر میں جس دن اس کے بھائی علی بن صالح کو دفن کیا گیا، تو اس نے سچی خوابوں کا ذکر کیا۔ پھر ابونعیم نے کہا کہ میں پھر چند دنوں کے بعد الحسن بن صالح کے پاس گیا، تو اس نے مجھے دیکھ کر کہا: اے ابونعیم! کیا تو جانتا ہے کہ بے شک میں نے گزشتہ رات اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا۔ گویا کہ وہ میرے پاس پہنچا اور اس پر سبز رنگ کے کپڑے تھے۔ تو میں نے اس سے پوچھا: ''اے میرے بھائی! کیا تو فوت نہیں ہو گیا تھا؟'' تو اس نے کہا: ''ہاں۔'' تو میں نے کہا: ''یہ تجھ پر کپڑے کیسے ہیں؟'' تو اس نے کہا: ''یہ سندس (باریک ریشم) اور استبرق (موٹا) ریشم کے کپڑے ہیں۔'' اس نے کہا: ''اے میرے بھائی! تیرے لیے بھی ایسے ہی ہیں۔'' میں نے اس سے پوچھا: ''تیرے رب نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا؟'' تو اس نے کہا: ''مجھے اس نے بخش دیا اور میری وجہ سے اور امام ابوحنیفہؒ کی وجہ سے اس نے فرشتوں پر فخر کا اظہار کیا۔'' میں نے پوچھا: ''ابوحنیفہؒ جو نعمان بن ثابت ہے؟'' تو اس نے کہا: ''ہاں۔'' میں نے کہا: اس کا ٹھکانہ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا: ''اعلیٰ علیین کے جوار میں۔'' القاسم نے کہا: میرے باپ نے کہا کہ ابونعیم جب ابوحنیفہؒ کا تذکرہ کرتے تھے یا اس کے سامنے تذکرہ ہوتا تو وہ کہتے: ''آفرین، آفرین اعلیٰ علیین میں ہے۔'' پھر یہ واقعہ بیان کرتے۔

لیکن خطیب کو صرف یہی پسند ہے کہ وہ فقیہ الملت (امام ابوحنیفہؒ) کا حشر پادریوں کے ساتھ ہی دکھائے۔ اگرچہ اس خواب میں جو اس نے بیان کیا ہے اس قول کی سند میں عبداللہ

بن جعفر الدراہمی جیسا راوی بھی ہے۔ میں اس مقام میں خوابوں کے سلسلہ میں کوئی زیادہ بات نہیں کرنا چاہتا۔ اگر خطیب نے مجھے اس پر برانگیختہ نہ کیا ہوتا تو یہ بھی ذکر نہ کرتا۔

جیسا کہ آپ نے دیکھ لیا کہ وہ اپنے شیوخ سے خوابیں روایت کرتا ہے اور خوابوں کے بعد ان کی تفسیر اور تعبیر بتانے کو بھی ضروری نہیں سمجھتا حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بھی بہت سی خوابوں میں اس کی طرف حاجت ہوتی ہے جیسا کہ اہل علم نے کہا ہے۔ اور ابوحنیفہؒ کے حالات میں خطیب نے جو کچھ نقل کیا ہے اس پر ہماری بحث مکمل ہوئی۔

(تانیب الخطیب ص ۳۳۰۔۳۳۴)

